۵۰/

اہل ذکر....؟

ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی

ترجمہ

نثار احمد زین پوری

انتشارات انصاریان

قم۔خیابان شہدا۔ص۔پ ۱۸۷۔تلفن ۲۱۷۴۴

نام کتاب ______ اہل ذکر ... ؟

تالیف ______ ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی

ترجمہ ______ نثار احمد زین پوری

کتابت ______ رضوان حیدر ہندی

کتابت سرورق ______ پیغمبر عباس نوگانوی

ناشر ______ انتشارات انصاریان قم ایران

تعداد ______ تین ہزار ۳۰۰۰

تاریخ ______ ۱۳۷۱ھ شمسی

پانچویں فصل

خلفائے ثلاثہ سے متعلق

جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ اہلسنت والجماعت رسول کے صحابہ میں سے کسی بھی صحابی پر تنقید و تبصرہ برداشت نہیں کرتے ہیں اور سب کو عادل قرار دیتے ہیں اور اگر کوئی وسیع النظر بعض صحابہ کے افعال کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے تو اہلسنت اس پر لعنت ملامت کرتے ہیں، بلکہ اسے کافر قرار دیتے ہیں اگرچہ اس تنقید کرنے والے کا تعلق انھیں کے علماء سے ہو جیسا کہ مصر وغیرہ کے بعض وسیع النظر علماء کے ساتھ پیش آیا ہے، مثلاً شیخ محمود ابوریہ، صاحب "اضواء علی السنۃ المحمدیۃ" اور شیخ مضیرہ، قاضی شیخ محمد امین انطاکی صاحب "لماذا اخترت مذھب اھل البیتؑ" اور سید محمد ابن عقیل جن کی کتاب "النصائح الکافیہ لمن یتولی معاویہ ہے" بلکہ مصر کے کچھ صاحبان قلم نے تو جامعۂ ازہر کے وائس چانسلر شیخ محمود شلتوت کو بھی اس وقت کافر قرار دے دیا تھا۔ جب انھوں نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ مذہب جعفری کو اختیار کرنا جائز ہے۔

جب جامعۂ ازہر کے وائس چانسلر اور مصر کے مفتی پر صرف اس بات کی بنا پر طعن و تشنیع کی جا سکتی ہے کہ جنھوں نے اس مذہب شیعہ کو برحق قرار دیا تھا۔ جو استاذ الائمہ جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب ہے تو اس شیعہ کا کیا حال ہوگا جس نے اس مذہب کو تحقیق اور اپنے آباء و اجداد کے مذہب پر تنقید کے بعد اختیار کیا ہو، ظاہر ہے کہ اہلسنت اس کو ہرگز برداشت نہیں کر سکیں گے۔ ایسے تو دین سے خارج اور اسلام کا باغی قرار دیں گے، ان کے گمان میں گویا مذاہبِ اربعہ ہی اسلام ہے۔ اس کے علاوہ باطل ہی باطل ہے۔ ان لوگوں کی عقلیں منجمد اور ان پر پتھر پڑے ہیں یہ وہ عقلیں ہیں جن کے بارے میں ہمیں قرآن یہ بتاتا ہے کہ جب نبیؐ نے انھیں دعوت دی تو انھوں نے ان سے سخت لڑائی لڑی کیونکہ نبیؐ نے انھیں ایک خدا کی دعوت دی اور متعدد خداؤں کی پوجا سے منع کیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وعجبوا أن جاءهم منذرٌ منهم وقال الكافرون هذا ساحرٌ كذّابٌ، أجعلَ الآلهة إلهاً واحداً إن هذا لشيء عُجاب﴾ سورۂ ص، آیت ۴

اور انھیں تعجب ہے کہ انھیں میں سے ڈرانے والا کیسے آگیا، اور کافروں نے صاف کہہ دیا کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔ کیا اس نے سارے خداؤں کو جوڑ کر ایک خدا بنا دیا ہے یہ تو انتہائی تعجب خیز بات ہے۔

مجھے یقین ہے کہ مجھ کو ان دشواریوں کا مقابلہ کرنا ہوگا کہ جو ان متعصب افراد کی طرف سے پیدا کی جائیں گی جنھوں نے اپنے کو دوسروں کا حاکم بنا رکھا ہے اور ان کے نزدیک کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ صحابہ کی مدح کو ترک

کر کے ان پر تنقید کرے جبکہ صحابہ کی مدح کا دین سے کوئی ربط نہیں ہے۔ اورجب یہ دین سے مربوط نہیں ہے تو کسی کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ صحابہ کے اعمال پر تنقید کرنے والوں کو دین سے خارج قرار دے اور اسے کافر شمار کرے۔ کیونکہ دین کے اصول وفروع میں اس کا کہیں پتہ بھی نہیں ہے۔

بعض متعصبین اپنے حلقوں میں اس بات کو رواج دے رہے ہیں کہ میری کتاب "ثم اھتدیت" ایسی ہے جیسی سلمان رشدی کی "شیطانی آیات" اس پروپگنڈے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ لوگ میری کتاب کا مطالعہ نہ کریں اور مجھ پر لعنت وملامت کرنے لگیں۔

جب کہ یہ دھوکہ اور عظیم بہتان ہے عنقریب رب العالمین اس کا حساب لے گا۔ یہ لوگ کیسے میری کتاب "ثم اھتدیت" کو کہ جو عصمت رسولؐ کو قبول کرنے کی اور ائمۂ اہلبیتؑ کی اقتدا کی دعوت دیتی ہے۔ کہ جنھیں خدا نے ہر قسم کے رجس سے محفوظ اور طیب وطاہر رکھا ہے" شیطانی آیات" سے تشبیہ دیتے ہیں جس میں اسلام اور نبیؐ اسلام پر سب وشتم مندرج ہے۔ جس کا مصنف اسلام کو شیطانی پھونک تصور کرتا ہے؟؟

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا کونوا قوّامین بالقسطِ شهداءَ لله ولو علی أنفسکم﴾ سورۂ نساء، آیت ۱۳۵

اے ایمان والو عدل وانصاف کے ساتھ قیام کرو اور اللہ کے لئے گواہ بنو چاہے اپنی ذات ہی کے خلاف کیوں نہ ہو۔

اسی آیت کی وجہ سے میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں تو

خدا کی رضا کا خواستگار ہوں مجھے اس وقت تک کسی ملامت گر کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں ہے جب تک میں صحیح اور خالص اسلام کا دفاع کر رہا ہوں اور نبی کو ہر خطا سے محفوظ ثابت کر رہا ہوں خواہ یہ کام بعض مقرب صحابہ پر تنقید ہی کے ساتھ انجام پذیر ہو رہا ہو۔ خواہ وہ صحابہ خلفائے راشدین ہی میں سے کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ رسول کا خطاؤں سے منزہ ہونا تمام لوگوں سے اولیٰ ہے۔ میرے محترم و ذہین قارئین میری تالیفات سے یہ بات سمجھتے ہیں کہ میرا مقصد کیا ہے میرا مقصد صحابہ کی شان گھٹانا اور ان کی عظمت کم کرنا نہیں ہے بلکہ رسول اور آپ کی عصمت کا دفاع کرنا ہے۔ اور ان شبہات کو دور کرنا ہے جو امویوں اور عباسیوں نے ابتدائی صدیوں میں اسلام اور نبیؐ اسلام سے جوڑ دیئے ہیں۔ جو زبردستی مسلمانوں کے حاکم بن بیٹھے تھے۔ جو اپنے پست اغراض اور اپنی بے نتیجہ سیاست کے تحت دین خدا میں من مانی ردو بدل کر لیا کرتے تھے۔ ان کی اس گھناؤنی سازش کا مسلمانوں پر بہت بڑا اثر ہوا۔ مسلمانوں نے حسن نیت کی بنا پر ان (امویوں اور عباسیوں) کا اتباع کیا۔ ان کی روایت کردہ احادیث کو بے چوں وچرا حقیقت سمجھ کر قبول کیا اور یہ تصور کیا کہ یہی اسلام ہے لہٰذا مسلمانوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہے اور ان کی چھان بین کرنا صحیح نہیں ہے۔

اگر مسلمانوں کو حقیقت معلوم ہو جاتی تو کبھی ان کا اتباع نہ کرتے اور نہ ان کی نقل کی ہوئی احادیث کا اعتبار کرتے، پھر اگر تاریخ ہمیں یہ بتاتی کہ صحابہ نے رسول کے اوامر و نواہی کی اطاعت کی، آپؐ کے احکام پر کوئی مناقشہ و اعتراض نہیں کیا ہے اور رسول کی آخری حیات میں آپؐ کے حکم سے سرکشی نہیں کی تو ہم ان سب کو عادل تسلیم کر لیتے اور پھر ہمارے لئے اس سلسلہ میں بحث کی گنجائش نہ رہتی لیکن قرآن و حدیث کی نص سے ان میں سے کچھ دروغ گو، کچھ منافق اور کچھ فاسق ہیں۔

انھوں نے آپؐ کے سامنے اختلاف کیا، آپؐ کے حکم کی خلاف ورزی کی یہاں تک کہ آپؐ پر ہذیان کا بہتان لگا یا نوشتہ نہ لکھنے دیا اور جیش اسامہ میں شریک نہ ہو کر۔ آپؐ کے حکم سے سرکشی کی، نبیؐ کے خلیفہ کے بارے میں اس قدر اختلاف کیا کہ آپؐ کو بے غسل و کفن چھوڑ دیا اور خلافت کے بارے میں جھگڑنے لگے کوئی اس پر راضی ہوا اور کسی نے انکار کر دیا۔ آپؐ کی وفات کے بعد ہر شئی میں اختلاف پیدا کیا یہاں تک کہ ایک دوسرے کو کافر کہنے لگے، ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگے اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے، کسی نے کسی سے برائت اختیار کی اور ایک دین خدا متعدد مذہبوں اور مسلکوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس کیفیت کے پیش نظر ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس کی علت تلاش کریں اور یہ دیکھیں کہ لوگوں کے لئے بہترین امت کس سبب سے پستی میں گری پڑی، ذلیل و حقیر ترین اور کلی طور پر جاہل امت قرار پائی کہ جس کی ہتک حرمت کی جارہی ہے جس کے مقدسات کو پامال کیا جارہا ہے جس کے قبیلوں کو ٹکڑوں میں تقسیم کیا جارہا ہے۔ جسے وطن سے بے وطن کیا جارہا ہے، تجاوز کرنے والوں کے مقابلہ کی بھی اس میں سکت نہیں ہے اور نہ ہی ننگ و عار کے داغ کو پیشانی سے الگ کرنے کی صلاحیت ہے۔

میرے عقیدے کے لحاظ سے اس مرض کا واحد علاج ذاتی تنقید ہے اور انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے گریبان میں جھانکے۔ اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید کرتے ہوئے فخر و مباہات نہ کرے۔ حقیقت معصومینؑ ہمیں اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ ہم اپنے امراض اور تفرقہ بازی، تخلف اور ناکامی کے اسباب تلاش کریں اور جب ہم مرض کا انکشاف کریں تو پھر شفایابی کے لئے اس کی دوا کی تشخیص کریں قبل اس کے کہ ہم گذر جائیں اور دوسری نسل آجائے۔

یہی اصل مقصد ہے اور صرف خدا ہی لائق عبادت ہے وہی اپنے

بندوں کو سیدھے راستہ کی ہدایت کرتا ہے۔

اور جب تک ہمارا مقصد صحیح رہے گا اس وقت تک اعتراض کرنے والوں کے اعتراض اور وہ متعصب لوگ جو صحابہ سے دفاع کے نام پر سب وشتم کے علاوہ کچھ جانتے ہی نہیں ان کی کوئی قیمت نہیں رہے گی۔ اور ہم ان پر ملامت نہیں کرتے ہیں نہ ہی ان کی طرف سے کدورت رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کے حال پر گریہ کرتے ہیں اس لئے کہ وہ مجبور ہیں، انھیں صحابہ کا حسن ظن حقیقت تک نہیں پہونچنے دیتا، انہی کے مثل یہود ونصاریٰ کی وہ اولاد ہیں جو اپنے آباء و اجداد کی طرف سے حسن ظن رکھتی ہیں اور اپنے نفسوں کو اسلام کی تحقیق کی زحمت نہیں دیتی، اپنے اسلاف کی اس بات پر اعتقاد رکھتی ہیں کہ محمدؐ (معاذاللہ) کذاب ہیں اور وہ نبی نہیں ہیں۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿وما تفرّق الذين أوتوا الكتاب إلا من بعدما جاءتهم البينة﴾ سورہ، بینہ، آیت ۴

اور یہ اہل کتاب متفرق نہیں ہوئے مگر اس وقت جب ان کے پاس کھلی ہوئی دلیل آگئی۔

صدیوں کے گذرنے کے سبب مسلمانوں کے لئے یہودیوں اور نصاریٰ کو عقیدۂ اسلام سے مطمئن کرنا مشکل ہوگیا ہے اس شخص کا کیا قصور ہے جوان سے یہ کہتا ہے کہ توریت وانجیل جن پر تم اہل ہو وہ تحریف شدہ ہیں اور اپنے اس مدعا پر وہ قرآن سے استدلال کرتا ہے، پس کیا یہ (استدلال کرنے والا) مسلمان انھیں مطمئن کر لیتا ہے؟

بالکل یہی حالت اس ضعیف العقل مسلمان کی ہے جو تمام صحابہ کی عدالت کا قائل ہے آیا اسے کوئی اس بات سے مطمئن کر سکتا ہے کہ کل صحابہ عادل نہیں ہیں

اور جب وہ معاویہ اور اس کے بیٹے یزید وغیرہ پر تنقید کو برداشت نہیں کر سکتے کہ جنھوں نے اسلام کو اپنے قبیح اعمال سے داغدار بنادیا تو ظاہر ہے کہ وہ آپ کی بات کو ابوبکر، عمر اور عثمان ۔ صدیق، فاروق اور جن سے ملائکہ حیا کرتے ہیں" کے بارے میں کیسے برداشت کر سکتے ہیں ۔ یا زوجۂ نبیؐ ام المومنین بنت ابوبکر عائشہ کہ جن کے متعلق ہم اہلسنت کی معتمد ترین کتب صحاح سے گذشتہ فصل میں گفتگو کر چکے ہیں ان کے بارے میں کوئی بات کیونکر برداشت کر سکتے ہیں ۔ اب خلفائے ثلاثہ کے کردار کی باری آئی ہے ۔ اب ہم ان کے ان افعال کا انکشاف کرتے ہیں جو اہلسنت کی صحاح، مسانید اور ——— معتمد ترین تاریخی کتابوں میں مرقوم ہیں اولاً ہم اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ تمام صحابہ کی عدالت کا مقولہ صحیح نہیں ہے ۔ جبکہ بعض مقرب صحابہ میں بھی عدالت کا فقدان تھا ۔

ثانیاً ہم اپنے سنی بھائیوں کے لئے اس بات کا انکشاف کریں گے کہ یہ انتقادات سب وشتم نہیں ہیں بلکہ یہ تو صرف حقیقت تک رسائی کے لئے کچھ پردوں کو اٹھانا ہے اور نہ ہی یہ شیعوں کی من گڑھت اور ان کی ایجاد ہے جیسا کہ عامہ کا دعویٰ ہے یہ تو اہلسنت کی ان کتابوں سے ماخوذ ہے جنھیں انھوں نے صحیح قرار دیا اور اپنے اوپر ان کا اتباع لازم کر لیا ہے ۔

ابوبکر حیات نبیؐ میں

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۶ ص ۴۶ کتاب تفسیر القرآن میں سورۂ حجرات کے سلسلہ میں تحریر کیا ہے کہ ہم سے نافع ابن عمر نے اور انھوں نے ابن ابی ملیکہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ قریب تھا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہلاک

ہو جاتے، دونوں میں رسولؐ کے سامنے بلند آواز میں تو تو میں میں ہونے لگی تھی۔ جب آپؐ کے پاس بنی تمیم کا ایک وفد آیا تھا۔ ان میں سے ایک نے اقرع ابن حابس کو ان کا امیر بنانے کے لئے کہا دوسرے نے کسی اور شخص کی طرف اشارہ کیا۔ نافع کہتے ہیں کہ اس کا نام مجھے یاد نہیں ہے۔ ابوبکر نے عمر سے کہا تم ہمیشہ میرے خلاف سوچتے ہو۔ عمر نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس سلسلہ میں دونوں کی آواز بلند ہو گئی پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿یا أیها الذین آمنوا لا ترفعوا أصواتکم﴾ حجرات آیت ۲
ایمان والو خبردار اپنی آواز کو نبیؐ کی آواز پر بلند نہ کرنا۔

ابن زبیر کہتے ہیں کہ:

آیت نازل ہونے کے بعد عمر خاموش ہو گئے یہاں تک کہ کوئی سوال بھی نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ابوبکر سے اس کا تذکرہ کیا۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۸ ص ۱۴۵ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ، باب "ما یکرہ من التعمق والتنازع" میں وکیع سے اور انھوں نے عمر ابن ابی ملیکہ سے نقل کیا ہے کہ یہ دونوں بزرگ ابوبکر و عمر اس وقت قریب تھا کہ ہلاک ہو جاتے جب بنی تمیم کا ایک وفد نبیؐ کے پاس آیا تھا ان (ابوبکر و عمر) میں سے ایک نے اقرع ابن حابس تمیمی حنظلی کو ان کا امیر بنانے کے لئے کہا اور دوسرے نے ایک اور شخص کے لئے کہا ابوبکر نے کہا تم نے میری مخالفت کی ہے پس عمر نے کہا میں نے تمھاری مخالفت نہیں کی ہے اس سلسلہ میں نبیؐ کے پاس دونوں کی آواز بلند ہو گئی تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿یا أیهاالذین آمنوا لا ترفعوا أصواتکم فوق
صوت النبي ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض

أن تحبط أعمالكم وأنتم لا تشعرون، إن الذين
يغضُون أصواتهم عند رسول الله أولئك الذين امتحن الله
قلوبهم للتقوى لهم مغفرة وأجرٌ عظيم﴾

ایمان والو خبردار اپنی آواز کو نبیؐ کی آواز پر بلند نہ کرنا اور
ان سے اس طرح بلند آواز میں بات بھی نہ کرنا جس طرح آپس میں
ایک دوسرے کو پکارتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال برباد
ہو جائیں اور تمھیں اس کا شعور بھی نہ ہو۔ بیشک جو لوگ رسول اللہ
کے سامنے اپنی آواز کو دھیما رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنکے دلوں
کو خدا نے تقویٰ کے لئے آزمالیا ہے اور انھیں کے لئے،
مغفرت و اجر عظیم ہے۔

ابن ملیکہ کہتے ہیں کہ ابن زبیر کا قول ہے کہ اس کے بعد عمر خاموش
ہو گئے اور اس کا تذکرہ ابوبکر سے نہیں کیا جب نبیؐ سے کوئی بات کہتے تھے تو اس
طرح بیان کرتے تھے جیسے راز کی بات، کوئی سوال بھی نہیں کرتے تھے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۵ کے صفحہ ۱۱۶ پر بنی تمیم کے وفد کے
بارے میں تحریر کیا ہے کہ ہم سے ہشام ابن یوسف نے بیان کیا ہے کہ ہم سے جریج
نے بتایا کہ ابن ابو ملیکہ نے بیان کیا انھیں عبداللہ ابن زبیر نے خبر دی کہ نبیؐ کے پاس
بنی تمیم کا ایک وفد آیا تو ابوبکر نے کہا کہ قعقاع ابن معبد ابن زرارہ کو امیر بنایا جائے،
عمر نے کہا نہیں بلکہ اقرع ابن حابس کو بنایا جائے۔ ابوبکر نے کہا کہ تم میری مخالفت کر رہے
ہو! عمر نے کہا کہ میں نے قطعی آپ کی مخالفت نہیں کی اسی کشمکش میں دونوں کی آواز
بلند ہو گئی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یاایھا الذین اٰمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الخ

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر و عمر آداب اسلامی کے

دستور کے تحت پاس ولحاظ نہیں رکھتے تھے۔ اپنے نفسوں کو خدا و رسولؐ پر مقدم کرتے تھے جبکہ نہ رسولؐ کی اجازت ہوتی تھی اور نہ ہی رسولؐ نے ان سے فرمایا تھا کہ تم بنی تمیم کی امارت میں اپنی رائے پیش کرو پھر انھوں نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ نبیؐ کے سامنے جھگڑنے لگے اور آپ کے سامنے بے ادبانہ چیخنے لگے اور اپنے اخلاق و آداب کے فرائض کی کوئی پرواہ نہ کی۔ نبیؐ کی تعلیم و تربیت کے بعد کسی صحابی کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ان آداب و اخلاق کو بھلا دے۔

اگر یہ واقعہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں رونما ہوا ہوتا تو بھی ہم شیخین (ابوبکر و عمر) کو معذور سمجھتے اور ان کے لئے تاویل کر لیتے۔

لیکن روایات نے شک کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ یہ حادثہ نبیؐ کی حیات کے آخری ایام میں اس وقت رونما ہوا جب بنی تمیم کا ایک وفد نویں ہجری میں رسولؐ کے پاس آیا اور اس کے بعد آپؐ چند ماہ زندہ رہے۔ جیسا کہ ان مورخین و محدثین نے لکھا ہے کہ جنھوں نے رسولؐ کے پاس بنی تمیم کے وفد کی آمد کا واقعہ قلم بند کیا ہے اور جیسا کہ قرآن مجید کے آخری سوروں میں ارشاد ہے:

﴿إذا جاء نصر الله والفتح ورأيتَ الناس
يدخلون في دين الله أفواجاً﴾.

جب خدا کی مدد اور فتح کی منزل آجائے گی اور آپ دیکھیں گے کہ لوگ دین خدا میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔

اور جب حقیقت یہ ہے تو ابوبکر و عمر کی اس گستاخی کے لئے معذرت کرنے والے کیوں عذر تراشی کرتے ہیں جو نبیؐ کے سامنے ہوتی تھیں اور پھر اگر اس واقعہ کو صرف روایت بیان کرتی تو بھی کوئی بات تھی۔ ہمارے اندر تنقید و تبصرہ کی جرأت نہ ہوتی لیکن خدا حق کو بیان کرنے میں شرم نہیں کرتا ہے اس نے اس واقعہ کو

قرآن میں درج کر دیا ہے جس میں ابوبکر و عمر کی تند مزاجی اور تہدید کے بارے میں پڑھا جا سکتا ہے کہ اگر اب انھوں نے ایسا کیا تو خدا ان کے اعمال کو برباد کر دے گا۔ حد ہو گئی راوی نے اپنے کلام کی ابتدا اس جملہ سے کی ہے : وکاد الخیران أن یھلکا ابوبکر و عمر،

اس حادثہ کے راوی عبد اللہ ابن زبیر ہمیں مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جو عمر کی شان میں نازل ہوئی ہے ،، عمر جب رسولؐ سے بات کرتے تھے تو اتنی آہستہ کرتے تھے کہ سنی نہیں جاتی تھی چہ جائیکہ سمجھ میں آتی ۔ اس کے باوجود ابن زبیر نے اپنے جد ابوبکر کا تذکرہ نہیں کیا ہے ۔ جبکہ تاریخ اور محدثین کے نقل کردہ واقعات اس کے برعکس ہیں ۔ اس کے لئے ،، رزیۃ یوم الخمیس ،، کا تذکرہ کافی ہے ۔ وہ یہ کہ نبیؐ کی وفات سے تین روز قبل بروز جمعرات ، ہم نبیؐ پر بہت بڑا بہتان لگاتے ہوئے دیکھتے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ رسولؐ ہذیان بک رہے ہیں ۔ اور ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے ۔ اس کے بعد لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا کوئی کہتا تھا کہ قلم دوات دے دو تاکہ رسولؐ تمہارے لئے نوشتہ لکھ دیں ۔ اور کوئی عمر کے قول کی تکرار کرتا تھا ۔ جب شور و غل زیادہ ہو گیا[1] تو نبیؐ نے فرمایا : میرے پاس سے چلے جاؤ میرے پاس جھگڑنا تمہارے لئے سزاوار نہیں ہے ۔[2] اس شور و غل اور اختلاف نزاع کے الفاظ سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے خدا کے ان حدود کو پامال کر دیا تھا جو سورۂ حجرات میں خدا نے ان کے لئے مقرر کی تھیں ۔ جیسا کہ بیان گذر چکا ہے ۔ ہمیں اس بات سے مطمئن نہیں کیا جا سکتا کہ ان (صحابہ) کا شور و غل اور اختلاف و نزاع بہت ہی دھیمی آواز میں

---

[1] بخاری جلد ۵ ص ۱۳۸ باب مرض النبیؐ و وفاتہ

[2] بخاری جلد ۱ ص ۳۷ ، کتاب العلم

تھا بلکہ واقعہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انھوں نے گلا پھاڑ پھاڑ کر چلانا شروع کر دیا تھا یہاں تک کہ پردہ کے پیچھے بیٹھی ہوئی عورتیں بھی اس نزاع میں شریک ہوگئیں اور کہنے لگیں کہ رسول کو دوات و قلم دے دو تاکہ تمہارے لئے نوشتہ لکھ دیں تو عمر نے ان سے کہا تم ہی جیسی عورتیں یوسف کے ساتھ بھی تھیں جب وہ بیمار ہوتے تھے تو تمہاری آنکھیں آنسو برساتی تھیں اور جب صحت یاب ہوتے تھے تو انھیں پریشان کرتی تھیں۔ عمر کی بات سن کر رسول نے فرمایا: عورتوں سے کچھ نہ کہو وہ تم لوگوں سے بہتر ہیں۔[1]

ان تمام باتوں سے ہماری سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ انھوں نے خداوند عالم کے اس قول کی اطاعت نہیں کی:

یا ایّہا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ ولا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النّبی

اے ایمان لانے والو خدا و رسول کے سامنے اپنی بات کو آگے نہ بڑھاؤ۔ اور نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرنا۔

اور انھوں نے عظمت رسول کا بالکل احترام نہ کیا اور نہ ہی لوگوں نے انھیں (عمر کو) اس ہذیان کا الزام لگاتے وقت تادیب کی۔

اور ابوبکر کے بارے میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ انھوں نے رسول کے سامنے بے ہودہ بات کہی اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب انھوں نے عروہ ابن مسعود سے کہا: امصص بنظر اللات"[2]

---

[1] کنز العمال جلد ۳ ص ۱۳۶

[2] بخاری جلد ۲ ص ۱۷۹

قسطلانی شارح بخاری اس عبارت پر حاشیہ لگاتے ہیں اور لکھتے ہیں حشفہ کو چوسنا عربوں میں غلیظ ترین گالی ہے پس جب رسولؐ کے سامنے ایسی باتیں کہی جائیں گی تو خداوند عالم کے اس قول کے کیا معنی ہوں گے :

﴿ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض﴾؟

اور ان سے اس طرح بلند آواز میں بات نہ کرنا

جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

جبکہ خدا نے رسولؐ کے بارے میں خود فرمایا ہے کہ آپ خُلق عظیم پر فائز ہیں۔ اور جب آپؐ کی حیا پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ ہے جیسا کہ بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے ۔[۱] اور دونوں نے صراحت کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ رسولؐ نہ بد خلق تھے اور نہ بے ہودہ کلام کرتے تھے رسولؐ فرماتے تھے کہ تم میں سب سے اچھا وہ شخص ہے جس کا احلاق اچھا ہے[۲] پس ان مقرب صحابہ کو کیا ہو گیا تھا جو اس خلق عظیم سے متاثر نہ تھے ۔

ان تمام چیزوں کے علاوہ ایک بات میں کہتا ہوں اور وہ یہ کہ ابوبکر نے اس حکم رسولؐ کی اطاعت نہیں کی جب آپؐ نے اسامہ کو ان کا امیر بنایا اور ابوبکر کو ایک عام فوجی کی حیثیت دی اور جیش اسامہ سے تخلف کرنے والوں کی سخت سرزنش کی یہاں تک فرمایا کہ جیش اسامہ سے تخلف کرنے والوں پر خدا لعنت کرے ۔[۳] اور مورخین و سیرت نگار افراد نے لکھا ہے کہ یہ جملہ آپؐ نے اس وقت ارشاد فرمایا جب آپؐ کو یہ خبر ملی کہ لوگ اسامہ کو امیر بنانے کے سلسلہ

---

[۱] بخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبیؐ ، مسلم فی کتاب الفضائل باب کثرۃ حیاتہؐ

[۲] مسلم کتاب الفضائل باب کثرۃ حیاتہ النبیؐ ، بخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبیؐ

[۳] ملل ونحل شہرستانی ، چوتھا مقدمہ کتاب السقیفہ مصنف ابوبکر احمد ابن العزیز جوہری

میں برا بھلا کہہ سہے ہیں۔

اس طرح ابو بکر جلدی سے سقیفہ پہونچے اور حضرت علی ابن ابی طالب کو خلافت سے دور رکھنے والوں میں شریک ہو گئے اور رسوؐل کے غسل و کفن اور تجہیز و تدفین کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ تمام کاموں کو چھوڑ کر منصب خلافت و زعامت کے معاملات میں مشغول ہو گئے کہ جس کی طرف ان کی گردن اٹھی ہوئی تھی وہ قریبی صحبت کہاں چلی گئی، وہ دوستی کیا ہوئی ؟ اخلاق کیا ہو گیا ؟ مجھے ان صحابہ کے موقف پر تعجب ہوتا ہے کہ جن کے نبیؐ نے اپنی پوری زندگی انکی ہدایت و تربیت اور نصیحت میں گذاری،

﴿عزيز عليه ما عنتّم حريصٌ عليكم بالمؤمنين

رؤوف رحيم..﴾

اور اس پر تمہاری ہر مصیبت شاق ہوتی وہ تمہاری ہدایت کے بارے میں حرص رکھتا ہے اور مومنین کے حال پر شفیق و مہربان ہے۔

وہی آپؐ کے جسد مبارک کو بے گور و کفن چھوڑ کر رسوؐل کا خلیفہ معین کرنے کے لئے سقیفہ کی طرف دوڑ پڑے۔ ہم اگرچہ آج بیسویں صدی میں زندگی گذار رہے ہیں جس کو بدترین صدی کہا جاتا ہے۔ جس میں اخلاق نام کی کوئی چیز نہیں ہے اقدار دھواں بن چکے ہیں اس کے باوجود جب مسلمانوں میں کوئی مرجاتا ہے تو اسکے پڑوسی و ہمسایہ جلدی سے اس کے غسل و کفن اور تجہیز و تدفین کے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں اور رسوؐل کے اس قول کا اتباع کرتے ہوئے کہ "میت کا احترام اور اس کا دفن کرنا ہے،، اسے سپرد لحد کرتے ہیں۔

امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب نے اپنے اس قول سے حقائق کا انکشاف کیا ہے کہ :

"أما والله لقد تقمّصها ابن أبي قحافة وإنه ليعلمُ

أن محلي منها محل القطب من الرَحا..» [1]

خدا کی قسم فرزند قحافہ نے خلافت کی قمیص کو زبردستی
پہن لیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ خلافت میں میرا وہی مقام ہے
جو چکی میں کیل کا ہوتا ہے۔

اس کے بعد ابوبکر نے فاطمہؑ کے گھر پر ہجوم کو مباح قرار دیا اور انھیں دھمکی دی کہ اگر بیعت سے تخلف کرنے والے باہر نہ نکلے تو ہم گھر کو آگ لگا دیں گے۔ اس سلسلہ میں مورخین نے جو کچھ لکھا ہے اور راویوں نے نسلاً بعد نسلٍ جو نقل کیا ہے اس سے ہم (فی الحال) چشم پوشی کر رہے ہیں تفصیل کیلئے تاریخی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔

نبیؐ کے بعد فاطمہؑ کے ساتھ ابوبکر کا برتاؤ

بخاری نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ فاطمہؑ بنت نبیؐ نے کسی کو اپنے والد کی میراث، مدینہ میں فئی اور فدک وخمس وغیرہ کے مطالبہ کے لئے ابوبکر کے پاس بھیجا تو ابوبکر نے کہا کہ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ بس آل محمدؐ اس مال سے کھا رہے ہیں اور قسم خدا کی میں صدقہ رسولؐ میں کسی قسم کی رد و بدل نہیں کروں گا بلکہ اسے اسی حال پر برقرار رکھوں گا جس پر وہ رسولؐ کے زمانہ میں تھا اور اس میں ایسے ہی تصرف کروں گا جیسے رسولؐ کیا کرتے تھے پس ابوبکر نے فاطمہؑ کو کسی بھی چیز کے دینے سے انکار

[1] خطبۂ شقشقیہ

کر دیا۔ اس سلسلہ میں فاطمہؑ ابوبکر پر غضبناک ہوگئیں اور ان سے قطع تعلق کر لیا اور مرتے دم تک ان سے کلام نہ کیا۔ آپ نبیؐ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ جب انتقال فرمایا تو آپ کے شوہر علیؑ نے نماز پڑھ کر رات میں سپرد لحد کیا اور ابوبکر کو اس کی اجازت نہ دی گئی۔ فاطمہؑ کی حیات میں علیؑ کے پاس عذر تھا لیکن جب ان کا انتقال ہوگیا تو علیؑ نے لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے ابوبکر سے مصالحت کر لی جبکہ فاطمہؑ کی زندگی میں آپ نے ایسا نہیں کیا تھا۔ [1]

مسلم نے ام المومنین عائشہ سے روایت کی ہے کہ فاطمہ علیہا السلام بنت رسولؐ نے رسولؐ کی وفات کے بعد ابوبکر سے کہا کہ مجھے میرے والد کی وہ میراث دی جائے جو رسولؐ نے فئی وغیرہ کی صورت میں چھوڑی ہے۔ تو ابوبکر نے کہا کہ رسولؐ کا قول ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہیں جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ (یہ سن کر) فاطمہؑ غضبناک ہوگئیں اور ابوبکر سے روابط قطع کر لیئے اور مرتے دم تک ان سے رسم و راہ نہ رکھی۔ آپ رسولؐ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ عائشہ کہتی ہیں کہ فاطمہؑ نے ابوبکر سے رسولؐ کے ترکہ اور خیبر و فدک میں سے اپنا حق طلب کیا تھا لیکن ابوبکر نے فاطمہؑ کو کچھ بھی دینے سے انکار کر دیا اور کہا، میں وہی کروں گا جو رسولؐ کیا کرتے تھے، میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھ سے ان کے امر کی مخالفت نہ ہو جائے اور میں گمراہ نہ ہو جاؤں لیکن جہاں تک مدینہ کے صدقہ کی بات ہے تو وہ عمر، علیؑ و عباس کو پہلے ہی دے چکے ہیں اور فدک و خیبر کو عمر نے روک لیا اور کہا: یہ دونوں رسولؐ کا صدقہ ہیں اور انہی کا حق ہے جسے وہ ضرورت مندوں پر خرچ کیا کرتے تھے

---

[1] صحیح بخاری جلد ۵ ص۴۲ کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر، صحیح مسلم کتاب الجہاد باب قول النبیؐ ۔۔۔ "لا نورث ما ترکنا فھو صدقہ"

اور اب ان کا اختیار ولی امر کو ہے اور آج بھی اپنی حالت پر ہے ۔ [1]

باوجودیکہ بخاری و مسلم نے ان روایات کو بہت اختصار اور کتر و بیونت کے ساتھ نقل کیا ہے تاکہ محقق پر حقیقت آشکار نہ ہو سکے، خلفائے ثلاثہ کی عزت بچانے کے سلسلہ میں اس کام میں انھیں مہارت حاصل ہے (اس موضوع پر انشا اللہ ہم ان دونوں سے بحث کریں گے اور عنقریب اس وعدہ کو وفا بھی کریں گے۔

اس کے باوجود یہ روایات ابوبکر کی حقیقت کے انکشاف کے لئے کافی ہیں انھوں نے فاطمہؑ کے دعوے کو رد کر دیا اور انھیں غضبناک کیا اور فاطمہؑ نے ان سے قطع تعلق کر لیا اور مرتے دم تک اپنے موقف پر باقی رہیں اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے شوہر نے رات میں مخفیانہ طور پر دفن کیا اور ابوبکر کو اس کی اجازت نہ دی گئی۔ جیسا کہ ان روایات سے ہماری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ فاطمہؑ کی حیات میں حضرت علیؑ نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی لیکن اپ لوگوں کا برتاؤ دیکھ کر بیعت پر مجبور ہوئے اور ابوبکر سے مصالحت کر لی ۔

بخاری و مسلم نے جس حقیقت کی پردہ پوشی کی ہے وہ یہ ہے کہ جناب فاطمہؑ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ مجھے میرے والد نے اپنی حین حیات باغ فدک عطا کیا تھا پس وہ میراث نہیں ہے ۔ اگر اس بات کو فرض کر لیا جائے کہ انبیاء وارث نہیں بناتے ہیں۔ جیسا کہ ابوبکر نے نبیؐ سے روایت کی ہے اور اس کے ذریعہ فاطمہؑ کی تکذیب کی ہے تو یہ روایت نصوص قرآن کے معارض ہے کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ سلیمان داؤد کے وارث بنے اور یہ گڑھی ہوئی روایت فدک کو شامل نہیں ہوتی

---

[1] صحیح مسلم جلد ۲ کتاب الجہاد باب قول النبیؐ " لا نورث ما ترکنا فهو صدقة " اور صحیح بخاری نے اس حدیث کو کتاب فرض الخمس کے باب " فرض الخمس " میں نقل کیا ہے

اس لئے کہ فدک عطیہ ہے میراث نہیں ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ آپ تمام مورخین، مفسرین اور محدثین کو یہ لکھتے ہوئے دیکھیں گے کہ فاطمہ علیہا السلام نے فدک پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کیا تو ابوبکر نے ان کے دعوے کو رد کر دیا اور ان سے اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے گواہ طلب کیے ۔ فاطمہؑ نے علیؑ ابن ابی طالب اور ام ایمن کو بطور گواہ پیش کیا لیکن ابوبکر نے ان دونوں کی گواہی قبول نہ کی اور انھیں ناکافی قرار دے دیا ۔ ابن حجر اس واقعہ کو اسطرح تحریر کرتے ہیں '' فاطمہؑ نے یہ دعویٰ کیا کہ رسولؐ نے فدک مجھے بخش دیا تھا لیکن فاطمہؑ اس سلسلہ میں علیؑ اور ام ایمن کے علاوہ اور گواہ پیش نہ کر سکیں اور گواہی کا نصاب نامکمل رہ گیا ۔ [1]

امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ جب رسولؐ نے وفات پائی تو فاطمہؑ نے دعویٰ کیا کہ رسولؐ نے مجھے فدک عطا کر دیا تھا ۔ ابوبکر نے کہا فقر کی حالت میں آپ تمام لوگوں سے عزیز اور ثروتمندی کے عالم میں سب سے زیادہ محبوب ہیں لیکن مجھے آپ کے دعوے کی صحت معلوم نہیں ہے اس لئے میں آپ کے حق میں فیصلہ نہیں کر سکتا ہوں ۔ فخر رازی کہتے ہیں کہ کنیز رسولؐ ام ایمن نے فاطمہؑ کی گواہی دی پس ابوبکر نے کہا کہ ایسا گواہ لائیے جس کی گواہی قبول کی جا سکے ۔ فاطمہؑ گواہ نہ لا سکیں ۔[2]

جناب فاطمہؑ نے یہ دعویٰ کیا کہ رسولؐ نے مجھے فدک بخش دیا تھا ابوبکر نے ان کا دعویٰ رد کر دیا اور اس سلسلہ میں علیؑ اور ام ایمن کی گواہی قبول نہ کی اس واقعہ کو ابن تیمیہ، صاحب سیرت حلبیہ اور تیم جوزی وغیرہ نے بھی تحریر کیا ہے ۔

---

[1] صواعق محرقہ ابن حجر ہیثمی ص ۲۱

[2] تفسیر مفاتیح الغیب رازی جلد ۸ ص ۱۲۵، تفسیر سورۂ حشر

لیکن بخاری اور مسلم دونوں نے اس کو اختصار کے ساتھ لکھا ہے
انھوں نے صرف یہ لکھا ہے کہ فاطمہؑ نے اپنی میراث کا مطالبہ کیا اس سے وہ قارئین کو یہ بات باور کرانا چاہتے ہیں کہ فاطمہؑ کی ناراضگی بے محل تھی اس لئے کہ ابوبکر نے اس حدیث پر عمل کیا جو رسولؐ سے سنی تھی۔ پس معاذاللہ سیدہ ظالمہ اور ابوبکر مظلوم ہیں۔ بخاری و مسلم کی یہ ساری تگ و دو ابوبکر کی عزت کے تحفظ کے لئے ہیں اس لئے وہ واقعہ نقل کرنے میں بھی امانتداری سے کام نہیں لیتے ہیں۔ اور نہ ہی ان احادیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں کہ جو خلفا کے حقائق کا انکشاف کرتی ہیں۔ اور ان پر پڑے ہوئے پردوں کو ہٹاتی ہیں کہ جو امویوں اور خلافت راشدہ کے نمک خواروں نے ڈال دیئے تھے۔ خواہ نبیؐ کے خلاف ہو یا ان کی پارۂ جگر فاطمہؑ کے خلاف ہو۔ اسی لئے بخاری و مسلم اہلسنت کے نزدیک محدثین کے سردار بن گئے ہیں اور اہلسنت ان کی کتابوں کو کتاب خدا کے بعد صحیح ترین کتاب مانتے ہیں اور یہ ایسی حق پوشی ہے جو کسی علمی دلیل پر استوار نہیں ہے عنقریب انشاءاللہ ہم مستقل باب میں اس کے بارے میں بحث کریں گے تاکہ ہم حقیقت کے متلاشی افراد کے لئے اس کا انکشاف کر سکیں۔

اس کے باوجود مسلم و بخاری پر ہمارا اعتراض ہے کہ جنھوں نے فضائل فاطمہؑ زہرا کو بہت ہی اختصار کے ساتھ لکھا ہے لیکن ان کی کتابوں میں وہ سب کچھ موجود ہے جو ابوبکر کی پستی پر دلالت کرتی ہے جو بخاری و مسلم سے زیادہ جناب سیدہؑ اور ان کی قدر و قیمت کو جانتے تھے لیکن پھر بھی ان کی بات کو تسلیم اور ان کے شوہر کی گواہی کو قبول نہیں کیا جبکہ ان کے شوہر کے بارے میں رسولؐ یہ فرما چکے تھے کہ، علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ اور جدھر یہ جاتے ہیں حق ادھر جاتا ہے۔ ۱؎

۱؎ تاریخ بغداد جلد ۱۴ ص ۳۲۱ تاریخ ابن عساکر جلد ۳ ص ۱۱۹، کنز العمال جلد ۵ ص ۳۰

فی الحال ہم بخاری و مسلم کی گواہی پر اکتفا کرتے ہیں کہ جناب رسالتمآب نے فضائل زہرؑا میں کیا فرمایا ہے ؛

فاطمہؑ نص قرآنی کے لحاظ سے معصوم ہیں

مسلم نے اپنی صحیح میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ صبح کے وقت برآمد ہوئے آپ ایک کالی اونی چادر (کملی) اوڑھے ہوئے تھے کہ حسنؑ ابن علیؑ آئے اور آپؐ نے انھیں اس چادر میں داخل کر لیا پھر حسینؑ آئے وہ بھی چادر میں داخل ہو گئے پھر فاطمہؑ آئیں انھیں بھی آپؐ نے چادر میں داخل کر لیا پھر علیؑ آئے انھیں بھی چادر میں داخل کر لیا اور اس کے بعد فرمایا :

﴿إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيراً﴾

اے (پیغمبر کے) اہلبیت خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو (ہر طرح کی) برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ رکھے ۔

پس جب اس امت کی عورتوں میں صرف فاطمہؑ وہ ہیں جن سے خدا نے رجس کو دور رکھا اور اس طرح پاک رکھا جو حق ہے پس ابوبکر کو کیا ہو گیا تھا کہ جو انھیں جھٹلا دیا اور ان سے گواہ طلب کئے ۔ [1]

---

[1] صحیح مسلم جلد ۶، باب فضائل اہلبیتؑ

فاطمہؑ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں

بخاری و مسلم نے کتاب الفضائل میں ام المومنین عائشہ سے روایت کی ہے کہ سب ازواج نبیؐ آپ کی خدمت میں تھیں کہ فاطمہؑ آگے بڑھیں ان کے چلنے کا انداز ہو بہو رسولؐ کے چلنے کا انداز تھا۔ جب رسولؐ نے انھیں دیکھا تو فرمایا: مرحبا میری لخت جگر۔ پھر انھیں دائیں یا بائیں جانب بٹھایا پھر ان کے کان میں کچھ کہا تو فاطمہؑ پر شدید رقت طاری ہوگئی۔ پس جب رسولؐ نے انھیں غمگین دیکھا تو پھر کچھ آہستہ سے فرمایا کہ فاطمہؑ مسکرانے لگیں۔ میں نے فاطمہؑ سے کہا میں ان کی زوجہ ہوں لیکن انھوں نے آپ کو اپنا ہم راز بنایا اور آپ رونے لگیں جب رسول اللہ چلے گئے تو میں نے پوچھا کہ آپ کے درمیان کیا راز کی باتیں ہوئی ہیں فاطمہؑ نے جواب دیا: میں رسولؐ کے راز کو افشا نہیں کروں گی۔ عائشہ کہتی ہیں کہ جب رسولؐ کا انتقال ہوگیا تو میں ان کے پاس پہونچی اور کہا کہ آپ پر میرا حق ہے اس وقت آپ نے وہ راز نہیں بتایا تھا۔ فاطمہؑ نے فرمایا: کہ ہاں اب میں تمھیں بتا سکتی ہوں۔ فرمایا: پہلی مرتبہ رسولؐ نے یہ فرمایا تھا کہ اس سال جبرئیل دو مرتبہ قرآن لے کر نازل ہوئے ہیں۔ جبکہ ہر سال ایک مرتبہ نازل ہوتے تھے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا وقت قریب آگیا ہے پس تم خدا کا تقویٰ اختیار کرنا اور صبر سے کام لینا بیشک میں تمھارے لئے بہترین سلف ہوں۔ اس لئے میں نے گریہ کیا جیسا کہ تم نے دیکھا اور جب رسولؐ نے مجھے محزون پایا تو دوبارہ سرگوشی کی اور فرمایا: فاطمہؑ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم مومنین اور اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔[1]

[1] بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۴ کتاب الاستئذان باب من ناجی بین یدی الناس و لم یخبر سر صاحبہ۔

جب فاطمہؑ زہرا مومنین کی عورتوں کی سردار ہیں جیسا کہ رسولؐ کے قول سے ثابت ہے۔ ابوبکر فدک کے بارے میں انھیں جھٹلاتے ہیں اور ان کی کوئی گواہی قبول نہیں کرتے تو پھر کون سی شہادت قابل قبول ہوگی؟؟

فاطمہؑ زنان جنت کی سردار ہیں

بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا:

فاطمہؑ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔[1] جب فاطمہؑ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں اس لئے کہ جنت کی تمام عورتیں صرف امت محمدؐی ہی نہیں ہیں پھر ابوبکر صدیق نے انھیں کیسے جھٹلا دیا؟ کیا اہلسنت یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ابوبکر کو صدیق اس لئے کہتے ہیں کہ وہ۔ ابوبکر۔ محمدؐ کی ہر بات کی تصدیق کرتے تھے۔ (اگر حقیقت یہی ہے) تو پھر رسولؐ کے اس قول کی تصدیق کیوں نہیں کی جو فاطمہؑ زہرا کے بارے میں فرمایا تھا۔ کہ فاطمہؑ میرا ہی ٹکڑا ہے؟؟ یا اس کا تعلق فدک، صدقہ اور عطیہ سے اتنا نہیں تھا جتنا اس کا تعلق خلافت سے تھا۔ جو فاطمہؑ کے شوہر علیؑ کا حق تھا پس عطیہ کے سلسلہ میں فاطمہؑ اور ان کے شوہر کی تکذیب ابوبکر کے لئے آسان تھی تاکہ اس کے ذریعہ وہ دونوں کے مطالبوں کا سد باب کردیں۔ یہ اتنا بڑا مکر تھا کہ جس سے پہاڑ متزلزل ہو جائیں۔

— فاذا مات اخیرہ "

[1] صحیح بخاری جلد ۴ کتاب بدالخلق کے باب "مناقب قرابۃ الرسول" میں

فاطمہؑ نبیؐ کا ٹکڑا ہیں رسولؐ ان کے غضب سے غضبناک ہوتے ہیں

بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ ہم سے ابو الولید نے ابن عینہ سے اور انھوں نے عمرو ابن دینار نے اور انھوں نے ابن ابی ملیکہ سے اور انھوں نے مسور ابن مخرمہ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا:

"فاطمة بضعةٌ منّي فمن أغضبها أغضبني"

"فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا"۔ نیز فرمایا:

"فاطمة بضعة مني يريبني ما أرابها ويؤذيني ما أذاها"

فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے پریشان کیا اور اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی

جب رسولؐ اپنی پارۂ جگر کے غضبناک ہونے سے غضبناک ہوتے ہیں اور ان کو ایذا پہونچانا ایسا ہی ہے جیسا کہ رسولؐ کو اذیت پہونچانا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ فاطمہؑ معصوم عن الخطا ہیں ورنہ نبیؐ کے لئے اس طرح یہ فرمانا جائز نہیں تھا کیونکہ جو معصیت کا مرتکب ہوتا ہے اسے اذیت دینا اور غضبناک کرنا جائز ہے خواہ اس کا مقام کتنا ہی بلند ہو اس لئے کہ شریعت اسلامی میں اپنے اور غیر کا کوئی امتیاز نہیں ہے اور نہ ہی غنی و فقیر کا فرق ہے اس کے باوجود ابو بکر، زہراؑ کو اذیت دیتے ہیں اور ان کے غضب کی کوئی پروا نہیں کرتے ہیں بلکہ انھیں مرتے دم تک غضبناک رکھا اور فاطمہؑ نے آخری وقت تک ان سے کلام نہ کیا اور رہر نانہ

کے بعد ابوبکر کے لئے بددعا کرتی تھیں۔ ملاحظہ ہو تاریخ ابن قتیبہ وغیرہ۔

ہاں ان تلخ اور ایسے ہی غم انگیز حقائق میں کہ جن سے ارکان منہدم ہوجائیں اور ایمان متزلزل ہو جائے۔ کیونکہ حق وحقیقت کے متلاشی، منصف مزاج انسان کے لئے اعتراف کے علاوہ چارۂ کار نہیں ہے کہ ابوبکر نے فاطمہؑ زہرا پر ظلم کیا ہے۔ اور ان کے حق کو غصب کیا ہے وہ مسلمانوں کے خلیفہ تھے اور ان کے لئے ممکن تھا کہ وہ فاطمہؑ کو راضی اور خوشنود کر لیتے۔ اور ان کا حق دے دیتے چوں کہ فاطمہ کی صداقت مسلم ہے ـــــ ان کی صداقت کی گواہی خدا و رسولؐ دے رہے ہیں اور مع ابوبکر کے تمام مسلمانوں نے آپ کی صداقت کا لوہا مانا ہے لیکن سیاست ہر چیز کی حقیقت کو بدل دیتی ہے اور نتیجہ میں صادق کاذب اور کاذب صادق بن جاتا ہے۔

جی ہاں! یہ اس سازش کی ایک کڑی ہے جو اہل بیت کو اس منصب سے دور رکھنے کے لئے کی گئی جو خدا نے ان کے لئے منتخب کیا تھا اور اس سازش کی ابتدا علیؑ کو خلافت سے دور اور فاطمہؑ کی تکذیب اور اہانت اور میراث سے محرومی سے ہوئی اور انھیں بتا دیا گیا کہ لوگوں کے دلوں میں ان کا کوئی احترام باقی نہ رہا۔ اس سازش کی انتہا شہادت علیؑ اور قتلِ حسنؑ و حسینؑ اور مخدرات کی بے پردگی پر ہوئی۔ ان کے شیعہ، ان کے چاہنے والے اور اتباع کرنے والے قتل کئے جانے لگے شاید اس سازش کا سلسلہ آج تک چلا آرہا ہے۔ آج بھی ایسے کرتوت کا پتہ اور ان کے نتیجوں کا نشان ملتا ہے۔

یقیناً ایک آزاد اور منصف مزاج مسلمان ان حقائق سے اس وقت آگاہ ہو جائے گا جب تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرے گا اور اس طرح حق کو باطل سے جدا کرے گا کہ اہلبیتؑ پر سب سے زیادہ ابوبکر نے ظلم کیا ہے۔ اس سلسلہ میں

۔صحیح بخاری و مسلم کا مطالعہ کافی ہوگا۔ اگر وہ حق کا جوئندہ ہے تو اس پر حق منکشف ہو جائے گا۔

یہ لیجیے بخاری و مسلم دونوں اعتراف کرتے ہیں کہ ابوبکر عام صحابہ کے دعووں کی تصدیق کیا کرتے تھے۔ لیکن یہی ابوبکر فاطمہؑ زہرا سیدۂ نساء اہل الجنّہ کہ جس کے بارے میں خدا یہ گواہی دے رہا ہے کہ ہم نے ان سے رجس کو دور رکھا۔ اور ہر عیب سے طاہر رکھا۔ اسی طرح ابوبکر علیؑ اور ام ایمن کی تکذیب کرتے ہیں اب آپ اس سلسلہ میں بخاری و مسلم کے اقوال ملاحظہ فرمائیے۔

بخاری و مسلم دونوں نے جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: جب رسولؐ کا انتقال ہو چکا تو علاء ابن حضرمی کی طرف سے ابوبکر کے پاس مال آیا تو ابوبکر نے کہا: نبیؐ پر جس کا قرض ہو یا انھوں نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ آکر بیان کرے۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مجھ سے رسولؐ نے ایسا ایسا وعدہ کیا تھا۔ پس انھوں نے تین مرتبہ ہاتھ بڑھایا۔ جابر کہتے ہیں میں نے جب ان کی شمارش کی تو میرے پاس پندرہ سو (سکے) تھے۔ [1]

آیا کوئی ابوبکر سے یہ سوال کر سکتا ہے کہ آپ نے جابر ابن عبد اللہ کی کیوں تصدیق کی کہ ان سے نبیؐ نے کچھ عطا کرنے کا وعدہ کیا تھا ابوبکر نے تین مرتبہ مشت بھر کر پندرہ سو سکے دیئے جبکہ ان سے گواہ بھی نہیں طلب کئے کیا جابر ابن عبد اللہ انصاری فاطمہؑ سے زیادہ متقی اور سیدۂ نساء العالمین سے نیک تر تھے؟ اس سے زیادہ تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ فاطمہؑ کے شوہر علیؑ کی شہادت کو رد

---

[1] صحیح بخاری جلد ۳ کتاب الشہادات باب "من امر بانجاز الوعد"، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب "ماسئل رسول اللّٰہ شیئاً قط فقال لا وکثرۃ عطائہ"

کردیا کہ جن سے خدا نے رجس کو دور رکھا ایسے پاک کیا جو حق ہے اور ان پر اسی طرح درود بھیجنا واجب کیا جس طرح رسولؐ پر درود بھیجنا واجب ہے جن کی محبت کو رسولؐ نے ایمان اور دشمنی کو نفاق قرار دیا ہے۔ [1]

بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ۔ بنی صہیب مولیٰ ابن جذعان نے دو گھروں اور ایک حجرہ کا دعویٰ کیا، رسولؐ نے وہ گھر صہیب کو دے دیا۔ مروان نے کہا: اس سلسلہ میں کسی نے گواہی دی ہے۔ انھوں نے کہا: ابن عمر نے! انھیں بلایا گیا تو انھوں نے گواہی دی کہ رسولؐ نے صہیب کو دو گھر اور ایک حجرہ دے دیا ہے تو مروان نے بھی ایسے فیصلہ کر دیا۔ [2]

مسلمانو! ان تصرفات اور احکام میں غیر مساوی رویہ کو دیکھو کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ کیا یہ افسوس کا مقام نہیں ہے؟ جب خلیفہ صرف ابن عمر کی گواہی پر مدیون کے حق میں فیصلہ کرتا ہے تو کیا کسی مسلمان کو یہ سوال کرنے کا حق ہے کہ علیؑ ابن ابیطالب اور ام ایمن کی گواہی کو کیوں رد کیا گیا؟ جبکہ ایک مرد اور اس کے ساتھ ایک عورت کی گواہی صرف ایک مرد کی گواہی سے قوی ہوتی ہے۔ جب ہم شہادت (گواہی) کے نصاب کو دیکھتے ہیں کہ قرآن نے جس کا حکم دیا ہے ——— کیا صہیب کی اولاد بنت مصطفیٰؐ سے زیادہ اپنے دعوے میں سچی ہیں؟ حکام کے نزدیک ابن عمر موثق و معتبر ہیں اور علیؑ معتبر نہیں ہیں؟ لیکن یہ دعویٰ کہ نبیؐ نے کسی کو وارث نہیں بنایا جیسا کہ ابوبکر نے حدیث بیان کی ہے۔ اور جس سے فاطمہؑ زہرا کو

---

[1] صحیح مسلم جلد ۱ ص ۶۱ باب "الدلیل علی ان حب الانصار و علی من الایمان وعلامة بغضهم من علامات النفاق"۔ صحیح ترمذی جلد ۵ ص ۳۰۶، سنن النسائی جلد ۸ ص ۱۱۶

[2] صحیح بخاری جلد ۳ ص ۱۴۳

جھٹلایا ہے۔ جو کتاب خدا کی معارض ہے۔ اور وہ ایسی حجت ہے جو کبھی باطل نہیں ہو سکتی اس کو نبیؐ نے اپنے اس قول سے صحیح قرار دیا ہے:

«إذا جاءكم حديث عنّي فاعرضوه على كتاب الله فإن وافق كتاب الله فاعملوا به وإن خالف كتاب الله فاضربوا به عرض الجدار».

جب تمھارے پاس میری کوئی حدیث پہونچے تو اسے کتاب خدا پر پرکھو، اگر کتاب خدا کے موافق ہو تو اس پر عمل کرو اور اگر کتاب خدا کے مخالف ہو تو اسے دیوار پر دے مارو۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کی متعدد آیتوں کے معارض ہے آیا کوئی سوال کرنے والا ابوبکر اور تمام مسلمانوں سے یہ سوال کر سکتا ہے کہ اس حدیث کی روایت کے سلسلہ میں جو عقل و نقل کے خلاف اور قرآن کے معارض ہے تنہا ابوبکر کی گواہی کیوں قبول کی جاتی ہے اور فاطمہؑ زہرا اور علیؑ کی گواہی جو عقل و نقل کے موافق اور قرآن کے مطابق ہے اسے کیوں قبول نہیں کیا جاتا۔

یہاں میں ایک بات کا اضافہ کرتا چلوں اور وہ یہ کہ خواہ ابوبکر کا مرتبہ کتنا ہی بلند ہو جائے اور خواہ کتنے ہی افراد اس کا دفاع اور تائید کرنے والے وجود میں آجائیں تو بھی وہ سیدۂ نساء عالمین حضرت فاطمہؑ زہرا اور علیؑ ابن ابی طالب کی عظمت و فضیلت تک نہیں پہونچ سکیں گے کہ جن کو رسولؐ نے تمام صحابہ پر ہر موقع پر فضیلت دی ہے۔ یہاں مثال کے طور پر پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب رسولؐ نے یہ کہکر پرچم اسلام علیؑ کے ہاتھوں میں دیا کہ:

یہ علم اس کو دوں گا جو خدا اور اس کے رسولؐ کو دوست
رکھتا ہے اور خدا و رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں۔

یہ سن کر تمام صحابہ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ یہ علم ہم کو عطا کیا جائے لیکن پرچم اسلام آپ نے علیؑ کو عطا کیا۔ [۱] رسولؐ نے علیؑ کے بارے میں فرمایا کہ:

علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے
بعد تمام مومنین کے ولی ہیں۔ [۲]

اگر متعصب افراد اس حدیث کے صحیح ہونے میں شک کریں گے تو وہ کم از کم ان احادیث میں کبھی شک نہیں کر سکیں گے کہ علیؑ و فاطمہؑ پر درود بھیجنا نبیؐ پر درود بھیجنے کا جز ہے پس ابوبکر و عمر و عثمان اور دیگر وہ صحابہ جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ان کی نمازیں اس وقت تک قبول نہیں کی جائیں گی جب تک وہ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود نہ بھیجیں جیسا کہ اہلسنت کی صحاح میں وارد ہوا ہے۔ [۳] یہاں تک کہ امام شافعی نے اہلبیتؑ کے بارے میں کہدیا

«من لم يصلّ عليكم لا صلاة له»

"جو آپ پر درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہے"

پس جب ان سب کے لئے جھوٹ اور باطل دعوے جائز ہوں گے تو اسلام پر سلام اور دنیا پر خاک، لیکن جب آپ یہ پوچھیں گے کہ ابوبکر کی گواہی کیوں

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۴ ص ۵ و جلد ۴ ص ۲۰

[۲] صحیح مسلم جلد ۷ ص ۱۲۱ باب "فضائل علی ابن ابی طالب"

[۳] صحیح بخاری جلد ۶ ص ۲۷ باب "ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبیؐ"

قبول کرلی گئی اور اہلبیتؑ کی شہادت کیوں رد کر دی گئی ؟ تو جواب ملے گا کہ وہ حاکم ہے اور حاکم کو یہ اختیار ہے کہ وہ جو چاہے فیصلہ کرے کیونکہ ہر حالت میں حق اس کے ساتھ ہوتا ہے اور طاقتور کا دعویٰ ایسا ہی ہے جیسے درندہ کا دعویٰ کہ ہر حالت میں اسی کی دلیل کامیاب ہوتی ہے۔

قارئین محترم آپ میرے ساتھ آئیں اور اس قول کی صداقت کے لئے میراث نبیؐ کے سلسلہ میں بخاری کا تناقض ملاحظہ فرمائیں ابوبکر کی بیان کی ہوئی یہ حدیث «نحن معشر الأنبياء لا نورث ما تركنا صدقة» تمام اہلسنت والجماعت اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں اور اسی کو دلیل بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابوبکر نے فاطمہؑ زہرا کا دعویٰ قبول نہیں کیا۔

جو چیز آپ کو اس حدیث کے باطل ہونیکو بتاتی ہے وہ اس کا غیر معروف ہونا ہے۔ اس کے علاوہ فاطمہؑ نے اپنی میراث کا مطالبہ کیا تھا اور اسی طرح ازواجِ نبیؐ امہات المومنین نے بھی میراث کے سلسلہ میں ابوبکر کے پاس کسی کو بھیجا تھا۔[1] بخاری کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے لیکن دوسری جگہ بخاری خود اپنی اس عبارت کے خلاف تحریر کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ عمر ابن خطاب نے ازواج نبیؐ کے درمیان میراث تقسیم کی۔ بخاری نے کتاب الوکالہ ـــــ باب المزارعہ بالشطر وغیرہا نافع سے روایت کی ہے کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے خیبر کی کھیتی اور پھلوں کی دیکھ بھال کے لئے عامل مقرر کیا۔ پس ازواج کو سو[۱] وسق[۲]، اسی وسق کھجوریں بیس[۲] وسق جو دیتے تھے۔ جب عمر

---

[1] صحیح بخاری جلد ۵ ص۲۳ باب «حدیث بنی النضیر» کتاب المغازی

[2] یہ ایک پیمانہ ہے جو ایک سو اسی کلو کا ہوتا ہے

نے خیبر کو تقسیم کیا تو انھوں نے ازواج نبیؐ کے درمیان زمین اور پانی کو تقسیم کیا اور کہا کہ اس میں سے جسکو چاہیں اختیار کریں۔ پس ان میں سے بعض نے زمین لے لی اور کسی نے وسق قبول کیا جبکہ عائشہ نے زمین لی تھی۔ [۱]

اس روایت سے بخوبی واضح ہے کہ فاطمہؑ نے خیبر سے اپنے حصہ کا مطالبہ کیا تھا جسنے اپنے باپ کی میراث مانگی تھی۔ اور ابوبکر نے آپ کا مطالبہ یہ کہکر رد کر دیا کہ رسولؐ نے کسی کو وارث نہیں بنایا۔ اور یہی روایت واضح طور پر یہ بھی بتا رہی ہے کہ عمر ابن خطاب نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ازواج نبیؐ کے درمیان خیبر تقسیم کیا۔ اور انھیں یہ اختیار دیا کہ چاہے زمین لے لیں یا وسق اور عائشہ نے زمین لے لی پس جب نبیؐ نے کسی کو وارث نہیں بنایا تھا۔ تو عائشہ کو زوجہ کی حیثیت سے میراث دی گئی۔ اور فاطمہؑ کو بیٹی کی حیثیت سے کیوں نہ دی گئی ؟،

اس سلسلہ میں صاحبان عقل و شعور ہمیں فتویٰ دیں اس کا آپ کو اجر و ثواب ملے گا۔ یہاں میں ایک چیز کا اور اضافہ کرتا ہوں اور وہ یہ کہ عائشہ بنت ابوبکر نے نبیؐ کے پورے گھر پر قبضہ کر لیا تھا اور ازواج نبیؐ میں سے کسی کو حصہ نہیں دیا تھا۔ انھوں نے اپنے باپ کو اسی گھر میں اور عمر کو ان کے برابر میں دفن کیا اور امام حسینؑ کو امام حسنؑ کا جنازہ ان کے جد کے پہلو میں دفن کرنے سے منع کر دیا۔ تو ابن عباس نے کہا: اونٹ پر تم بیٹھ چکیں، خچر پر سوار ہو چکیں، زندہ رہو گی تو ہاتھی پر سوار ہو گی۔ تمھارا آٹھویں حصہ میں سے نواں حصہ ہے اور پورے کی مالک بنی ہوئی ہو،، بہرحال میں اس موضوع کو طول نہیں دینا چاہتا اس لئے محقق تاریخ کا مطالعہ فرمائیں لیکن یہاں فاطمہؑ زہرا کا وہ خطبہ جو آپ نے ابوبکر اور بڑے بڑے

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۳ ص ۶۸

صحابہ کے سامنے دیا تھا اس کا کچھ حصہ ذکر کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تاکہ ان میں سے جو ہلاک ہو وہ دلیل کے بعد اور جو نجات پائے وہ بھی دلیل کے بعد چنانچہ آپؑ نے فرمایا:

تم لوگوں نے جان بوجھ کر کتاب خدا کو چھوڑ رکھا ہے اور اسے پس پشت ڈال دیا ہے جبکہ قرآن کہتا ہے کہ سلیمان اپنے باپ داؤد کے وارث ہوئے اور جناب یحییٰ کے قصہ میں حضرت ذکریا کی یہ دعا موجود ہے "خداوندا مجھے اپنی طرف سے ایسا وارث عطا فرما جو میری میراث پائے اور آل یعقوب کا وارث بھی قرار پائے۔ اور اسی کتاب میں ارشاد خداوند ہے کہ تمھارا رب تمھیں تمھاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ میراث کی تقسیم میں مرد کو عورت سے دو برابر حصہ دو۔ ارشاد ہوتا ہے اگر کوئی مرتے وقت مال چھوڑے تو وہ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لئے نیکی یعنی وصیت کر جائے۔ اور تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ میرا کوئی حق ہی نہیں اور میں اپنے باپ کی میراث نہیں لے سکتی اور ہم لوگوں کے درمیان کوئی رحمی قرابت ہی نہیں ہے کیا خداوند عالم نے میراث کے بارے میں تم کو کسی آیت سے مخصوص کیا ہے کہ جس سے میرے پدر بزرگوار کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔ کیا قرآن کے عموم و خصوص کو تم میرے والد اور ان کے ابن عم سے بہتر سمجھتے ہو؟ یا تم کہتے ہو کہ دو ملت والے ایک دوسرے کی میراث نہیں پاتے تو کیا میں اور میرے پدر بزرگوار ایک ملت پر نہیں ہیں؟ ٹھیک ہے آج فدک کو اس طرح قبضہ میں

کر لو جس طرح مہار اور پالان شتر کو قبضہ میں کیا جاتا ہے۔ ابوبکر
قیامت کے دن اس کا نتیجہ بھگتیں گے اور بہترین فیصلہ کرنیوالا
خدا ہوگا۔ اور محمد ہمارے ضامن ہونگے (اے ابوبکر) ہماری اور
تمھاری وعدہ گاہ قیامت ہے اور (یاد رکھو) قیامت کے دن
باطل پرست خسارہ میں رہیں گے۔

ابوبکر مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں

بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب استتابۃ المرتدین کے باب، "قتل من ابی قبول الفرائض" میں اور مسلم نے کتاب الایمان کے باب "الامر بقتال الناس" میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ جب نبیؐ کا انتقال ہوگیا اور ابوبکر خلیفہ بن گئے اور عرب میں سے کچھ لوگ کافر ہو گئے۔ تو عمر نے کہا: اے ابوبکر لوگوں سے تم کیسے جنگ کروگے جبکہ نبیؐ نے فرمایا ہے کہ اس وقت تک قتال وجدال کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لوگ کلمہ نہ پڑھ لیں پس جس نے لا الہ الا اللہ کہدیا اس کی جان و مال محفوظ ہوگئی مگر یہ کہ وہ اس کا مستحق ہو اور اس کا حساب خدا سے مربوط ہے؟ ابوبکر نے کہا: قسم خدا کی میں ضرور بالضرور اس سے جنگ کروں گا جو نماز و زکوٰۃ میں تفریق کرے گا۔ کیونکہ زکوٰۃ بیت المال کا حق ہے قسم خدا کی اگر انھوں نے مجھے زکوٰۃ دینے سے منع کیا جبکہ وہ رسولؐ کو زکوٰۃ دے چکے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ عمر نے کہا خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ جنگ کے لئے ابوبکر کا سینہ خدا نے کشادہ کردیا ہے پس میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے۔

ابوبکر و عمر کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ان ہی دونوں نے

فاطمہؑ کے گھر کو جلانے کی اس وقت دھمکی دی تھی جب بیعت نہ کرنے والے ان کے گھر میں پناہ گزیں تھے۔ [1] جب وہ علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ اور ان برگزیدہ صحابہ کو جلانے کے لئے تیار تھے جنھوں نے بیعت سے انکار کر دیا تھا تو مانعین زکوٰۃ کا قتل کرنا تو ان کے لئے بہت ہی آسان تھا اور دور افتادہ علاقوں میں بسنے والوں کی عترتِ طاہرہ اور صحابۂ اخیار کے مقابلہ میں قدر و قیمت ہی کیا تھی؟ یہاں ایک بات اور عرض کر دوں کہ بیعت کا انکار کرنے والے افراد نص رسولؐ کے ذریعہ خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے اور اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ ان کے حق میں کوئی نص نہیں تھی تو بھی انھیں شوریٰ پر اعتراض اور تنقید و تبصرہ کا حق تھا۔ اس کے باوجود انھیں جلانے کی دھمکی تواتر سے ثابت ہے۔ اور اگر علیؑ اپنے رویہ میں نرمی اور دوسرے صحابہ سے یہ نہ کہتے کہ مسلمانوں کے خون کی حفاظت اور وحدت اسلامی کے لئے بیعت کر لو تو وہ ابوبکر و عمر سب کو جلا دیتے۔

اب تمام چیزیں ان کے منشار کے موافق تھیں، ان کی جگہ مستحکم ہو چکی تھی۔ زہراؑ کی موت اور علیؑ کی مصالحت کے بعد کون تھا جو کچھ کہنے کی ہمت کرتا۔ اب وہ لوگ ان قبائل کو کیسے نظر انداز کر سکتے تھے جنھوں نے زکوٰۃ دینے سے یہ کہکر انکار کر دیا تھا کہ جب تک امر خلافت واضح نہیں ہوتا اس وقت تک ہم کسی کو زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ نبیؐ کے بعد خلافت سے جو کھلواڑ ہوا اس کا اعتراف خود عمر نے اس طرح کیا ہے کہ ابوبکر کی بیعت اتفاقی امر تھا۔ [2]

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ، ابن قتیبہ، العقد الفرید جلد ۲ حدیث السقیفہ اور طبری و مسعودی اپنی تاریخ میں اور ابو الفدا، شہرستانی نے تحریر کیا ہے۔

[2] صحیح بخاری کتاب المحاربین من اہل الکفر والردۃ باب رجم الحبلی من الزنا

پھر ابوبکر کا نیک مسلمانوں کو قتل کرنا ۔ ان کی ہتک حرمت کرنا، ان کی عورتوں کو بے پردہ کرنا ۔ مورخین لکھتے ہیں کہ ابوبکر نے خالد ابن ولید کو بھیج کر قبیلہ بنی سلم کو جلوا دیا ۔ ۱؎ پھر خالد کو یمامہ اور بنی تمیم کی طرف بھیجا تو خالد نے انھیں دھوکا دے کر قتل کر دیا اور مالک ابن نویرہ جیسے جلیل القدر صحابی کو کہ جس کو رسولؐ نے ان کی قوم سے صدقات وصولنے پر مقرر کیا تھا ۔ اور ان (مالک) کی زوجہ سے اسی شب میں خالد نے زنا کیا ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

مالک اور ان کی قوم کی صرف یہ تقصیر تھی کہ انھوں نے نبیؐ کی وفات کے بعد رونما ہونے والے حوادث ۔ جیسے علیؑ کو خلافت سے الگ کرنا اور فاطمہ زہراؑ پر اتنا ظلم کرنا کہ جس میں وہ خفگی کے عالم میں انتقال فرما گئیں ، اور انصار کے سردار کا ان (ابوبکر و عمر) کی مخالفت کر کے بیعت سے خارج ہونا وغیرہ کو وہ سن چکے تھے اسی لئے مالک اور ان کی قوم زکوٰۃ جمع کر رہے تھے ۔ کہ خلیفہ اور ان کے مددگاروں نے ان کے قتل کرنے اور ان کی عورتوں کو بے پردہ کرنے اور ان کی بے عزتی کرنے کا حکم صادر کر دیا اور ان کو ایسا خاموش کیا گیا کہ جس سے خلافت کے بارے میں عرب میں سے کوئی کچھ کہنے کی ہمت نہ کرے ۔

افسوس تو اس شخص پر ہے جو ابوبکر اور ان کی حکومت کا دفاع کرتا ہے ۔ بلکہ ان کی اس خطا کو صحیح قرار دیتا ہے جس کا انھیں خود اعتراف تھا ۔ ۲؎ اور عمر کی طرح کہتا ہے : قسم خدا کی میں نے دیکھا کہ خدا نے جنگ و جدال

۱؎ ریاض النضرہ مصنف محب الدین طبری جلد ۱ ص ۱۰۰ ، ۲؎ جیسا کہ انھوں نے مالک کے بھائی سے معذرت کی اور انھیں مسلمانوں کے بیت المال سے مالک کی دیت دی اور کہا ——

کے لئے ابوبکر کا سینہ کشادہ کر دیا۔ بس میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے۔

کیا ہم عمر سے یہ سوال کر سکتے ہیں کہ آپ ان مسلمانوں کے قتل کے بارے میں کیسے مطمئن ہو گئے جن کے متعلق آپ نے خود رسولؐ کا یہ قول نقل کیا تھا کہ کلمہ "لاالہ الااللہ" پڑھنے والے کو قتل کرنا حرام ہے اور عمر نے حدیث کو بنیاد بناکر ابوبکر سے بحث کی تھی لیکن یہ انقلاب کیسے آگیا عمر ان لوگوں کے قتل سے کیونکر مطمئن ہو گئے اور نہ جانے عمر و ابوبکر کے شرح صدر سے یہ بات کیسے معلوم ہو گئی کہ یہ حق ہے اور ابوبکر کے سینہ کا آپریشن کس طرح ہوا کہ جسے عمر کے علاوہ کسی نے نہیں دیکھا؟ اگر شرح صدر کا آپریشن معنوی تھا نہ کہ حقیقی تو پھر خدا نے اس قوم کے سینے کیوں کشادہ کر دیئے تھے جو ان احکام کی مخالفت کر رہی تھی جو رسولؐ لائے تھے۔ اور خدا نے اپنے بندوں کے بارے میں یہ کیوں فرمایا تھا کہ جو "لاالہ الااللہ" کہے تم پر اس کا قتل حرام ہے اس کا حساب میرے ذمہ ہے۔ اس کے بعد ان کے قتل کرنے کے لئے ابوبکر و عمر کا سینہ کشادہ کر دیا۔ یا یہ وہ اجتہاد ہے جو سیاسی مصلحت کی بنا پر کیا گیا تھا اور احکام خدا کو دیوار پہ مار دیا گیا تھا۔

ابوبکر کا دفاع کرنے والوں کا یہ دعویٰ کہ وہ لوگ (مانعین زکوٰۃ) اسلام سے خارج ہو گئے تھے اس لئے ان کا قتل واجب تھا تو یہ سراسر غلط ہے اور جو تاریخی کتابوں سے تھوڑی سی آشنائی رکھتا ہے۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ زکواۃ نہ دینے والے مرتد نہیں ہوتے تھے۔ کیسے جبکہ انھوں نے خالد کے ساتھ اس وقت بھی نماز پڑھی تھی جب وہ انھیں تہ تیغ کرنے کے لئے

سے خالد نے تادیل کی سو اس سے خطا ہو گئی۔

تیار تھا۔ پھر اس جھوٹے دعوے کی تردید خود ابوبکر نے مسلمانوں کے بیت المال سے دیت کی ادائگی سے کی تھی اور اس قتل کے بارے میں عذرخواہی کی تھی۔ مرتد کے قتل کرنے کے بعد نہ معذرت کی جاتی ہے اور نہ مسلمانوں کے بیت المال سے اس کی دیت دی جاتی ہے اور نہ ہی سلف صالح میں سے کسی نے مانعین زکوٰۃ کو مرتد کہا ہے۔ ہاں بعد والے زمانہ میں جب متعدد فرقے ہو گئے اہل سنت نے بے فائدہ یہ کوشش کی کہ ابوبکر کے افعال کی توجیہ کی جائے لیکن انھیں کوئی ایسا راستہ نہ ملا تو انھوں نے مانعین زکوٰۃ کو مرتد کہنا شروع کر دیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مسلمان کو برا بھلا کہنا فسق اور قتل کرنا کفر ہے۔ جیسا کہ اہلسنت کی صحاح میں[1] یہ مسئلہ موجود ہے۔ یہاں تک کہ بخاری نے جہاں یہ حدیث اور ابوبکر کے اس قول کو نقل کیا ہے "قسم خدا کی میں لازمی زکوٰۃ اور نماز میں تفریق کرنے سے قتال کروں گا وہاں جس نے فرائض کا انکار کیا اور لوگوں نے اسے مرتد کہا" کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے یہ دلیل ہے اس بات پر کہ بخاری خود بھی ان کے ارتداد کے معتقد نہ تھے۔

کچھ دوسرے لوگوں نے حدیث کی تاویل کرنے کی کوشش کی ہے جیسا کہ ابوبکر نے تاویل کر کے کہہ دیا تھا کہ زکوٰۃ حق بیت المال ہے۔ حالانکہ یہ تاویل چند وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

۱۔ رسولؐ نے کلمہ پڑھنے والے کے قتل کو حرام قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں بہت سی احادیث موجود ہیں جو کہ اہلسنت نے بھی صحاح میں درج

---

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان باب خوف المؤمن من ان یحبط عملہ و ہو لا یشعر و صحیح مسلم کتاب الایمان باب "قول النبیؐ "سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر"

کی ہیں ہم عنقریب انھیں بھی پیش کریں گے۔

۲۔ اگر زکواۃ (بیت المال کا) حق ہوتی تو حدیث حاکم شرع کے لئے مانعین زکوٰۃ کا خون بہائے بغیر ان سے زبردستی زکوٰۃ وصول نے کو مباح قرار دیتی۔

۳۔ اگر یہ تاویل صحیح ہوتی تو رسوؐل بھی ثعلبہ کو قتل کرتے کیونکہ اس نے بھی زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا (یہ واقعہ مشہور ہے نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے) [۱]

۴۔ اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے کلمہ پڑھنے والے کے احترام کے سلسلہ میں بخاری و مسلم کی حدیثیں نقل کرتا ہوں۔

"۱" بخاری نے مقداد ابن اسود سے نقل کیا ہے انھوں نے رسول سے عرض کی: یا رسوؐل اللہ آپ کا اس سلسلہ میں کیا نظریہ ہے کہ میری کفار کے ایک شخص سے مڈبھیڑ ہوگئی اور پھر ہمارے درمیان جنگ ہونے لگی اس نے تلوار سے میرا ایک ہاتھ کاٹ دیا اس کے بعد وہ ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو کر مجھ سے پناہ مانگنے لگا اور کہنے لگا: میں اسلام لے آیا ہوں، یا رسوؐل اللہ آیا یہ کہنے کے بعد بھی میں اسے قتل کر دوں؟ رسوؐل نے فرمایا: نہیں، مقداد نے کہا یا رسوؐل اللہ اس نے میرا ہاتھ قطع کر دیا اور اس کے بعد وہ کہنے لگا کہ مسلمان ہو گیا، پس رسوؐل نے فرمایا: اسے قتل نہ کرو اور اگر تم نے اسے قتل کیا تو اس شخص کا مقام وہ قرار پائے گا جو قتل کرنے سے قبل تمھارا تھا۔ اور تمھاری منزل وہ ہوگی جو کلمہ نہ پڑھنے سے قبل اس کافر کی تھی۔ [۲]

---

[۱] ثم اهتديت ص۱۸۳ طبع الفجر لندن۔ [۲] صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا الہ الا اللہ۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب حدثنی خلیفہ عن المقداد ابن اسود

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کافر ظلم و تعدی کے بعد بھی کلمہ پڑھ لے تو اسے قتل کرنا حرام ہے جبکہ اس نے کلمہ میں نہ محمد کی رسالت کا اعتراف کیا ہے نہ نماز پڑھنے اور نہ زکواۃ دینے کا وعدہ کیا ہے، نہ روزہ رکھنے اور نہ ہی حج بجالانے کا اعتراف کیا ہے ۔تم کہاں چلے جا رہے ہو اور کیسی تاویل کر رہے ہو؟

"ب" بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب المغازی کے باب "بعث النبیؐ اسامۃ ابن زید الی الحرقات من جھینۃ" اور مسلم نے کتاب الایمان کے باب "تحریم قتل الکافر بعد ان قال "لا الہ الا اللّٰہ" میں اسامہ ابن زید سے روایت کی ہے کہ، ہمیں رسوؐل نے حرقہ کی طرف بھیجا ہمارا اس قوم سے مقابلہ ہوا تو ہم نے اسے پسپا کر دیا میں اور انصار میں سے ایک شخص حرقہ کے ایک شخص کے قریب پہونچے جب ہم نے اسے گھیر لیا تو اس نے کلمۂ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا انصاری نے تو اسے کچھ نہ کہا لیکن میں نے اسے نیزہ مار کر ہلاک کر دیا جب ہم واپس آگئے اور رسوؐل کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپؐ نے فرمایا: اے اسامہ تم نے اسے کلمہ پڑھنے کے بعد بھی قتل کر دیا؟ میں نے عرض کی وہ پناہ ڈھونڈ رہا تھا۔ آپؐ نے اس قدر اس کلمہ کی تکرار کی کہ میں یہ سوچنے لگا کہ کاش میں آج سے پہلے ایمان نہ لایا ہوتا۔

اس حدیث سے قطعی طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس نے کلمہ "لا الہ الا اللہ" پڑھ لیا اس کا قتل حرام ہے جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ رسوؐل نے اسامہ پر اتنی سختی کی کہ وہ یہ تمنا کرنے لگے کہ کاش میں اس دن سے پہلے ایمان ہی نہ لایا ہوتا تاکہ یہ حدیث اس کو بھی شامل ہو جاتی کہ "اسلام پہلے گناہوں کو بخش دیتا ہے" اور اس بڑے گناہ کی وجہ سے خدا سے مغفرت کا خواستگار ہوا

بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں ابوذر سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ایک روز میں نبیؐ کے پاس آیا، دیکھا کہ آپؐ سفید چادر اوڑھے سو رہے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد میں پھر حاضر ہوا تو اس وقت آپؐ بیدار ہو چکے تھے پس آپؐ نے فرمایا کہ:

جو شخص بھی لاالٰہ الا اللہ پڑھ لے گا اور مرتے دم تک اس پر برقرار رہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

میں نے عرض کی: خواہ اس نے زنا اور چوری ہی کی ہو؟ آپؐ نے فرمایا: اگرچہ اس نے زنا اور چوری ہی کی ہو۔ میں نے کہا اگرچہ اس نے زنا اور چوری ہی کی ہو؟ آپؐ نے فرمایا: اگرچہ اس نے زنا اور چوری ہی کی ہو، میں نے (پھر) عرض کی: اگرچہ اس نے زنا اور چوری ہی کی ہو؟ آپؐ نے (پھر) فرمایا: خواہ اس نے زنا اور چوری ہی کی ہو، اور اس سے ابوذرؓ کو ذلیل ہونا پڑا ہو۔ [1]

جب ابوذر اس حدیث کو بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ خواہ یہ ابوذر کو برا ہی لگے۔

یہ دوسری حدیث ہے جو کلمہ پڑھ لینے والے کے داخل جنت ہونے کو بیان کرتی ہے اور اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے خواہ اس سے ابوبکر و عمر اور ان کے اصحاب و انصار کہ جو ان کی عزت بچانے کے لئے تاویل کرتے ہیں حقائق کو بدل ڈالتے ہیں اور احکام خدا میں ردوبدل کرتے ہیں،، کی اس سے ہتک ہی کیوں نہ ہوتی ہو۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس باب ،، ثیاب البیض ،، صحیح مسلم کتاب الایمان باب ،، من مات لایشرک باللہ شیئاً دخل الجنۃ ،،

بیشک ابوبکر و عمر دونوں ان احکام سے واقف تھے، کیونکہ رسالتمآب سے قریب تھے ہم سے بہتر طور پر احکام کی معرفت رکھتے تھے لیکن ان دونوں نے خلافت کی طمع میں بہت سے احکامِ خدا و رسُول کی تاویل کر لی جبکہ اس پر بینہ موجود تھا۔

شاید جب ابوبکر نے مانعین زکوٰۃ کے قتل کا ارادہ کیا اور عمر نے ابوبکر کے سامنے رسُول کی یہ حدیث پیش کی تھی کہ یہ قتل حرام ہے تو انھوں نے اپنے دوست کو اس طرح مطمئن کیا ہوگا کہ جب تم خانۂ فاطمہؑ کو جلانے کے لئے لکڑیاں لے جا سکتے ہو جبکہ فاطمہؑ کلمۂ شہادت بھی پڑھتی تھیں۔ پھر عمر نے ابوبکر کو قانع کیا کہ اب دار السلطنت میں علیؑ و فاطمہؑ کی بھی کوئی شان نہیں ہے چہ جائیکہ دور افتادہ علاقوں میں بسنے والے ان قبیلوں کی کوئی حقیقت ہے جو مانعین زکوٰۃ ہیں۔ اور اگر ہم انھیں ایسے چھوڑ دیں گے تو اسلامی شہروں میں ان کا یہ واقعہ تیزی سے پھیل جائے گا اور عنقریب مرکزِ خلافت میں ان کا اثر و رسوخ بن جائے گا۔

اب عمر نے دیکھا کہ خدا نے جنگ و قتال کے لئے ابوبکر کا سینہ کشادہ کر دیا ہے کہدیا کہ ہاں یہی حق ہے۔

ابوبکر، عمر اور عثمان حدیثِ نبیؐ لکھنے سے منع کرتے ہیں

جب محقق تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرے گا اور اس بات کا احاطہ کرے گا کہ خلفائے ثلاثہ کی حکومت میں بہت سی خلاف ورزیاں ہوئی ہیں تو وہ بخوبی سمجھ لے گا کہ انھوں نے (خلفائے ثلاثہ) حدیث نبوی کو ضبطِ تحریر میں لانے اور اسکی تدوین ہی کو منع نہیں کیا بلکہ حدیث بیان کرنے پر بھی پابندی لگادی تھی کیونکہ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ احادیث ان کی مصلحت کے خلاف ہیں یا کم از کم انکے

اکثر ان احکام و افعال کے مخالف و معارض ہیں جو ان کی تاویل و اجتہاد کا نتیجہ ہیں۔ باقی بچی حدیث نبیؐ کہ جو شریعت اسلامی کا دوسرا مصدر ہے بلکہ مصدر اول کی مفسر اور بیان کرنے والی ہے۔ واضح رہے کہ مصدر اول قرآن مجید ہے، حدیث بیان کرنا حرام تھی اسی لئے مورخین و محدثین نے پہلی فرصت میں عمر ابن عبد العزیز یا ان کے زمانہ کے کچھ اور بعد میں حدیث کی تدوین و دستہ بندی کا کام شروع کیا بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب العلم کے باب "کیف یقبض العلم" میں تحریر کیا ہے کہ عمر ابن عبد العزیز نے ابوبکر ابن حزم کو لکھا کہ تمھیں جہاں بھی رسولؐ کی حدیث ملے اسے لکھ لو میں ڈرتا ہوں کہ علماء کے فوت ہو جانے سے علم کے نشانات نہ مٹ جائیں۔

لیجئے وفات نبیؐ کے بعد ابوبکر لوگوں کے درمیان خطبہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں تم لوگ رسولؐ سے حدیث نقل کرتے ہو اور ان میں اختلاف کرتے ہو۔ تمھارے بعد والے ان میں اور زیادہ اختلاف کریں گے لہٰذا تم رسولؐ کی کسی حدیث کو بیان نہ کرنا جو تم سے حدیث رسولؐ کے بارے میں پوچھے تو کہہ دینا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب خدا ہے اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو۔ [۱]

قسم خدا کی ابوبکر کی یہ حرکت بہت ہی عجیب ہے اس بدترین روز کہ جسے "رزیۃ یوم الخمیس" کہا جاتا ہے، ابوبکر نے بھی اپنے دوست عمر کی اس بات کی موافقت کی کہ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔ رسول اللہ تو ہذیان بک رہے ہیں۔

آج ابوبکر کہتے ہیں کہ رسولؐ کی کوئی حدیث بیان نہ کرنا اور جو شخص تم سے سوال کرے تو کہہ دینا کہ ہمارے اور تمھارے درمیان کتاب خدا ہے۔

---

[۱] تذکرۃ الخواص، جلد ۱ ص ۳

اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھو! الحمدللہ کہ انھوں نے صریح طور پر اس بات کا اعتراف کر لیا کہ انھوں نے حدیث رسولؐ کو پس پشت ڈال دیا تھا اور اس (حدیث) کو بھلا بیٹھے تھے۔

یہاں ابوبکر و عمر کا دفاع کرنے والے، اور رسولؐ کے بعد انھیں سب سے افضل سمجھنے والے اہلسنت سے ایک سوال کیا جاتا ہے اور وہ یہ کہ جب تم اپنی صحاح میں اپنے اعتقاد کے مطابق یہ روایت نقل کرتے ہو کہ رسولؐ نے فرمایا کہ:

میں تمھارے درمیان دو خلیفہ چھوڑے جا رہا ہوں
میرے بعد جب تک تم ان سے متمسک رہو گے اس وقت تک
گمراہ نہ ہو گے (وہ ہیں) کتابِ خدا اور میری سنت،

اگر ہم اس حدیث کے صحیح ہونے کو تسلیم بھی کر لیں تو تمھارے نزدیک افضل الخلق (ابوبکر و عمر) کو کیا ہو گیا تھا کہ انھوں نے سنت کا انکار کر دیا اور اس کا کوئی وزن نہ سمجھا بلکہ لوگوں کو اس کے قلمبند کرنے اور بیان کرنے سے بھی منع کر دیا؟ کیا کوئی ابوبکر سے یہ سوال کر سکتا ہے کہ آپ نے مانعین زکوٰۃ کے قتل کا اور ان کی عورتوں کی بے حرمتی کا تذکرہ کسی آیت میں دیکھا ہے؟

پس ہمارے اور ابوبکر کے درمیان کتابِ خدا ہے جو زکوٰۃ نہ دینے والوں کے متعلق یہ کہتی ہے کہ:

﴿ومنهم من عاهد الله لئن أتانا من فضله، لنصدّقنّ ولنكوننّ من الصالحين، فلمّا أتاهم من فضله بخلوا به، وتولّوا وهم معرضون. فأعقبهم نفاقاً في قلوبهم إلى يوم يلقونه بما أخلفوا الله ما وعدوه وبما كانوا يكذبون﴾

سورۂ توبہ، آیت ۷۵ــــ ۷۷

ان میں وہ بھی ہیں جنھوں نے خدا سے عہد کیا کہ اگر
وہ اپنے فضل و کرم سے عطا کر دے گا تو اس کی راہ میں صدقہ
دیں گے اور نیک بندوں میں شامل ہو جائیں گے۔ اس کے بعد
جب خدا نے اپنے فضل سے عطا کر دیا تو بخل سے کام لیا اور
کنارہ کش ہو کر پلٹ گئے تو ان کے بخل نے ان کے دلوں میں
نفاق راسخ کر دیا، اس دن تک کے لئے جب یہ خدا سے ملاقات
کریں گے اس لئے انھوں نے خدا سے کئے ہوئے وعدہ کی
مخالفت کی ہے اور جھوٹ بولے ہیں۔

تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیات خصوصاً ثعلبہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ جس نے رسولؐ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ میں یہاں ایک بات کا اضافہ کرتا ہوں اور وہ یہ کہ ثعلبہ نے رسولؐ کو زکوٰۃ دینے سے منع کیا تھا کیونکہ وہ زکوٰۃ کو جذیہ کہتا تھا جیسا کہ خدا نے گذشتہ آیات میں اس کے نفاق کو بیان کیا ہے اس کے باوجود نبیؐ نے اس سے جنگ نہیں کی اور طاقت و قوت سے اس کا مال نہیں چھینا جبکہ آپؐ اس بات پر قادر تھے۔ لیکن مالک ابن نویرہ اور ان کے قبیلہ والوں نے تو زکوٰۃ کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ وہ زکوٰۃ کو دیگر فرائض دین کی طرح فرض سمجھتے تھے۔ ہاں وہ اس خلیفہ کا انکار کرتے تھے کہ جو رسولؐ کے بعد زبردستی منصب خلافت پر متمکن ہوا تھا۔

تو ابوبکر کی یہ بات تو اور زیادہ عجیب و غریب ہے کہ انھوں نے کتابِ خدا کو بھی پس پشت ڈال دیا تھا۔ جیسا کہ جناب فاطمہؑ نے قرآن سے استدلال کیا اور ان کے سامنے کتابِ خدا کی ان محکم و آشکار آیات کی تلاوت کی جو وراثت انبیاء کو ثابت کرتی ہیں۔ لیکن ابوبکر نے کسی ایک آیت کو تسلیم نہ کیا۔

اور تمام آیتوں کو اپنی گڑھی ہوئی حدیث سے منسوخ کر دیا درآنحالیکہ خود لوگوں سے کہتے ہیں کہ تم لوگ رسولؐ کی حدیث نقل کرتے ہو اور پھر اس میں اختلاف کرتے ہو۔ اور لوگ تمہارے بعد اس میں شدید اختلاف کریں گے پس تم رسولؐ کی کوئی حدیث بیان نہ کرنا جو شخص تم سے کچھ پوچھے تو کہدینا کہ ہمارے، تمہارے درمیان۔ کتاب خدا ہے اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو! یہی بات ابوبکر نے اس وقت کیوں نہیں کہی تھی جب بضعۃ الرسولؐ فاطمہؑ سے اس حدیث کے بارے میں اختلاف کیا تھا کہ ہم گروہ انبیاء نہ وارث بنتے ہیں اور نہ وارث بناتے ہیں، ان کے بارے میں یہ فیصلہ کیوں نہیں کیا کہ ہمارے تمہارے درمیان کتابِ خدا ہے اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو؟ ایسی حالت میں جواب تو مشہور ہے عنقریب اس کا مخالف قرآن ہونا آپ پر آشکار ہو جائے گا۔ اور جب اپنے دعوے میں ابوبکر پر غالب ہو گئیں تو حضرت علیؑ کی خلافت کی نصوص سے احتجاج فرمایا اور اب ابوبکر کے پاس ان کو جھٹلانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا ایسے ہی موقع کے لئے خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا لِمَ تقولون ما لا تفعلون،

کبُر مقتاً عند الله أن تقولوا ما لا تفعلون﴾.

اے ایمان والو آخر وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر عمل
نہیں کرتے ہو، اللہ کے نزدیک یہ سخت ناراضگی کا سبب ہے
کہ تم وہ کہو جس پر عمل نہیں کرتے ہو۔

جی ہاں ابوبکر کو اس وقت آرام نہیں مل سکا تھا جب احادیث نبیؐ لوگوں کے درمیان اس طرح متداول رہتیں کہ لوگ انھیں (حدیثوں کو) حفظ کرتے لکھتے، ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہونچاتے، ایک دیہات سے دوسرے

دیہات میں پہونچاتے اور اور ان میں وہ صریح نصوص تھیں جو اس سیاست کے خلاف تھیں جس پر ابوبکر کی حکومت کی اساس تھی۔ پس ابوبکر کے سامنے اس کا صرف یہی حل تھا کہ وہ احادیث کو چھپائے، ان پر پردہ ڈالے یا انھیں جلا کر خاکستر کردے اور بالکل نابود کردے۔[1] یہ لیجئے ان کی بیٹی عائشہ گواہی دیتی ہیں، کہتی ہیں: میرے والد نے رسولؐ کی پانچ سو احادیث جمع کیں پھر ان کی رائے بدل گئی، میں نے کہا: کس چیز کی بنا پر ان کی رائے بدل گئی ہے، پس صبح کے وقت انھوں نے کہا: بیٹی وہ حدیثیں لے آؤ جو تمھارے پاس ہیں۔ میں نے پیش کردیں تو انھوں نے ان میں آگ لگادی۔[2]

عمر ابن خطاب نقل حدیث پر پابندی لگاتے ہیں

حدیث پر پابندی کے سلسلہ میں ہم ابوبکر کی سیاست دیکھ چکے ہیں یہاں تک کہ انھوں نے حدیث کا وہ مجموعہ بھی نذر آتش کردیا تھا کہ جس میں پانچ سو حدیثیں مندرج تھیں اس مجموعہ کو نذر آتش کرنے کا سبب ان اصحاب اور مسلمانوں کو ان احادیث سے جاہل رکھنا تھا کہ جو سنت نبیؐ کے پیاسے ہیں۔ اور جب عمر ابوبکر کے قائم مقام بنے تو بھائی چارگی اور دوستی کا اقتضاء یہ تھا کہ ای

---

[1] کنز العمال جلد ۵ ص۲۳۷ اور ابن کثیر نے مسند صدیق میں اور ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ کی جلد ۵ ص۵ پر تحریر کیا ہے۔

[2] کنز العمال جلد ۵ ص۲۳۷، ابن کثیر نے مسند صدیق میں، ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ کی جلد ۵ ص۵ پر تحریر کیا ہے۔

سیاست کو اختیار کریں لیکن ان کا انداز بہت ہی شدت اور سختی کا تھا۔ انھوں نے نقل حدیث اور تدوین حدیث کی پابندی ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ اس سلسلہ میں لوگوں کو ڈرایا دھمکایا اور مارا بھی اور لوگوں کو محصور کر دیا۔

ابن ماجہ نے قرظہ ابن کعب سے روایت کی ہے کہ عمر نے ہمیں کوفہ بھیجا اور خود بھی صرار تک ہمارے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ راستہ میں کہنے لگے کیا تم جانتے ہو کہ میں تمھارے ساتھ کیوں ہوں؟ ہم نے کہا کہ رسوؐل کی صحبت کے حق کی بنا پر اور انصار کے حق کی وجہ سے، انھوں نے کہا نہیں میں تمھارے ساتھ اس لئے آیا ہوں تاکہ ایک حدیث تم سے بیان کردوں میں چاہتا تھا کہ تم اسے محفوظ رکھو۔ تم اس قوم کے پاس جا رہے ہو جو قرآن سن کر بہت خوش ہوتی ہے پس جب ان کی نظریں تم پر پڑیں گی تو وہ ضرور تمھارے پاس آئے گی اور کہے گی اے اصحاب محمد! تو تم رسوؐل سے کم روایت نقل کرنا پھر میں تمھارے ساتھ ہوں۔ [1]

جب قرظہ ابن کعب آئے تو انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کیجئے ابن کعب نے کہا کہ حدیث بیان کرنے سے ہمیں عمر نے منع کیا ہے۔ [2]

اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الادب کے باب الاستئذان میں روایت کی ہے کہ عمر نے ابو موسیٰ اشعری سے کہا اگر تم رسوؐل سے حدیث نقل کروگے تو تمھاری خبر لی جائے گی۔

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ہم ایک روز ابی ابن کعب کے

---

[1] سنن ابن ماجہ جلد ۱ باب التوقی فی الحدیث

[2] ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۷ پر تحریر کیا ہے

پاس بیٹھے تھے کہ غصہ کے عالم میں ابو موسیٰ اشعری آئے اور کھڑے ہو کر کہنے لگے: میں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم سے کسی نے رسولؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تین مرتبہ اجازت طلب کرنا چاہیے اگر اجازت ملے فبہا ورنہ واپس لوٹ جانا چاہیئے۔ ابی ابن کعب نے کہا کیا ہوا؟ اشعری نے کہا کل میں نے عمر ابن خطابؓ کے پاس پہونچنے کے لئے تین مرتبہ اجازت طلب کی، انھوں نے اجازت نہ دی میں واپس آگیا آج پھر ان کے پاس گیا اور انھیں بتایا کہ میں کل بھی آیا تھا لیکن تین مرتبہ اجازت طلب کر کے چلا گیا عمر نے کہا: ہم نے تمھاری آواز سنی تھی لیکن ہم اس وقت ایک کام میں مشغول تھے اگر تم اسی طرح اجازت طلب کرتے رہتے تو تمھیں اجازت مل جاتی۔ میں نے کہا: میں نے رسولؐ کے فرمان کے مطابق عمل کیا۔ عمر نے کہا کہ قسم خدا کی اگر تم نے اس حدیث کی گواہی نہ پیش کی تو میں تمھارے پیٹ اور پیٹھ کو ضرور دکھ پہونچاؤں گا۔ ابی ابن کعب نے کہا کہ قسم خدا کی میں تمھارے ساتھ تمھارے ہی ہم سن کو بھیجتا ہوں۔ ابو سعید کہتے ہیں۔ ابی ابن کعب نے مجھ سے کہا ابو سعید اٹھو! پس میں اٹھا اور عمر کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے رسولؐ سے یہ حدیث سنی ہے

بخاری نے بھی اس واقعہ کو اپنی عادت کے مطابق کتر دبیونت کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس سے عمر کی عزت بچانے کے لئے اس دھمکی کا تذکرہ غائب کر دیا ہے جو عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو دی تھی کہ "اگر کوئی ثبوت پیش نہ کیا تو خبر لی جائے گی"۔[1] جبکہ مسلم نے اپنی صحیح میں عمر کے بارے میں ابو موسیٰ اشعری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: اے فرزند خطاب اصحاب رسولؐ کے لئے عذاب نہ بنو۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاستئذان باب التسلیم والاستئذان ثلاثا۔

ذہبی نے ابوسلمہ سے روایت کی ہے کہ میں نے ابوہریرہ سے کہا کیا آپ عمر کے زمانہ میں یہ حدیث بیان کرتے تھے؟ کہا اگر میں عمر کے زمانہ میں ایسی حدیثیں بیان کرتا تو وہ کوڑے سے میری خبر لیتے۔

جیسے عمر نقل حدیث کی ممانعت کے سلسلہ میں مارنے پیٹنے کی دھمکی دے چکے تھے ایسے ہی یہ دوسرے ہیں جس نے صحابہ کی جمع کی ہوئی حدیثوں کو جلا ڈالا ایک روز لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے کہا:

لوگو! مجھے اطلاع ملی ہے کہ تمھارے پاس کچھ کتابیں ہیں میری خواہش ہے کہ سب کو ملا کر ایک مستحکم و استوار کتاب مرتب کردوں، بس جس جس کے پاس کتاب ہے وہ لاکر میرے پاس جمع کردے میں اس میں غور و فکر کروں گا۔ لوگوں نے سوچا کہ عمر حدیثوں کو دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ انھیں ایک نہج سے جمع کریں کہ جس سے کوئی اختلاف پیدا نہ ہو بس وہ اپنی اپنی کتاب لے کر عمر کے پاس آئے اور عمر نے سب کو جمع کر کے نذر آتش کردیا بلکہ اس طرح ابن عبدالبر نے اپنی جامع میں علم کی فضیلت کے سلسلہ میں تحریر کیا ہے کہ عمر سنت کو لکھنا چاہتے تھے پھر ان کے لئے بدار واقع ہوگیا اس لئے انھوں نے نہیں لکھا اور دوسرے شہروں میں لکھ بھیجا کہ جس کے پاس کوئی چیز (یعنی حدیث) ہو اسے مٹا دے۔

حدیث کے رواج کے جتنے راستے تھے، ڈرانا، دھمکانا، منع کرنا، احادیث کی کتابوں کو جلانا، سب بند کر دئے اب چند صحابہ بچے جو مدینہ سے باہر سفر میں لوگوں سے ملاقات کے دوران رسولؐ کی حدیث بیان کرتے تھے

لہ طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۵ صفحہ ۱۸۸ اور خطیب بغدادی سنہ تقیید العلم میں تحریر کیا ہے

لیکن جب عمر کو اس کی اطلاع ملی تو ان کو مدینہ میں مقید کر دیا اور باہر نکلنے پر پابندی لگادی۔ ابن اسحاق نے عبدالرحمٰن ابن عوف سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ قسم خدا کی عمر نے مرنے سے قبل گوشہ وکنار سے اصحاب رسولؐ کے پاس پیغام بھیجا اور ان سب کو جمع کیا۔ عبداللہ ابن حذیفہ، ابو درداء، ابوذر غفاری اور عقبہ ابن عامر کے سامنے کہا یہ احادیث نہیں ہیں جو تم رسولؐ سے نقل کر کے لوگوں میں پھیلا رہے ہو: انھوں نے کہا آپ نے ہمیں نقل کرنے سے منع کیا ہے؟ عمر نے کہا میرے پاس ٹھہرو! اور جب تک میں زندہ ہوں مجھ سے جدا نہ ہونا[۱]

عمر کے بعد خلیفہ ثالث عثمان آتے ہیں وہ بھی وہی راستہ اختیار کرتے ہیں اور اسی ڈگر پر گامزن ہوتے ہیں۔ جو ان کے گذشتہ دوستوں نے منتخب کی تھی منبر پر جاتے ہیں اور صریح طور پر کہتے ہیں۔

کسی کے لئے رسولؐ کی وہ حدیث نقل کرنا جائز نہیں ہے کہ جو اس نے ابوبکر و عمر کے زمانہ میں نقل نہ کی ہو۔[۲]

اس طرح حصار کا سلسلہ خلفائے ثلاثہ کی پچیس سالہ حکومت تک برقرار رہا۔ یہ حصار اگر انھیں کے زمانہ تک محدود رہتا تو بھی کافی تھا لیکن اس کے بعد بھی جاری رہا اور جب معاویہ حاکم بنا تو وہ بھی منبر پر گیا اور کہا: خبردار تم وہی حدیث بیان کر سکتے ہو جو عمر کے زمانہ میں بیان کرتے تھے کیونکہ عمر لوگوں کو خدا کے بارے میں ڈراتے تھے۔[۳]

---

۱ کنزالعمال جلد ۵ ص ۲۳۹

۲ مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۱ ص ۳۶۳

۳ صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب "النہی عن المسألہ" من جزء الثالث۔

اور بنی امیہ کے تمام خلفاء کا طریقہ بھی یہی رہا کہ انھوں نے لوگوں کو رسولؐ کی صحیح حدیث نقل کرنے سے منع کیا۔ اور خود جھوٹی حدیثیں گڑھ کر رسولؐ کی طرف منسوب کردیں ۔ نتیجہ میں ہر زمانہ کے مسلمان تناقضات، قصہ کہانیوں اور ایسی دلدل میں پھنس گئے کہ جن کا اسلام سے تعلق نہیں ہے ۔ میں آپ کے سامنے مدائنی کا وہ قول نقل کرتا ہوں جو انھوں نے اپنی کتاب "الاحداث" میں نقل کیا ہے ۔ کہتے ہیں کہ عام الجماعت کے بعد معاویہ نے اپنے کارندوں کو اس مضمون کا خط لکھا کہ : اس شخص کے جان و مال کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے جو ابوتراب علیؑ ابن ابیطالب کی فضیلت کے سلسلہ کی کوئی حدیث بیان کرتا ہے ۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ہر ضلع کے خطباء نے منبروں سے علی علیہ السلام پر لعنت اور ان سے بیزاری کا اظہار شروع کردیا ۔

اس کے بعد ساری دنیا میں اپنے کارندوں کو لکھا کہ علیؑ کے دوستوں اور اہلبیتؑ کے محبوں کی گواہی قبول نہ کی جائے پھر لکھا کہ عثمان کے چاہنے والوں اور دوستداروں کا خیال رکھو اور جو ان کی فضیلت کے سلسلہ میں حدیث بیان کرتے ہیں ان کے پاس نشست و برخاست شروع کردو۔ انھیں قریب بلاؤ، ان کا احترام کرو ۔ اور ان میں سے جو بھی عثمان کے بارے میں کوئی روایت نقل کرے اس کا نام اور اس کے خانوادہ کا نام مع ولدیت لکھ کر میرے پاس بھیج دو!

پس لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ عثمان کے فضائل کی کثرت ہوگئی کیونکہ عثمان کے بارے میں حدیث گڑھنے والوں کے لئے معاویہ نے خلعت و عطیات بھیجے اور یہ بات عرب میں پھیل گئی لہٰذا ایسے لوگوں کی ہر شہر میں کثرت ہوگئی اور دنیا کے حصول میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل

کرنے کی غرض سے حدیثیں گڑھنے لگا۔ اگر لوگوں میں سے مردود ترین انسان نے بھی معاویہ کے عمال کے سامنے عثمان کی شان میں کوئی حدیث پیش کر دی تو اس کا نام نوٹ کر لیا گیا، مقرب بنایا گیا اور اس کی شفاعت کی گئی۔ پس ایک زمانہ تک لوگوں کا یہی رویہ رہا۔ پھر معاویہ نے اپنے کارندوں کو لکھا کہ عثمان کے بارے میں حدیثوں کی بہتات ہو گئی ہے اور ہر جگہ پھیل گئی ہیں۔ تم میرا خط پاتے ہی لوگوں کو دوسرے صحابہ اور پہلے دونوں خلفاء کی شان میں حدیثیں گڑھنے کا لالچ دو اور ابوتراب کی شان میں منقول کسی بھی حدیث کو ایسا نہ چھوڑو جس کا نقیض صحابہ سے منقول نہ ہو۔ کیونکہ یہ بات مجھے بہت پسند اور میرے سکون کا باعث ہے۔ ابوتراب اور ان کے شیعوں کی باتوں کو دلیل سے باطل کر دو۔ اور ان پر عثمان کے فضائل کو غلبہ دو۔

معاویہ کا خط لوگوں کے سامنے پڑھا گیا نتیجہ میں صحابہ کے مناقب کے بارے میں ایسی بے شمار حدیثیں وجود میں آگئیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ جب لوگوں کو ایسی حدیث مل جاتی تھی تو وہ اسے منبروں سے بیان کرتے اور مکتبوں کے معلموں کو تلقین کی جاتی کہ وہ بچوں کو ان احادیث کی تعلیم دیں کہ وہ بھی روایت بیان کرنے لگے۔ اور یہ چیز انھیں بالکل قرآن کی طرح سکھائی گئی۔ بلکہ لڑکیوں، عورتوں، خادموں، مخدوموں سبھی کو سکھا دی اور اس طرح ایک زمانہ گذر گیا۔

پھر معاویہ نے تمام ممالک کے کارندوں کو ایک خط لکھا:

> دیکھو کہ علیؑ سے کون شخص محبت کرتا ہے جو ایسا کرتا ہے رجسٹر سے اس کا نام کاٹ دو اور اس کی بخشش و وظیفہ بند کر دو۔

پھر ایک دوسرے خط کے ذریعہ اس کی توثیق کی:

جس کو تم اس قوم (اہلبیتؑ) کی محبت میں متہم پاؤ

اسے مصیبت میں مبتلا کر دو اور اس کے گھر کو منہدم کر دو۔

عراق اور خصوصاً کوفہ کے لئے اس سے بڑی اور کیا بلا ہو سکتی تھی۔ حد یہ تھی کہ شیعیانِ علیؑ میں سے ایک شخص اپنے ایک معتمد دوست کے پاس آتا ہے اس کے گھر میں داخل ہوتا ہے اس سے اپنا راز بیان کرتا ہے اور اس کے خادموں اور غلاموں سے ڈرتا رہتا ہے۔ اور اس سے سخت قسم لئے بغیر کوئی بات نہیں کہتا تاکہ وہ اسے چھپائے رہے۔ پس بہت سی گڑھی ہوئی حدیثیں ظاہر ہوئیں اور اسی طریقہ پر فقہا، قضاۃ اور حاکم چلے، اکثر لوگ اس مصیبت میں مبتلا تھے وہ کمزور افراد جو خشوع و عبادت کا اظہار کرتے تھے وہ حدیث تراشی میں اس لئے حصہ لیتے تھے تاکہ حکام سے کچھ ملے اور ان کی مجلسوں میں جگہ ملے، اموال ہاتھ آئے منزلت نصیب ہو۔ یہاں تک کہ یہ روایات ان دیندار لوگوں نے بھی بیان کر ڈالیں جو جھوٹ اور بہتان کو قطعی حلال نہیں سمجھتے تھے لیکن وہ انھیں بھی حق سمجھتے تھے اگر وہ انھیں باطل سمجھتے تو کبھی نقل نہ کرتے اور نہ ان پر ایمان رکھتے۔ [1]

میں تو یہ کہتا ہوں کہ ساری ذمہ داری ابوبکر و عمر و عثمان کے سر جائے گی جنھوں نے رسولؐ کی صحیح احادیث لکھنے سے صحابہ کو منع کیا تھا ان کے چاہنے والوں کا دعویٰ ہے کہ ابوبکر عمر و عثمان نے اس لئے احادیث نبیؐ لکھنے سے منع کیا تھا تاکہ قرآن و حدیث میں اختلاط نہ ہو یہ تو ایسی بات ہے جسے سُن کر دیوانے ہنس دیں۔ کیا قرآن و سنت (حدیث) شکر و نمک ہیں اگر دونوں

---

[1] شرح نہج البلاغہ جلد ۱۱ صـ۴۶

مخلوط ہو جائیں گے تو ایک کو دوسرے سے جدا کرنا مشکل ہو جائے گا اور پھر شکر و نمک بھی مخلوط نہیں ہوتے کیونکہ دونوں کو مخصوص بوروں میں رکھا جاتا ہے کیا خلفار اس بات کو بھول گئے تھے قرآن کو خاص مصحف میں لکھا جائے اور حدیث کو مخصوص کتاب میں قلمبند کیا جائے جیسا کہ آج ہمارے زمانہ میں ہوتا ہے۔ اور عمر ابن عبد العزیز کے زمانہ میں جب حدیث کی تدوین ہوئی تھی اس زمانہ سے ہوتا آرہا ہے پس سنت کیوں قرآن سے مخلوط نہیں ہوئی باوجودیکہ حدیثوں کی سیکڑوں کتابیں وجود میں آگئیں۔ یہاں تک کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم سے اختلاط نہیں ہوتا ہے اور اسی طرح مسلم، مسند احمد اور موطا مالک سے مختلط نہیں ہوتی ہے چہ جائیکہ قرآن مجید مخلوط ہو جاتا۔

اس دلیل میں کوئی دم خم نہیں ہے بالکل بیت عنکبوت کی طرح ہے کہ جس کی بنیاد دلیل پر نہیں ہے بلکہ دلیل اس کے برعکس صحیح ہے زہری نے عروہ سے روایت کی ہے کہ عمر ابن خطاب سنن کو لکھنا چاہتے تھے اس کے لئے انھوں نے اصحاب سے مشورہ کیا۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ ضرور لکھا جائے پس عمر نے اس سلسلہ میں ایک مہینہ تک خدا کے استخارہ سے مدد چاہی پھر ایک روز کہنے لگے میں سنن (حدیثوں) کو لکھنا چاہتا تھا تم سے قبل میں نے کچھ لوگوں سے اس کا تذکرہ بھی کیا تھا لیکن وہ اسی میں منہمک ہو گئے اور کتاب خدا کو چھوڑ دیا اور قسم خدا کی میں قرآن کو کبھی کسی چیز سے مخلوط نہیں کروں گا۔ [1]

قارئین محترم اس روایت کو ملاحظہ فرمائیں اصحاب رسول نے عمر کو کیسے مشورہ دیا کہ سنن کو لکھا جائے لیکن انھوں نے کل صحابہ کی مخالفت کی اور انکی

---

[1] کنز العمال جلد ۵ ص ۲۳۹ اور ابن سعد نے زہری کے طریقہ سے نقل کیا ہے اور عبد البر نے کتاب جامع میں بیان العلم و فضلہ میں ج ۱ ص

رائے کو یہ کہکر ٹھکرادیا کہ میں نے تم سے پہلے والے لوگوں سے بھی اس سلسلہ میں گفتگو کی تھی انھوں نے کتابیں بھی لکھیں اور اسی کے ہو کے رہ گئے اور کتاب خدا کو بھول گئے، اب شوریٰ کا دعویٰ کہاں چلا گیا کہ جس کو اہلسنت بڑے شدومد کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ وہ قوم کہاں ہے جو سر جوڑ کر حدیثوں کی جمع آوری میں لگ گئے تھی اور کتاب خدا کو بھلادیا۔ اس کے بارے میں ہم نے عمر ابن خطاب کے علاوہ کسی سے بھی نہیں سنا ہے۔ اور اگر اس قوم کا وجود فرض بھی کر لیا جائے تو بھی مقارنت کی یہاں کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ انھوں نے کتاب خدا میں تحریف کر کے اپنی طرف سے ایک کتاب لکھ دی تھی جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے۔

﴿فويل للذين يكتبون الكتاب بأيديهم ثم يقولون هذا من عند الله ليشتروا به ثمناً قليلاً فويلٌ لهم مما كتبت أيديهم وويلٌ لهم مما يكسبون﴾ بقرہ۔ آیت ۷۹

وائے ہو ان لوگوں پر جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھ کر یہ کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے تاکہ اسے تھوڑے دام میں بیچ لیں ان کے لئے اس تحریر پر بھی عذاب ہے اور اس کی کمائی پر بھی۔

لیکن سنن کو لکھنے میں یہ مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ اس معصوم نبیؐ کا کلام ہے جو اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہی نہیں وہ تو وحی کے مطابق کلام کرتا ہے اور سنن قرآن کی مفسر اور اس کو بیان کرنے والی ہے چنانچہ قول خدا ہے:

﴿وأنزلنا إليك الذكر لتبيّن للنّاس ما نزل إليهم﴾

اور آپ کی طرف بھی ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے تاکہ ان کے لئے ان احکام کو واضح کر دیں جو ان کی طرف نازل

کئے گئے ہیں۔ سورۂ نحل، آیت ۴۴

اور رسولؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے قرآن عطا کیا گیا اور اس کا مثل اس کے ہمراہ ہے اور یہ بات تو قرآن جاننے والے کے لئے واضح ہے کیونکہ پانچ وقت کی نماز، زکوٰۃ اور ان کی رکعات و مقدار قرآن میں نہیں ہے۔ اور نہ ہی روزے کے احکام اور مناسک حج قرآن میں بیان ہوئے ہیں بلکہ بیشتر احکام رسولؐ نے بیان فرمائے ہیں۔ اور اسی لئے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ما أتاكم الرّسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا﴾ سورۂ حشر، آیت ۷

جو کچھ بھی رسول تم کو دے دے اسے لے لو اور جس چیز سے منع کر دے اس سے رک جاؤ۔

نیز ارشاد ہوتا ہے:

﴿قل إن كنتم تحبّون الله فاتبعوني يُحبيكم الله﴾

(اے رسول) کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو خدا بھی تم سے محبت کرے گا

اے کاش عمر کتاب خدا کو سمجھتے اور اسی میں منہمک ہو جاتے اور اس سے احکام رسولؐ کی اطاعت کرنا سیکھتے اور اس سے مناقشہ نہ کرتے اور نہ ہی اس میں مین میخ نکالتے۔ [1]

کاش عمر کتاب خدا کو سمجھتے اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے اور اس سے احکام کلالہ کی تعلیم حاصل کرتے کہ جس کو وہ مرتے دم تک نہ جان سکے

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ ص۳۷ باب کتاب العلم و جلد ۵ ص۱۳۸

جبکہ اپنی خلافت کے زمانہ میں متعدد فیصلے کئے۔ اے کاش عمر کتابِ خدا کو سمجھتے اور اس سلسلہ میں کوشش کرتے اور اس سے تیمم کا حکم سیکھتے کہ جس کو اپنی خلافت کے زمانہ میں نہیں جانتے تھے۔ اور جس کو پانی نہیں ملتا تھا اسے نماز چھوڑ دینے کا فتویٰ دے دیتے تھے۔ [1] اے کاش عمر کتاب خدا کو سمجھتے اور اس کی تعلیم کے سلسلہ میں کدوکاوش کرتے اور اس سے طلاق کا حکم اخذ کرتے طلاق بس دو ہی ہیں اس کے بعد یا روک لینا چاہئے یا آزاد کر دینا چاہئے۔ عمر نے طلاق ایک کر دی۔ [2] اور اپنی رائے واجتہاد کو احکام خدا پر مقدم کیا اور انھیں دیوار پر دے مارا۔

ناقابل انکار حقیقت یہ ہے کہ خلفاء نے احادیث کی نشر و اشاعت کو ممنوع کو قرار دیا اور ان کے بیان کرنے والوں کو دھمکی دی احادیث پر اس لئے پردہ ڈالا کہ وہ ان کی خطاؤں کو اجاگر اور سازشوں کو منکشف کرتی ہیں اور قرآن کی طرح وہ ان کی تاویل نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ قرآن صامت ہے اور متعدد وجوہ کا حامل ہے لیکن حدیث رسولؐ تو اقوال افعال نبیؐ کا نام ہے کوئی بھی اس بات کی تردید نہیں کر سکتا ہے اسی لئے حضرت علیؑ نے ابن عباس کو خوارج سے مباحثہ کرنے کے لئے روانہ کرتے وقت فرمایا تھا:

> تم ان پر قرآن سے حجت قائم کرنا کیونکہ قرآن میں
> متعدد احتمالات ہیں اس کے وہ اور تم دونوں ہی قائل ہو۔
> ان پر سنت کے ذریعہ حجت قائم کرنا اس سے وہ ہرگز فرار
> نہیں کر سکیں گے۔ [3]

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۹۰، مسلم جلد ۱ ص ۱۹۳ باب التیمم

[2] صحیح مسلم کتاب الطلاق جلد ۱   [3] نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۷ مکتوب بنام ابن عباس

ابوبکر، عمر کو خلیفہ بنا کر نصوص کی مخالفت کرتے ہیں

اس موضوع کے سلسلہ میں علی علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:

قسم خدا کی فرزند ابو قحافہ نے خلافت کی قمیص کو زبردستی پہن لیا ہے جبکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ خلافت میں میرا وہی مقام ہے جو چکی میں کیلی (قطب) کا ہوتا ہے۔۔ حادثات کا سیلاب میرا کچھ نہیں بگاڑتا، میری بلندی تک پرندہ پر نہیں مار سکتا، میں نے اس پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی، اور سوچنے لگا کیا میں اپنے کٹے ہوئے ہاتھ سے حملہ کر دوں یا اس گھٹاٹوپ تاریکی پر صبر کر لوں کہ جس میں بڑے بوڑھے اور بچے جوان ہو جاتے ہیں اور مومن رنج اٹھاتا ہوا اپنے رب سے جا ملتا ہے۔ پس میں نے صبر ہی کو قرین عقل سمجھا میں نے صبر کیا حالانکہ میری آنکھ میں خار تھا اور حلق میں ہڈی پھنسی ہوئی تھی میں اپنی میراث کو لٹتے ہوئے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ پہلے نے راہ لی اور اپنے بعد خلافت کی زمام ابن خطاب کے ہاتھوں میں دے گیا (کہاں یہ دن جو ناقہ کی پشت پر کٹتا ہے اور کہاں وہ دن جو حیان برادر جابر کے ساتھ گذرتا تھا)

تعجب ہے یا تو وہ اپنی زندگی ہی میں خلافت سے دست بردار ہونا چاہتا تھا یا اب مرنے کے بعد بھی دوسرے

کے سپرد کر گیا ان دونوں (ابوبکر و عمر) نے خلافت کے
پستان کو بانٹ لیا ہے، خلافت سخت مزاج (انسان) کے
ہاتھوں میں پہونچ گئی ہے۔ اب اس کا کلام غلیظ اس کے لمس
میں کھردراپن ہے۔ اس میں لغزشیں بے شمار اور عذر خواہی
اس سے بھی زیادہ ہے۔ [1]

ہر محقق و جوئندہ اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ رسولؐ نے اپنی وفات سے قبل نص کے ذریعہ حضرت علیؑ ابن ابیطالب کو خلیفہ معین کیا تھا اس طرح اکثر صحابہ پر بھی یہ بات مخفی نہیں تھی خصوصاً ابوبکر و عمر اس سے اچھی طرح واقف تھے۔ [2] اسی لئے حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ وہ (ابوبکر) بخوبی جانتا ہے کہ خلافت میں میرا وہی مقام ہے جو چکی میں کیلی کا ہوتا ہے۔ شاید ابوبکر و عمر نے اسی بنا پر لوگوں کو نبیؐ کی حدیث نقل کرنے سے منع کر دیا تھا جیساکہ ہم گذشتہ فصل میں اس بات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور قرآن سے تمسک کا اظہار کیا تھا کیونکہ قرآن میں صریح طور پر کہیں بھی علیؑ کے نام کا تذکرہ نہیں ہوا ہے اگرچہ اس میں آیت ولایت موجود ہے لیکن نبیؐ کی احادیث میں کھلے لفظوں میں علیؑ کا نام آیا ہے جیساکہ ارشاد ہے،

«من كنتُ مولاه فهذا عليٌّ مولاه»

"جس کا میں مولا ہوں اسکے علی مولا ہیں"

«عليٌّ مني بمنزلة هارون من موسى»

---

[1] شرح نہج البلاغہ محمد عبدہ جلد ا ص۸۵ – ۸۷

[2] سر العالمین مصنفہ امام غزالی

"علیؑ میرے لئے ایسے ہی ہیں جیسے موسیٰ کے

لئے ہارون تھے"

«علي أخي ووصيّي وخليفتي من بعدي»

"میرے بعد علی میرے بھائی، وصی اور خلیفہ ہیں"

«عليٌّ منّي وأنا منه وهو ولي كلّ مؤمن بعدي»

"علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں وہ میرے بعد

ہر ایک مومن کے ولی ہیں" [1]

اس سے ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ابوبکر و عمر اپنے اس منصوبہ میں یعنی احادیث نبیؐ کے نقل کرنے اور انھیں جلانے میں اس حد تک کامیاب ہوئے کہ حدیثیں زبانوں سے باہر بھی نہ نکل پائیں صحابہ بیان نہ کر سکے جیسا کہ ہم قرظہ ابن کعب کی روایت میں بیان کر چکے ہیں اور حصار بندی کا سلسلہ ایک چوتھائی صدی تک جاری رہا یہاں تک کہ جب حضرت علی علیہ السلام مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو صحابہ کو رحبہ کے میدان میں جمع کیا اور ان سے حدیث غدیر کے متعلق دریافت کیا تو تیس صحابہ نے اٹھ کر اس کا اقرار کیا ان اقرار کرنے والوں میں سے سولہ بدری صحابی تھے [2]

یہ چیزیں اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ تیس صحابہ اگر حضرت علیؑ نہ فرماتے تو اس حدیث کو بیان نہ کرتے پس اگر علیؑ خلیفہ نہ ہوتے اور ان کے پاس

---

[1] ان تمام حدیثوں کو بالترتیب طبری نے ریاض النضرہ میں نسائی نے خصائص میں اور احمد ابن حنبل نے نقل کیا ہے۔

[2] مسند احمد ابن حنبل جلد ۱ ص ۱۱۹، ابن عساکر جلد ۲ ص ۷

قوت نہ ہوتی تو وہ صحابہ خوف کے مارے خاموش بیٹھے رہتے جیساکہ اس وقت بھی بعض صحابہ یاتو حسد یا خوف کی وجہ سے خاموش بیٹھے رہے مثلاً انس ابن مالک براابن عازب اور زید ابن ارقم، جریر ابن عبد اللہ بجلی۔ لہ کہ انھیں حضرت علیؑ کی بد دعا لگی۔

حضرت علیؑ کو خلافت سے کوئی فائدہ نہیں پہونچا، آپ کی خلافت کا پورا زمانہ نشیب و فراز، فتنہ و فساد، سازش و جنگ میں گذرا آپ کے خلاف بدر و حنین اور خیبر کینہ توزی و دشمنی پھوٹ پڑی یہاں تک کہ آپ نے شہادت پائی۔ آپ ناکثین، قاسطین اور مارقین میں ان حدیثوں کو سننے والا تلاش نہیں کرسکتے وہ لوگ تو عثمان کے زمانہ ہی سے فتنہ و فساد اور رشوت سے الفت اور دنیا سے محبت رکھتے تھے ابن ابیطالب ایک چوتھائی صدی سے چلے آنے والے فساد و انحراف کی اصلاح نہیں کرسکتے تھے ہاں کرسکتے تھے لیکن فساد ہی کے ذریعہ اور علیؑ ایسا کبھی نہیں کرسکتے تھے آپ خود فرماتے ہیں: قسم خدا کی میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمھاری اصلاح کس چیز سے ہوسکتی ہے لیکن میں اپنے نفس کو برباد کر کے تمھاری اصلاح نہیں کروں گا۔

ابھی تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا کہ تخت خلافت پر معاویہ متمکن ہوا اور احادیث کی نشر و اشاعت پر پابندی کا سلسلہ پہلی روش سے متصل ہوگیا۔ چنانچہ معاویہ نے نقل حدیث کے سلسلہ میں کہا کہ وہی حدیثیں نقل کی جائیں جو عمر کے زمانہ میں بیان ہوتی تھیں۔ اب تو حالت اور بدتر ہوگئی اور صحابہ و تابعین کو احادیث گڑھنے کے لئے بٹھادیا گیا اور سنت رسولؐ جھوٹ و

لہ انساب الاشراف جلد ۲ ص ۱۵۶، المعارف لابن قتیبہ ص ۱۹۴

واہیات میں گم ہوگئی ۔

اسی حالت میں مسلمانوں پر ایک صدی گذر گئی اور عامہ میں سنت معاویہ کا اتباع ہونے لگا۔ واضح رہے کہ ہمارے "قول سنت معاویہ" کے معنی یہ ہیں کہ خلفائے ثلاثہ ابوبکر، عمر، عثمان، کے وہ اقوال و افعال جو معاویہ کے پسندیدہ تھے اور خود معاویہ اور اس کے کارندوں کا کردار بھی اس میں شامل ہے ان کی سنت کی ایک مثال علیؑ، اہلبیتؑ اور شیعوں پر ان کا سب و شتم کرنا ہے

اس کے لئے میں پھر اپنے موضوع کی طرف پلٹتا ہوں اور اس کی تکرار کرتا ہوں کہ ابوبکر و عمر اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور قرآن سے رجوع کرنے کا ڈھونگ رچاکر سنت نبیؐ کو مٹا ڈالا چنانچہ آپ آج چودہ صدیاں گذر جانے کے بعد بھی ملاحظہ کریں گے اور جب آپ ان پر نبیؐ کی متواتر حدیثوں سے حجت قائم کریں گے یعنی وہ حدیثیں جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسولؐ نے علیؑ کو خلیفہ معین کیا ہے تو وہ کہیں گے کہ حدیث نبیؐ کو چھوڑئیے اس میں تو اختلاف ہے ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے اور اس (کتاب خدا) میں یہ تذکرہ نہیں ہے کہ علیؑ نبیؐ کے خلیفہ ہیں بلکہ قرآن تو اس معاملہ کو شوریٰ کے سپرد کرتا ہے۔

یہ ہے ان کی دلیل جب بھی میں نے اہلسنت کے کسی عالم سے گفتگو کی ہے تو انھوں نے شوریٰ ہی کے گیت گائے ہیں ۔

اس بات سے قطع نظر کہ ابوبکر کی بیعت بغیر سوچے سمجھے ہوگئی تھی اور خدا ہی نے مسلمانوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھا ۔[1] وہ بھی تو بغیر کسی مشورہ کے ہوئی تھی بلکہ غفلت و نادانی، زبردستی اور دھمکیوں کے نتیجہ میں ہوئی تھی[2]

---

[1] بخاری جلد ۸ ص ۲۶ کتاب المحاربین [2] الامامت والسیاست ابن قتیبہ استخلاف ابی بکر

اور بہت سے نیکو کار صحابہ نے اس (بیعت) سے اعراض و تخلف کیا تھا خصوصاً ان صحابہ کے سید و سردار علیؑ ابن ابیطالب اور سعد ابن عبادہ عمار، سلمان، مقداد اور زبیر و عباس وغیرہ نے بیعت نہیں کی تھی جیسا کہ معتبر مورخین نے تحریر کیا ہے فی الحال ہم اس سے قطع نظر کرتے ہیں اور ابوبکر اپنے بعد عمر کو خلیفہ بناتے ہیں ان کو مورد بحث قرار دیتے ہیں اور شوریٰ کے شیدائی اہلسنت سے یہ سوال کرتے ہیں کہ ابوبکر نے یہ معاملہ شوریٰ کے سپرد کیوں نہیں کیا اور عمر کو اپنے بعد خلیفہ کیوں بنایا اور مسلمانوں پر کیوں مسلط کیا؟

اس سلسلہ میں بھی ہم اپنی عادت کے مطابق اور مزید وضاحت کے لئے اہلسنت کی کتابوں ہی سے قارئین کے سامنے استدلال پیش کریں گے اور یہ بھی بیان کریں گے کہ ابوبکر نے اپنے دوست کو کیسے خلیفہ بنایا ہے۔

ابن قتیبہ تاریخ الخلفاء کے باب مرض ابی بکر و استخلافہ عمر رضی اللہ عنہما میں تحریر فرماتے ہیں کہ ..... پھر عثمان کو بلایا اور کہا کہ میرا وصیت نامہ لکھو: عثمان نے لکھا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ ابوبکر ابن قحافہ کا وصیت نامہ ہے جو انھوں نے مرتے دم اور آخرت کی طرف بڑھتے وقت تحریر کیا ہے۔ میں نے عمر ابن خطاب کو تم لوگوں کا خلیفہ مقرر کر دیا ہے پس اگر تم اپنے درمیان اسے عدل کرتے ہوئے دیکھو تو یہی اس کے متعلق میرا گمان اور امید ہے اور اگر تغیر و تبدل کرتے ہوئے پاؤ تو میں نے اپنے لحاظ سے بہتر ہی سوچا تھا۔ غیب کا علم مجھے نہیں ہے۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ۔

اس کے بعد وصیت نامہ ختم ہو گیا اور انھیں (عمر کو) دیا گیا مہاجرین کو جب یہ اطلاع ملی کہ ابو بکر نے عمر کو خلیفہ بنا دیا تو وہ ابو بکر کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہم نے سنا ہے کہ آپ نے عمر کو ہمارے اوپر حاکم بنا دیا ہے جبکہ آپ انھیں اچھی طرح جانتے ہیں اور آپ اس بات سے واقف ہیں کہ وہ آپ کی موجودگی میں ہمارے ساتھ کس طرح پیش آئے تھے تو جب دنیا سے چلے جائیں گے اس وقت کیا ہوگا؟ جب آپ بارگاہ خدا میں پہونچیں گے تو ضرور آپ سے سوال ہوگا اس وقت آپ کیا جواب دیں گے؟ ابو بکر نے کہا: اگر خدا نے مجھ سے سوال کیا تو میں جواب دوں گا کہ میں نے ان میں سے بہترین انسان کو خلیفہ بنایا ہے۔ [1]

طبری اور ابن اثیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب ابو بکر نے عثمان کو وصیت نامہ لکھنے کے لئے بلایا اور انھوں نے لکھنا شروع کیا تو املا کے درمیان ابو بکر پر غشی طاری ہو گئی اور عثمان نے عمر ابن خطاب کا نام لکھ دیا۔ جب غشی سے افاقہ ہوا تو ابو بکر نے کہا کہ ذرا اپنی تحریر پڑھو! عثمان نے اسے پڑھا تو اس میں عمر کا نام تھا۔ ابو بکر نے کہا: یہ تم نے اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے؟ عثمان نے کہا: کیا آپ کا یہ ارادہ نہیں تھا ابو بکر نے کہا تمہارا خیال صحیح ہے

جب وصیت نامہ لکھا جا چکا تو کچھ لوگ ابو بکر کے پاس پہونچے ان میں طلحہ بھی شامل تھے انھوں نے کہا آپ اپنے پروردگار کو کیا جواب دیں گے جبکہ آپ نے سخت مزاج انسان کو ہمارا حاکم بنا دیا ہے کہ جس سے لوگ بھاگتے اور دل دہلتے ہیں۔

---

[1] تاریخ الخلفا المعروف بالامامت والسیاست جلد ۱ ص ۲۴

ابوبکر نے کہا: مجھے ذرا (سہارا دے کر) بٹھاؤ حالانکہ وہ لیٹے ہوئے تھے۔ لوگوں نے بٹھایا تو انھوں نے طلحہ سے کہا: کیا تم کل کے لئے مجھے ڈراتے ہو کہ جب خدا مجھ سے سوال کرے گا کہ تم نے کس کو خلیفہ بنایا تو میں کہوں گا تیرے بہترین بندہ کو۔ ؎۱

اور جب تمام مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ابوبکر نے عمر کو صحابہ کے مشورہ کے بغیر خلیفہ بنادیا تھا تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے صحابہ کو ذلیل کرنے کے لئے عمر کو خلیفہ بنایا تھا۔ کیونکہ صحابہ عمر کو پسند نہیں کرتے تھے۔ خواہ ابن قتیبہ کے اس قول کو مدنظر رکھا جائے کہ: انصار و مہاجرین ابوبکر کے پاس آئے اور کہا ہمیں آپ اس سے بچاتے تھے، یا طبری کے نظریہ کو تسلیم کیا جائے کہ جو لکھتے ہیں کہ صحابہ میں سے کچھ لوگ کہ جن میں طلحہ بھی تھے ابوبکر کے پاس گئے اور کہا: آپ اپنے پروردگار کو کیا جواب دیں گے۔ جبکہ آپ نے ہمارے اوپر سخت مزاج انسان کو حاکم بنادیا ہے کہ جس سے سانس پھولتی اور دل دہلتے ہیں۔ دونوں عبارتوں کا نتیجہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ خلافت کا معاملہ شوریٰ پر نہیں چھوڑا گیا اور صحابہ عمر کے خلیفہ بننے سے راضی نہ تھے۔ بلکہ ابوبکر نے بغیر مشورہ کے عمر کو ان پر مسلط کر دیا تھا یہ وہی نتیجہ ہے جس کو علیؑ نے اس وقت بیان کیا تھا جب عمر و ابوبکر لوگوں پر بیعت کے لئے تشدد کر رہے تھے۔ علیؑ نے عمر سے فرمایا تھا: اچھی طرح سے دودھ لو تمہارا بھی حصہ ہے آج تم ان کی خلافت مستحکم کردو کل وہ تمھیں ہی لوٹا دے گا۔

اور یہی وہ جملہ ہے جو کسی صحابی نے عمر سے اس وقت کہا تھا

؎۱ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، خطبۂ شقشقیہ

جب وہ وصیت نامہ لے کر آئے تھے۔ جس میں ان کی خلافت کی وصیت مرقوم تھی صحابی نے دریافت کیا اے ابوحفص اس رقعہ میں کیا لکھا ہے؟ عمر نے کہا یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے لیکن سب سے پہلے میں نے اس کو سنا اور اطاعت کی۔ اس شخص نے کہا: قسم خدا کی مجھے معلوم ہے اس میں کیا مرقوم ہے۔ پہلے تم نے ان کی خلافت مستحکم کی تھی آج وہ تمھیں خلیفہ بنا گئے"۔ ؎

اس سے بخوبی ہم پر یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ جس شوریٰ کا اہلسنت ڈھنڈورا پیٹا کرتے ہیں ابوبکر و عمر کے نزدیک اس کی کوئی حقیقت نہ تھی یا دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ سب سے پہلے ابوبکر نے شوریٰ کو لغو قرار دیا اور بنی امیہ کے حکام کے لئے خلافت کو بادشاہت و قیصریت میں تبدیل کر کے باپ سے بیٹے کو میراث میں دلانے کا دروازہ کھول دیا اور بنی امیہ کے بعد بنی عباس نے یہی کیا؛ اور اہلسنت کا شوریٰ والا نظریہ لاجواب ہی رہ گیا کہ جس پر نہ ماضی میں عمل ہوا ہے اور نہ کبھی ہو سکے گا۔

یہاں مجھے وہ گفتگو یاد آگئی جو نیروبی (کینیا) کی مسجد میں سعودیہ کے وہابی عالم سے مسئلہ خلافت کے سلسلہ میں ہوئی تھی میں نص سے خلافت کو ثابت کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ خلافت کا کل نظام خدا کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اس میں بندوں کو کوئی اختیار نہیں ہے۔

جب کہ وہ خلافت کو شوریٰ کی مرہون سنت قرار دے رہے تھے اور بے کار دفاع کر رہے تھے۔ چاروں طرف سے اس کے شاگرد اس کی تائید کر رہے تھے وہ بھی دعوے کے ساتھ کہ استاد قرآن سے استدلال کر رہے ہیں اسکی

؎ الامامت والسیاست، مصنفہ ابن قتیبہ، جلد ۱، باب استخلاف ابی بکر لعمر

ہر ایک بات کی تائید کر رہے تھے اس نے یہ آیتیں ـــــــ ﴿وشاورهم في الأمر﴾ ﴿وأمرهم شورى بينهم﴾ بھی پیش کی تھیں۔

جب میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ اس طرح تو میں مغلوب ہو جاؤں گا کیونکہ وہ (طلبہ) استاد سے وہابیت کے افکار و عقائد کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اسی طرح میں یہ بھی سمجھ گیا کہ وہ صحیح احادیث کو نہیں سن سکتے ہیں کیونکہ وہ ایسی احادیث کے گرویدہ ہو چکے تھے جن میں کی اکثر احادیث گڑھی ہوئی تھیں لہٰذا میں نے اس وقت کریمۂ شوریٰ کو تسلیم کرتے ہوئے طلبا اور ان کے استاد سے کہا:

کیا تم اپنے ملک کے بادشاہ کو اس بات سے مطمئن کر سکتے ہو کہ وہ اپنی کرسی سے اتر آئے اور تمھارے سلف صالح کی اقتدا کرے اور جزیرۂ عرب کو مسلمانوں کے لئے آزاد چھوڑ دے تاکہ وہ جس کو چاہیں اپنا صدر منتخب کر لیں میں نہیں سمجھتا ہوں کہ وہ ایسا کرے گا کیوں کہ اس کے آباء و اجداد خلافت کے مالک نہیں تھے۔ لیکن جب وہ بادشاہ بن بیٹھے تو آج وہ جزیرۂ عرب کے خطۂ حجاز کے بھی مالک بن گئے۔ یہاں تک کہ پورے علاقہ کو المملكة السعودية کہنے لگے۔

اب ان کے سردار عالم کو مجبوراً کہنا پڑا کہ ہمیں سیاست سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ ہم خدا کے گھر میں ہیں کہ جس میں اس نے اپنے ذکر اور نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔

میں نے کہا: اسی طرح طلب علم بھی ہے، اس نے کہا:

جی ہاں: ایسا ہی ہے ہم یہاں جوانوں کو تعلیم دیتے ہیں، میں نے کہا: ہم بھی علمی بحث کر رہے ہیں۔ اس نے کہا: آپ نے اسے سیاست سے فاسد کر دیا۔

میں اپنے ساتھی کے ساتھ وہاں سے ان مسلمان نوجوانوں پر افسوس کرتا ہوا نکل آیا کہ جن کے دلوں پر ہر طرح سے وہابیت کے عقائد کی چھاپ

بٹھائی جارہی تھی۔ جبکہ وہ سب شافعی کے مقلد تھے میں سمجھتا ہوں کہ ان کا مذہب مذہب اہلبیت سے بہت قریب ہے۔

وہاں کے بزرگوں کا ان ذہین و تہذیب یافتہ اور غیر تہذیب یافتہ جوانوں میں اس اعتبار سے بہت احترام تھا کہ ان کا تعلق سادات سے تھا۔ پس وہابیوں نے پہلے جوانوں پر ہاتھ ڈالا اور ان کے لئے مادی امکانات فراہم کئے غلہ دیا اور مالی تعاون کیا تو سادات کے بارے میں ان کے نظریات ہی بدل گئے اور وہ سادات کے احترام کو شرک سمجھنے لگے۔ افسوس ہے کہ افریقہ کے بیشتر ممالک میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔

اب ہم دوبارہ ابوبکر کی وفات کا تذکرہ شروع کرتے ہیں تاکہ ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ ابوبکر مرنے سے پہلے اپنے کئے پر پشیمان تھے۔ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں تحریر کیا ہے کہ ابوبکر کا قول ہے کہ قسم خدا کی مجھے اپنے انجام دئے ہوئے تین کاموں پر سب سے زیادہ افسوس ہے کاش میں نے انھیں نہ کیا ہوتا۔ کاش میں علیؑ کے گھر کو چھوڑ دیتا، ایک روایت میں ہے کہ کاش میں نے خانۂ فاطمہؑ کی کسی چیز کا انکشاف نہ کیا ہوتا خواہ وہ مجھ سے جنگ ہی کا اعلان کرتے، کاش میں سقیفۂ بنی ساعدہ میں ابوعبیدہ یا عمر کے ہاتھوں پر بیعت کر لیتا۔ وہ امیر ہوتے اور میں ان کا وزیر قرار پاتا، کاش جب میرے پاس ذی الفجاۃ کے اسیر لائے گئے تھے کاش میں انھیں قتل کر دیتا یا آزاد کر دیتا لیکن انھیں آگ میں نہ جلاتا [۱]

میں اضافہ کرتا ہوں کہ کاش اے ابوبکر آپ فاطمہؑ زہرا پر

---

[۱] تاریخ طبری جلد ۴ ص ۵۲، العقد الفرید جلد ۲ ص ۲۵۴، مروج الذہب جلد ۱ ص ۴۱۴

ظلم نہ کرتے اور انھیں ایذا نہ دیتے، انھیں غضبناک نہ کرتے، کاش آپ ان (فاطمہؑ زہرا) کی موت سے پہلے پشیمان ہوجاتے۔ اور انھیں راضی کر لیتے، یہ تو خانۂ علیؑ سے مخصوص تھا کہ جس کو آپ نے جلانے کیلئے مباح کر دیا تھا۔

لیکن خلافت، کاش آپ اپنے دوست اور داہنے ہاتھ، ابو عبیدہ و عمر کو چھوڑ کر خلافت اس کے شرعی حقدار کے سپرد کر دیتے کہ جس کو رسالتمآبؐ نے خلیفہ منتخب کیا تھا پس جب امارت ان کے ہاتھوں میں ہوتی تو آج دنیا کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا اور دین خدا پورے کرۂ ارض پر چھا گیا ہوتا جیسا کہ خداوند عالم نے وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ حق ہے۔

اور فجاۃ السلمی کہ جس کو آگ میں جلا دیا تھا، اے کاش آپ نے احادیث نبوی کو نہ جلایا ہوتا۔ اور ان سے شریعت کے صحیح احکام حاصل کئے ہوتے اور اجتہاد بالرائے پر عمل نہ کیا ہوتا

اے کاش آخری وقت میں جب آپ بستر مرگ پر دراز تھے اس وقت خلیفہ بنانے کے بارے میں سوچا ہوتا کہ جس سے حق اپنے اصلی محور پر لوٹ آتا کہ خلافت میں جس کی وہی حیثیت ہے جو چکی میں کیلی کی ہوتی ہے۔ آپ تو تمام لوگوں سے زیادہ ان کے فضائل و کمالات، زھد و علم، اور تقویٰ کو جانتے تھے وہ تو بالکل نبیؐ کی طرح ہیں خصوصاً انھوں نے اسلام کی حفاظت کے لئے آپ سے کبھی مقابلہ نہ کیا اور معاملہ آپ ہی پر چھوڑ دیا بہتر تھا آپ امت محمدؐ کو نصیحت کرتے اور اس کے شایان شان خلیفہ معین کرتے اسے پراگندگی سے بچا لیتے، اور عظمت کی چوٹی پر پہونچا دیتے۔

ہم خدا سے آپ کی مغفرت کے لئے دعا کریں گے کہ وہ آپ کے گناہ بخش دے اور فاطمہؑ اور ان کے والد، ان کے شوہر اور ان کے

بیٹے آپ سے راضی ہو جائیں، کیونکہ آپ نے محمد مصطفےؐ کی لخت جگر کو غضبناک کیا کہ جس کے غضبناک ہونے سے خدا غضبناک ہوتا ہے، جس کے راضی ہونے سے خدا راضی ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث کی نص موجود ہے کہ جس نے فاطمہؑ کو اذیت دی اس نے ان کے پدر بزرگوار کو اذیت دی اور خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿والذين يؤذون رسول الله لهم عذاب أليم﴾

جو لوگ رسولؐ کو اذیت دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

خدا کے کسی پر غضبناک ہونے سے ہم خدا کی پناہ چاہتے ہیں اور اس کی بارگاہ میں دعاگو ہیں کہ وہ ہم سے اور تمام مسلمانوں اور مومنین و مومنات سے راضی ہو جائے۔

عمر اپنے اجتہاد سے قرآن کی مخالفت کرتے ہیں

خلیفۂ ثانی عمر کے لئے تاریخ بھری پڑی ہے کہ وہ قرآن و سنت کی صریح نصوص کے مقابلہ میں اجتہاد کیا کرتے تھے۔

اور اہلسنت ان کی اس حرکت کو ان کے مناقب میں شمار کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں مدح سرائی کرتے ہیں اور جب ان سے انصاف کا تقاضا کیا جاتا ہے تو عذر تراشی کرتے ہیں اور ایسی واہیات قسم کی تاویلات پیش کرنے لگتے ہیں کہ جنہیں عقل تسلیم کرتی ہے نہ منطق اور پھر کتاب خدا اور سنتِ نبیؐ کی مخالفت کرنے والا کیونکر مجتہد ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله
أمراً أن يكون لهم الخِيرة من أمرهم ومن يعصي الله
ورسوله فقد ضل ضلالاً مُبيناً﴾ سورۂ احزاب، آیت ۳۶

اور کسی مومن مرد یا عورت کو اختیار نہیں ہے کہ
جب کہ خدا و رسول کسی امر کے بارے میں فیصلہ کر دیں تو وہ بھی
اپنے امر کے بارے میں صاحب اختیار بن جائے اور جو بھی خدا
و رسول کی نافرمانی کرے گا وہ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہوگا

نیز ارشاد ہوتا ہے:

﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم
الكافرون ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم
الظالمون... ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم
الفاسقون...﴾ سورۂ مائدہ، آیت ۴۷

اور جو بھی خدا کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں...
جو بھی خدا کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ ظالموں میں شمار
ہوگا اور جو بھی خدا کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ
فاسقوں میں شمار ہوگا۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ کے
باب "ما یذکر من ذم الرای وتکلیف القیاس ولا تقف ولا تقل ما لیس
لك به علم" میں تحریر کیا ہے کہ: نبیؐ نے فرمایا کہ خدا علم عطا کرنے کے بعد واپس
نہیں لیتا ہے بلکہ علماء کو ان کے علم کے ساتھ اٹھا لیتا ہے اور لوگ جہالت میں رہ جاتے

ہیں (پھر) ان جاہلوں سے لوگ استفادہ کرتے ہیں اور وہ اپنی رائے وقیاس سے فتویٰ دیتے ہیں پس وہ گمراہ ہوتے ہیں اور گمراہ کرتے ہیں۔ لے

نیز بخاری نے اسی کتاب کے ملحقہ باب میں تحریر کیا ہے کہ جب نبیؐ سے اس چیز کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا کہ جس کے بارے میں وحی نازل نہیں ہوئی تھی تو آپؐ فرماتے: میں نہیں جانتا یا وحی نازل ہونے تک جواب نہیں دیتے تھے اور اپنی رائے وقیاس سے کچھ بھی نہیں فرماتے تھے خداوند عالم کا ارشاد ہے: بما اراك اللّٰہ،، لے جیسا خدا چاہتا ہے فیصلہ کریں۔

گذشتہ اور موجودہ زمانہ کے علماء کا ایک ہی قول ہے اور وہ یہ کہ جس نے کتاب خدا کے بارے میں اپنی رائے اور قیاس سے کچھ کہا اس نے کفر کیا اور یہ بات آیات محکمات اور رسولؐ کے اقوال وافعال سے آشکار ہے۔

لیکن یہ قاعدہ اس وقت کیسے بھلا دیا جاتا ہے جب اس کی زد میں عمر ابن خطاب یا صحابی یا ائمۂ اربعہ میں سے کوئی آجاتا ہے اس وقت احکام خدا کے معارض قول کو اجتہاد بنا دیا جاتا ہے کہ مجتہد نے اگر حقیقت تک رسائی حاصل کر لی تو اسے دو اجر اور اگر خطا سرزد ہوئی تو اسے ایک اجر لازمی ملے گا۔

کسی کو بھی یہ بات کہنے کا حق نہیں پہونچتا ہے کہ: اس پر پوری امت اسلام شیعہ، سنی کا اتفاق ہے اور یہ بات حدیث نبیؐ سے ثابت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات صحیح ہے لیکن اجتہاد کے موضوع میں اختلاف ہے۔ شیعہ اس اجتہاد کو قبول کرتے ہیں جس کے بارے میں خدا یا رسولؐ کا کوئی حکم وارد نہ ہوا ہو۔ لیکن اہلسنت اس کی رعایت نہیں کرتے اور خلف، سلف

لے صحیح بخاری جلد ۸ ص۱۴۸

صالح کی اقتدا کرتے ہوئے نص کے مقابلہ میں اجتہاد کو غلط نہیں سمجھتے۔ علامہ سید شرف الدین موسوی نے اپنی کتاب "النص والاجتہاد"، میں سو سے زیادہ ایسے موارد شمار کرائے ہیں۔ جہاں صحابہ اور ان کے راس و رئیس خلفائے ثلاثہ نے قرآن و سنت کی صریح نص کے مقابلہ میں اجتہاد کیا۔ محققین اس کتاب کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔

اس موضوع کے سلسلہ میں ان چند نصوص کو پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں جن کی عمر نے مخالفت کی ہے یا اس لئے کہ وہ نصوص سے بے خبر تھے حالانکہ یہ بات باعث تعجب ہے کیونکہ جاہل کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کا حکم دے خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿ولا تقولوا لما تصف ألسنتكم الكذب، هذا حلال وهذا حرامٌ، لتفتروا على الله الكذبَ، إن الذين يفترون على الله الكذب لا يُفلحون﴾ نحل، آیت ۱۱۶

اور خبردار جو تمھاری زبانیں غلط بیانی سے کام لیتی ہیں اس کی بنا پر یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اس طرح خدا پر بہتان باندھنے والے ہو جاؤ گے اور جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں ان کے لئے فلاح اور کامیابی نہیں ہے

اور نہ ہی جاہل کے لئے یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ امت میں انسان کامل کے ہوتے ہوئے امت کی قیادت کے لئے منصب خلافت پر متمکن ہو جائے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿أفمن يهدي إلى الحقّ أحقُّ أن يتّبع أمّن لا يهدي إلا أن يُهدى ما لكم كيف تحكُمون﴾

اور جو حق کی ہدایت کرتا ہے وہ واقعاً قابل اتباع ہے یا جو ہدایت کرنے کے قابل بھی نہیں ہے مگر یہ کہ خود اس کی ہدایت کی جائے تو آخر تمھیں کیا ہو گیا ہے اور تم کیسے

فیصلہ کر رہے ہو۔ سورۂ یونس، آیت ر ۳۵

لیکن وہ (عمر) نصوص سے بے خبر نہیں تھے بلکہ انھیں جانتے تھے اور جان بوجھکر اقتضائے وقت کے مطابق اجتہاد کرتے تھے اور اسے کفر اور اسلام سے خارج ہونا نہیں سمجھتے تھے۔ اور اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ (عمر) اپنے زمانہ کے اس شخص کے وجود سے بھی بے خبر ہوتے تھے جو صحیح احکام کا عالم تھا جبکہ یہ باطل ہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام کتاب و سنت کی معرفت رکھتے ہیں اگر نہ جانتے ہوتے تو بہت سے مشکلات میں ان کی طرف رجوع نہ کرتے اور یہ نہ کہتے کہ "اگر علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا" پس ان مسائل میں جن میں اپنی رائے سے اجتہاد کیا ہے علیؑ سے کیوں رجوع نہیں کیا؟

میرا عقیدہ ہے کہ آزاد فکر مسلمان اس میں میری موافقت کریں گے کیونکہ اس قسم کا اجتہاد، عقیدہ و احکام کو برباد کر دیتا ہے اور علمائے امت کے درمیان افتراق اور متعدد مذاہب میں تقسیم کرنے کا سبب بنتا ہے اور یہیں سے عداوت و نزاع کی ابتدا ہوتی ہے اور رعب و دبدبہ جاتا رہتا ہے، ہوا اکھڑ جاتی ہے اور مادی و معنوی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

ہمیں یہ سوچنے کا حق ہے کہ ابوبکر و عمر نے منصب خلافت پر زبردستی قبضہ جما لیا تھا اور اس کے شرعی حقدار کو محروم کر دیا تھا، ہم یہ بھی سوچتے ہیں کہ اگر ابوبکر و عمر دونوں احادیث کو جمع کرتے اور انھیں خاص کتاب میں لکھتے تو خود اپنے اور امت کے لئے ایک ذخیرہ کر لیتے اور احادیث میں غیر احادیث مخلوط نہ ہوتی اور ایک عقیدہ ہوتا اور آج ہماری بات ہی دوسری ہوتی۔

لیکن احادیث کو جمع کیا گیا اور نذر آتش کر دیا گیا اور اسکی تدوین و نقل پر پابندی لگائی گئی یہاں تک کہ آپس میں بیان کرنے کو بھی منع کیا گیا یہ بہت بڑی مصیبت اور عظیم بلا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

آپ کے سامنے قرآن کی وہ بعض صریح نصوص پیش کی جاتی

ہیں جن کے مقابلہ میں عمر ابن خطاب نے اجتہاد کیا ہے۔

۱، قرآن کہتا ہے:

﴿وإن كنتم جُنباً فاطَّهروا، وإن كنتم مرضى أوْ على سفرٍ، أو جاء أحدٌ منكم من الغائطِ أو لامستُمُ النساء فلم تجدوا ماءً فتيمّموا صعيداً طيّباً...﴾

اور اگر جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کر واور اگر مریض ہو یا سفر کے عالم میں ہو یا پیخانہ وغیرہ نکل آیا ہو، عورتوں کو باہم لمس کیا ہے اور پانی نہ ملے تو مٹی سے تیمم کر لو۔

حدیث میں یہ بات مشہور ہے کہ رسولؐ نے صحابہ کو عمر کے سامنے تیمم کا طریقہ سکھایا تھا۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التیمم کے باب "السعید الطیب وضوء المسلم یکفیہ عن الماء" میں روایت کی ہے کہ عمران نے کہا کہ ایک مرتبہ ہم سفر میں نبیؐ کے ہمراہ تھے۔ اور رات میں سفر کر رہے تھے رات کے آخری حصہ میں قافلہ آرام کرنے کی غرض سے رک گیا یہ آرام مسافر کے لئے بہت شیریں ہوتا ہے۔ سورج کی حرارت سے ہماری آنکھیں کھلیں تو سب سے پہلے فلاں شخص اٹھا اس کے بعد فلاں جسکو لوگ ابو رجا کہتے ہیں راوی عوف کا نام بھول گیا چوتھے عمر ابن خطاب بیدار ہوئے تھے رسولؐ کو بیدار نہیں کیا جاتا تھا بلکہ وہ خود بیدار ہوتے تھے کیونکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ نیند کی حالت میں ان پر کیا گزری جب عمر جاگے اور لوگوں کو سوتے دیکھا تو عمر چالاک تو تھے ہی فوراً تکبیر کی صدا بلند کی ابھی تکبیر ختم نہیں ہوئی تھی کہ نبیؐ بیدار ہو گئے تو لوگوں نے اپ بیتی آنحضرت کو سنائی۔ آپؐ نے فرمایا کوئی بات نہیں ہے آگے بڑھو ابھی تھوڑی ہی دور

چلے تھے کہ رسولؐ ٹھہرے اور لوگوں کو وضو کرنے کا حکم دیا۔ وضو کیا گیا آپ کی اقتدا کی میں نماز ادا کی گئی ایک شخص نے تمام لوگوں کے ساتھ نماز نہ پڑھی آپ نے اس سے فرمایا تم نے سب کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ اس نے کہا میں مجنب ہو گیا تھا اور پانی نہیں تھا۔ آپؐ نے فرمایا خاک تو ہے وہی تمہارے لیئے کافی ہے۔ . . . [1]

لیکن عمر کتاب خدا اور سنت رسولؐ کے خلاف کہتے ہیں کہ جس شخص کو پانی نہ ملے وہ نماز نہ پڑھے۔ ان کے اس نظریہ کو اکثر محدثین نے لکھا ہے۔ مسلم کہتے ہیں کہ ایک شخص عمر کے پاس آیا اور کہا میں مجنب ہو گیا ہوں اور پانی نہیں ملا عمر نے کہا کہ نماز نہ پڑھو! عمار نے کہا اے امیر المومنین کیا آپ کو وہ واقعہ یاد نہیں ہے جب میں اور آپ ایک سریہ میں مجنب ہو گئے تھے اور ہمیں پانی نہیں ملا تھا آپ نے تو نماز ہی نہیں پڑھی تھی لیکن میں زمین پر لوٹا اور نماز پڑھ لی پس نبیؐ نے فرمایا تمہارے لیئے اتنا ہی کافی تھا کہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارتے پھر انھیں پھونک دیتے اور پھر دونوں ہاتھوں سے چہرہ اور ہتھیلیوں (کی پشت) کا مسح کرتے (عمار کی یہ بات سن کر) عمر نے کہا اے عمار خدا سے ڈرو! عمار نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں یہ بات بیان نہ کروں۔ [2]

سبحان اللہ عمر نے کتاب خدا اور سنت رسولؐ کی مخالفت پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ صحابہ کو اپنی رائے کے خلاف بولنے تک کو منع کر دیا اور عمار خلیفہ سے معذرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں

---

[1] ۔ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۵۴

[2] ۔ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۵۴

یہ بات کسی سے بیان نہ کردں۔ عمر اس اجتہاد، اس معارضہ اور نصوص پر صحابہ کی گواہی کے باوجود اپنی رائے پر اٹل رہے اور مرتے دم تک نصوص سے مطمئن نہ ہوئے اور اپنے اجتہاد پر عمل کرتے رہے ان کے اس نظریہ نے بہت سے صحابہ کو متاثر کیا اس لئے وہ عمر کی رائے کو رسولؐ کی رائے پر مقدم کرتے رہے

مسلم نے شفیق سے روایت کی ہے میں عبداللہ اور ابوموسیٰ کے پاس بیٹھا تھا۔ ابوموسیٰ نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن اس مسئلہ میں آپ کا کیا نظریہ ہے کہ اگر ایک شخص مجنب ہوجائے اور اسے ایک مہینے تک پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے؟ عبداللہ نے کہا اگر ایک مہینے تک بھی پانی نہ ملے تو بھی تیمم نہیں کرے گا! ابوموسیٰ نے کہا کہ پھر سورۂ مائدہ کی اس آیت کا کیا مطلب ہے۔۔۔ ﴿فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً﴾ عبداللہ نے کہا کہ اگرچہ اس آیت میں تیمم کی اجازت دی گئی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس وقت کے لئے ہے جب پانی ٹھنڈا ہو اس وقت تیمم کرو۔ ابوموسیٰ نے عبداللہ سے کہا: کیا تم نے عمار کا قول نہیں سنا ہے کہ مجھے رسولؐ نے ایک کام کے لئے بھیجا اور میں مجنب ہوگیا اور پانی نہ مل سکا تو میں چوپائے کی طرح خاک میں لوٹا پھر آنحضرتؐ کی خدمت میں شرفیاب ہوکر یہ واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: تمھارے لئے اتنا کافی تھا کہ تم اس طرح ہاتھوں کو اٹھاتے پھر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک مرتبہ زمین پر مارا اور اپنے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کی پشت کا مسح کیا۔

عبداللہ نے کہا: کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ عمر عمار کے قول سے مطمئن نہیں ہوئے تھے۔[1] جب ہم بخاری و مسلم کی اس روایت میں غور کرتے ہیں تو اس سے یہ بات آشکار ہوجاتی ہے کہ عمر کے نظریہ نے کس مقدار میں بہت سے صحابہ کو متاثر کیا ہے اور اسی سے احکام کا تناقض بھی واضح ہو

جاتا ہے اور روایت کا ضعف و تضاد بھی آشکار ہو جائے گا۔ شاید یہی چیز اموبوں اور عباسیوں کے حکام کا اسلامی احکام کو خفیف جاننے کی تفسیر کرتی ہے۔ اور اس کا کوئی بھرم نہیں رہ جاتا اسی لیے وہ ایک حکم متعدد متعارض مذاہب ہم آواز ہو گئے ہیں اگرچہ وہ بظاہر حنفی، مالکی، حنبلی اور شافعی ہیں؛ اب جو تم چاہو اپنی رائے سے کہو کیونکہ تمھارے سید و سردار عمر بھی اپنی رائے سے قرآن و سنت کے مقابلہ میں جو چاہتے تھے کہدیتے تھے۔ تمھیں کوئی برا نہیں کہہ سکتا ہے کیونکہ تم اتباع کرنے والے ہو ایجاد کرنے والے نہیں۔[1]

ان سب سے تعجب خیز تو عبداللہ ابن مسعود کا یہ قول ہے کہ اگر ایک مہینے تک بھی پانی دستیاب نہ ہو تب بھی (مسلمان) تیمم نہیں کرے گا۔ جب عبداللہ ابن مسعود ایسا بزرگ صحابی یہ کہتا ہے کہ جب مجنب کو پانی نہ ملے تو ایک مہینے تک نماز چھوڑ دے لیکن تیمم نہ کرے اور وہ (عبداللہ) ابو موسیٰ کو یہ بات یاد کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ سورۂ مائدہ کی آیت خاص موضوع کے لیے نازل ہوئی ہے چنانچہ جواب دیتے ہیں کہ اگر اس آیت میں تیمم کی اجازت دی بھی گئی ہے تو اس وقت کے لیے جب پانی ٹھنڈا ہو۔

اور یہیں سے ہماری سمجھ میں یہ بات بھی آجاتی ہے کہ وہ حسب منشا قرآن کی نصوص کے مقابلہ میں کس طرح اجتہاد کرتے تھے افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ امت کے تنگی اور حرج کو نہیں دیکھتے تھے جبکہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿یرید الله بکم الیُسر ولا یرید بکم العسر﴾

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۹۱ ، "کتاب التیمم صریه"

خدا تمھارے لئے آسانی چاہتا ہے زحمت نہیں چاہتا

سورۂ بقرہ، آیت ۱۸۵

یہ شخص (عبد اللہ) کہتا ہے کہ اگرچہ اس آیت میں انھیں تیمم کی اجازت دی گئی ہے لیکن اس وقت کے لئے جب پانی ٹھنڈا ہو گیا ہو کیا انھوں نے خدا و رسولؐ سے جدا ہو کر خود کو مبلغ سمجھ لیا ہے؟ کیا وہ لوگوں پر ان کے خالق و پروردگار سے بھی زیادہ رحیم و رؤف ہے؟

اس کے بعد ابو موسیٰ اس سنت نبیؐ سے عبد اللہ کو قانع کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کو عمار نے بیان کیا تھا۔ اور جس میں رسولؐ نے تیمم کرنے کا طریقہ سکھایا تھا۔ مگر عبد اللہ اس مشہور حدیث کو یہ کہکر رد کر دیتے ہیں کہ عمار کے قول سے عمر ابن خطاب مطمئن نہیں ہوتے تھے!

اور یہاں یہ چیز بھی واضح ہو جاتی ہے کہ بعض صحابہ کے نزدیک عمر کا قول ہی قانع کنندہ حجت تھی عمر خواہ حدیث سے مطمئن ہوتے ہوں یا آیت وحدیث کے صحیح ہونے اور آیت کے مفہوم کو پرکھنے کا معیار عمر ہی تھے خواہ آیت رسولؐ کے اقوال و افعال کے معارض ہی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم بہت سے لوگوں کے افعال کو قرآن و سنت رسولؐ کے خلاف دیکھتے ہیں کیونکہ نصوص کے مقابلہ میں عمر کا اجتہاد آج مذہب بن گیا ہے اسی کا اتباع کیا جا رہا ہے اور جب بعض بااقتدار اور صاحبان نظر کو یہ بات معلوم ہے کہ عہد خلفاء میں احادیث بیان کرنا ممنوع تھا، حدیث کی تدوین بعد میں ہوئی ہے۔ حفاظ اور راویوں نے جو بیان کیا وہی لکھ لیا گیا نتیجہ میں وہ مذہب عمر کے مخالف ثابت ہوئیں۔ کچھ راویوں نے اپنی طرف سے گڑھ کر رسولؐ کی طرف منسوب کر دی تاکہ ان کے ذریعہ ابو حفص (عمر) کی تائید کر سکیں جیسے کہ مسئلہ متعہ اور نماز تراویح وغیرہ کے بارے میں متناقض روایتیں

نقل ہوئی ہیں اسی لئے یہ مسئلہ آج تک مسلمانوں کے درمیان اختلافی ہے۔ اور اس زمانہ سے اسی حالت پر باقی ہے۔ جب تک عمر کا دفاع کرنے والے موجود رہیں گے بات صرف عمر کی ہے حق کے لئے بحث نہیں کرتے ہیں۔ عمر سے کوئی کہے کہ اے عمر آپ نے غلطی کی ہے کیونکہ پانی کے فقدان سے نماز ساقط نہیں ہوتی ہے اس کے لئے آیت تیمم کتابِ خدا میں موجود ہے اور کتب احادیث میں حدیث تیمم مذکور ہے پس جب آپ کو دونوں کی خبر نہیں ہے تو آپ کو منصب خلافت پر متمکن ہونا اور امت کی قیادت کرنا زیب نہیں دیتا۔ اور اگر آپ کو علم تھا تو وہ علم آپ کو کافر قرار دیتا ہے۔ اس لئے کہ آپ نے قرآن وحدیث کے احکام کی مخالفت کی ہے اگر آپ مومن ہوتے تو ایسا نہ کرتے کیونکہ جب خدا اور اس کا رسوؐل کوئی فیصلہ کر دیں تو آپ کو کسی فیصلہ کو قبول کرنے اور کسی کو رد کرنے کا حق نہیں ہے یہ بات آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ:

من يعصي الله ورسوله فقد ضلَّ ضلالاً مُبيناً.

جو بھی خدا و رسوؐل کی نافرمانی کرے گا وہ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہوگا۔

ارشاد پروردگار عالم ہے:

﴿إنّما الصَّدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلّفة قلوبُهم وفي الرّقاب والغارمينَ وفي سبيل الله وابن السّبيل، فريضة من الله والله عليم حكيم﴾

صدقات وخیرات بس فقراء ومساکین اور ان کے کام کرنے والے اور جن کی تالیف قلب کی جاتی ہے اور غلاموں کی آزادی میں اور قرضداروں کے لئے اور راہ خدا میں اور

غربت زدہ مسافروں کے لئے ہیں یہ اللہ کی طرف سے فریضہ
ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اور رسولؐ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپؐ مولفۃ القلوب کا وہ حق دیا کرتے تھے جو خدا نے فرض کیا ہے لیکن عمر ابن خطاب نے اس فرض شدہ حق کو اپنی خلافت کے زمانہ میں باطل قرار دیا اور نص کے مقابلہ میں اجتہاد کیا۔ اور مولفۃ القلوب سے کہا ہمیں تمھاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام کو خدا نے عزت دی ہے اور تم سے بے نیاز کر دیا بلکہ عمر نے یہ حکم تو ابوبکر کی خلافت کے زمانہ ہی میں لگا دیا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ مولفۃ القلوب ابوبکر کے پاس اپنا حق لینے آئے تو انھوں نے عمر کو رقعہ لکھا کہ ان کا حق دے دو، رقعہ لے کر وہ لوگ عمر کے پاس پہونچے تو عمر نے وہ رقعہ لے کر پھاڑ دیا اور ان لوگوں سے کہا ہمیں تمھاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام کو خدا نے عزت دی ہے اور تم سے بے نیاز کیا ہے پس اگر تم اسلام قبول کرتے ہو فبہا، ورنہ ہمارے اور تمھارے درمیان تلوار ہے۔ وہ بے چارے ابوبکر کے پاس آئے اور کہنے لگے خلیفہ آپ ہیں یا وہ؟ ابوبکر نے کہا انشاء اللہ وہی ہیں اور عمر کی رائے کے موافق ابوبکر نے بھی عمل کیا۔ [1]

تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ عمر کا دفاع کرنے والوں کو آپ آج بھی دیکھیں گے کہ وہ اس واقعہ کو عمر کے مناقب اور شجاعت میں شمار کرتے ہیں انھیں میں سے ایک شیخ محمد المعروف بہ دوالیبی بھی ہیں۔ وہ اپنی کتاب اصول الفقہ کے ص ۲۳۹ پر رقمطراز ہیں کہ:

شاید مولفۃ القلوب اس حق کو قطع کرنے میں جس کو

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ فی الفقہ الحنفی، جلد ۱ ص ۱۶۴

خدا نے قرآن میں فرض کیا ہے۔ عمر کا اجتہاد ان احکام کے لئے
مقدمہ تھا جن کو وہ قرآنی نص کے باوجود وہ مصلحت وقت
کے لحاظ سے بدل لیا کرتے تھے۔

اس کے بعد موصوف عمر کے لئے عذر تراشتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عمر نے نص کی علت پر نظر کی نہ کہ اس کے ظاہر پر۔ ۔ ۔ آخر تک ان کا ایسا کلام ہے جس کو سلیم عقلیں نہیں سمجھ سکتی ہیں ہم ان کی اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ عمر مصلحت وقت کے لحاظ سے احکام قرآنی میں ردوبدل کر کے اپنی رائے پر عمل کرتے تھے لیکن ان کی اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ عمر نے نص کی علت کو دیکھا اور ظاہر پر نظر نہیں کی شیخ محمد اور ان کے ہمنواؤں سے ہماری گزارش ہے کہ نصِ قرآن اور نص نبوی زمانوں کے بدلنے سے متغیر نہیں ہوتی ہے۔ قرآن صراحت کے ساتھ کہہ رہا ہے کہ خود رسولؐ کو بھی کسی ردوبدل کا حق نہیں ہے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وإذا تُتلى عليهم آياتنا بيّناتٍ قال الذين لا يرجونَ
لقاءنَا ائتِ بقرآنٍ غير هذا أو بدّلْهُ قل ما يكون لي أن
أبدّلَهُ من تلقائي نفسي إن أتّبعُ إلا ما يوحى إليَّ اني
أخاف إن عصيتُ ربّي عذابَ يومٍ عظيم﴾

اور جب ان کے سامنے ہماری آیات کی تلاوت
کی جاتی ہے تو جن لوگوں کو ہماری ملاقات کی امید نہیں ہے
وہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن لائیے۔ یا
اسی کو بدل دیجئے۔ تو آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اپنی طرف سے
بدلنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ میں تو صرف اس امر کا اتباع
کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے میں اپنے پروردگار

کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے عظیم دن کے عذاب
کا خوف ہے۔ سورۂ یونس، آیت ر ۱۵

اور سنت نبوی کہتی ہے: حلال محمدؐ قیامت تک حلال ہے اور حرام محمدؐ قیامت تک حرام ہے۔

لیکن دوالیبی اور اجتہاد کے قائل افراد کے زعم کے مطابق زمانہ کے تغیر سے احکام متغیر ہوتے ہیں تو اس صورت میں ان حکام پر ملامت نہیں کی جاسکتی ہے جو احکام خدا کو اپنی مصلحت کے اقتضا کے مطابق قبائلی احکام سے بدل لیتے ہیں ظاہر ہے وہ حکم خدا کے مخالف ہوتے ہیں پس ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ روزہ توڑ دو! تاکہ اپنے دشمن پر فتحیاب ہوسکو۔ اور موجودہ زمانہ میں جبکہ ہم فقر و جہل سے جنگ کر رہے ہیں روزے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور روزہ تو ہمیں نتیجہ گری اور تعدد ازدواج سے روکتا ہے کیونکہ روزہ (جماع کو) عورت کے حقوق کی پامالی قرار دیتا ہے (کوئی) کہتا ہے کہ محمدؐ کے زمانہ میں عورت پیشاب کے برتن سے تعبیر کی جاتی تھی۔ آج ہم نے اسے آزادی دلائی ہے اور اس کے پورے حقوق دئے ہیں۔

اس رئیس نے بھی نص کی علت کو مدنظر رکھا اور اس کے ظاہر کو نظر انداز کر دیا بالکل اسی طرح جس طرح عمر نے کہا تھا۔ کہ آج مرد و عورت دونوں کو برابر میراث دی جائے گی کیونکہ خدا نے مرد کو دہرا حصہ دینے کا حکم اس وقت دیا تھا جب وہ خانوادے کی کفالت کرتا تھا اور عورت معطل رہتی تھی لیکن آج ایسا نہیں ہے آج عورت مشغول ہے، اپنے خانوادے کی کفالت کرتی ہے، وہ مثال میں اپنی زوجہ کو پیش کرتا ہے کہ انھوں نے اپنے بھائی کے اخراجات پورے کئے ہیں اور وہ ان کی عنایتوں سے و زیربن

گیا ہے۔ اسی طرح اس نے زنا کو مباح قرار دے دیا۔ اور زنا کو اس شخص کا حق قرار دیا ہے جو سن بلوغ کو پہونچ جائے، اور اس نے زنا سے پیدا ہونے والے بچوں کے لئے پرورش گاہ قائم کی ہے۔ لوگ اس کی یہ علت بیان کرتے ہیں کہ وہ زنا کی اولاد پر رحم کرتا ہے کیوں کہ لوگ ذلت و رسوائی کے خوف سے انھیں زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے اجتہادات ہیں، تعجب خیز بات تو یہ ہے یہ شخص عمر کی شخصیت سے اتنا متأثر ہے کہ متعدد بار اس نے عمر کا بڑے شد و مد کے ساتھ تذکرہ کیا ہے اور ایک مرتبہ کہا کہ عمر کو زندگی میں اور موت کے بعد بھی خلافت کی فکر تھی چونکہ جناب بھی صدر ہیں اس لئے زندگی اور موت کے بعد بھی مسئولیت کا بار برداشت کریں گے۔ ایک مرتبہ جب اسے یہ اطلاع ملی کہ مسلمان میرے اجتہاد پر تنقید کرتے ہیں تو اس نے کہا عمر اپنے زمانہ کے سب سے بڑے مجتہد تھے پس میں اپنے زمانہ میں کیوں نہ اجتہاد کروں، عمر حکومت کے صدر تھے میں بھی حکومت کا صدر ہوں۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ جب یہ رئیس محمدؐ کا تذکرہ کرتا ہے تو مزاحیہ اور مسخرانہ انداز میں کرتا ہے۔ اپنی ایک تقریر میں کہتا ہے کہ: محمدؐ کچھ بھی نہیں جانتے تھے انھیں جغرافیہ کا بھی علم نہیں تھا اسی لئے تو کہہ دیا علم حاصل کرو خواہ تمھیں چین جانا پڑے۔ وہ (محمدؐ) یہ سمجھتے تھے چین دنیا کا آخری حصہ ہے۔ محمدؐ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ علم اتنی ترقی کرے گا کہ ہواؤں میں لوہا اڑے گا انھیں پوٹاشیم یا یا ایٹمی علوم اور کیمیاوی اسلحہ کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔

میں اس بے خرد شخص پر ملامت نہیں کرتا ہوں کہ جو کتاب خدا اور سنت رسولؐ میں سے کچھ بھی نہیں جانتا ہے۔ اور ایک روز اپنی حکومت

کو اسلامی حکومت کا نام دیتا ہے ۔ جبکہ اسلام کا مذاق بھی اڑاتا ہے۔ اصل میں پس پردہ وہ مغربی تہذیب کار فرما ہے ۔ وہ چاہتا ہے کہ اس حکومت کو یورپی ممالک کا جز بنا دے ۔ بہت سے بادشاہوں اور رؤسا نے اسے مبارکبادی کے ساتھ تحائف بھی بھیجے جب اسے مغربی ممالک کی تائید اور اپنے متعلق ان کی رطب اللسانی معلوم ہوئی، یہاں تک کہ انھوں نے اسے مجاہد اکبر تک کا لقب دے دیا، میں پھر بھی اس پر ملامت نہیں کروں گا کیونکہ جو چیزیں اس سے دیکھنے میں آتی ہیں وہ بعید نہیں تھیں اس لئے کہ جس برتن میں جو ہوتا ہے وہی ٹپکتا ہے ۔ اور جب میں انصاف کروں گا تو پہلے ابوبکر و عمر اور عثمان کو ملامت کا نشانہ بناؤں گا کیونکہ انھوں نے ہی وفاتِ نبیؐ کے دن ہی سے اس کا دروازہ کھول دیا تھا اور اموی وعباسی حکام کے کل اجتہادات کا یہی لوگ سبب بنے، ان سے زیادہ کسی نے کچھ نہیں کیا، ساٹھ صدیوں کی طویل مدت تک اسلام کے حقائق اور اس کے نصوص و احکام کو چھپایا گیا، نتیجہ میں نوبت آج یہاں تک پہونچ گئی کہ ایک ملک کا صدر مسلمان معاشرہ و جمعیت کے سامنے اپنی تقریر میں رسولؐ کا مذاق اڑاتا ہے اور کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا ۔ نہ خود اس ملک کے باشندے کو شکوہ نہ دوسرے ممالک والوں کو اشکال ۔

اور یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اور جو میں اسلامی تحریک کے بعض اراکین سے کہتا ہوں کہ اگر آج تم اپنے ملک کے صدر سے اس بات پر لڑتے ہو کہ وہ نصوص قرآن و سنت کا اتباع نہیں کرتا ہے تو تم پر یہ بھی واجب ہے کہ اس شخص سے بیزاری اختیار کرو جس نے اس بدعت "نص کے مقابلہ میں اجتہاد،، کی بنیاد رکھی ہے ۔ اگر تم میں انصاف کا مادہ ہے

اور اب حق کا اتباع کرنا چاہتے ہو، جو لوگ میری اس بات کو قبول نہیں کرتے اور مجھے اس لئے برا بھلا کہتے ہیں کہ میں آج کے رؤسا کو خلفائے راشدین سے ملاتا ہوں۔ ان کے لئے میرا جواب یہ ہے کہ آج کے بادشاہ اور رؤسا تاریخی واقعات کا حتمی نتیجہ ہیں۔ اور مسلمان رسولؐ کی وفات سے لے کر آج تک کس دن آزاد تھے؟ کہتے ہیں کہ آپ شیعہ حضرات صحابہ پر بہتان باندھتے اور ان پر سب وشتم کرتے ہیں۔ اگر ہماری حکومت ہو گی تو تمھیں آگ میں جلائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ خدا تمھیں وہ دن ہی نہیں دکھائے گا۔

"ت" ارشاد خداوند ہے:

﴿الطلاقُ مرتان فإمساكٌ بمعروفٍ أوْ تسريحٌ بإحسان ولا يحلُّ لكم أن تأخذوا ممّا أتيتُموهن شيئاً إلا أن يخافَا ألاّ يُقيمَا حدودَ الله فإن خفتُم ألاّ يُقيمَا حُدودَ اللّه فلا جناح عليهما فيما افتدتْ به تلك حدود اللّه فلا تعتدوها ومن يتعدَّ حدودَ اللّهِ فأولئك هم الظالمون، فإن طلّقها فلا تحلُّ له من بعدُ حتّى تنكح زوجاً غيرهُ، فإن طلّقها فلا جناح عليهما أن يتراجعا إن ظنّا أنْ يُقيمَا حُدودَ اللّه وتلك حدودُ اللّه يُبينَها لقومٍ يعلمون﴾ سورۂ بقرہ، آیت ۲۳۰

طلاق دو مرتبہ دی جائے گی اس کے بعد یا نیکی کے ساتھ روک لیا جائے گا یا حسن سلوک کے ساتھ آزاد کر دیا جائیگا اور تمھارے لئے جائز نہیں ہے کہ جو کچھ انھیں دے دیا ہے، اس میں سے کچھ واپس لو مگر یہ کہ یہ اندیشہ ہو کہ دونوں حدودِ الٰہی کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو جب تمھیں یہ خوف پیدا ہو جائے

کہ وہ دونوں حدود الٰہی کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو دونوں کے لئے
آزادی ہے اس فدیہ کے بارے میں جو عورت مرد کو دے
لیکن یہ حدود الٰہیہ ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا اور جو حدود الٰہیہ
سے تجاوز کرے گا وہ ظالمین میں شمار ہوگا۔ پھر اگر تیسری مرتبہ
طلاق دے دی تو عورت مرد کے لئے حلال نہ ہوگی یہاں تک
کہ دوسرا شوہر کرے پھر اگر وہ طلاق دے دے تو دونوں کے
لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ آپس میں میل کرلیں اگر یہ خیال ہے
کہ حدود الٰہیہ کو قائم رکھ سکیں گے ۔ یہ حدود الٰہیہ ہیں جنھیں
خدا صاحبانِ علم واطلاع کے لئے واضح طور سے بیان کر
رہا ہے ۔

بے دھڑک سنت نبیؐ کی یہ تفسیر ہوتی رہی کہ بیوی شوہر پر تین طلاقوں کے بعد حرام ہوتی ہے اور پھر شوہر اسی وقت رجوع کر سکتا ہے جب کہ اس (مطلقہ) سے کوئی دوسرا مرد نکاح کرکے طلاق دے دے پس جب وہ طلاق دے دے گا تو ہر پرانے شوہر کو نئے پر تقدم حاصل ہوگا اور عورت کو یہ اختیار ہوگا کہ خواہ اسے (پرانے شوہر کو) قبول کرے یا انکار کر دے ۔

لیکن عمر ابن خطاب اپنی عادت کے مطابق ان حدود خدا میں غلطی کرتے ہیں جو جاننے والوں کے لئے بیان کئے گئے ہیں اس حکم کو بھی بدل دیا اور کہا کہ طلاق ایک ہی ہے لیکن تین لفظوں سے متحقق ہوگی اور شوہر پر اس کی زوجہ حرام ہو جائے گی اس طرح عمر نے قرآن مجید اور سنت نبیؐ کی مخالفت کی

صحیح مسلم کی کتاب الطلاق کے باب "طلاق الثلاث" میں ابن عباس سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ : عہد رسولؐ اور زمانہ ابوبکر میں نیز

دو سال خلافت عمر میں طلاق ایک ہی تھی پس عمر ابن خطاب نے کہا: لوگ اس سلسلہ میں جلدی سے کام لیتے ہیں اس میں ان کے لئے آسانی ہے۔ اگر ہم انکی تصدیق کر دیتے تو وہ ان کے لئے حجت ہو جاتی۔

قسم خدا کی تعجب ہے کہ خلیفہ صحابہ کے سامنے کس جرأت کے ساتھ احکام خدا کو بدل دیتے ہیں اور صحابہ ان کی ہر ایک بات کی موافقت کرتے ہیں نہ کوئی انکار کرتا ہے نہ معارضہ اور ہم غیر ہموں کو اس طرح فریب دیتے ہیں کہ ایک صحابی نے عمر سے کہا، قسم خدا کی اگر ہم کہیں آپ سے کجی دیکھیں گے تو تلوار کی باڑ پر لے لیں گے۔۔ یہ قول زور بہتان اس لئے ہے تاکہ خلافت کو بلا جھجک آزادی اور ڈیموکریسی کا نمونہ بنا کے پیش کیا جا سکے جبکہ تاریخ اس کی تکذیب کرتی ہے اور اقوال کا اس وقت کوئی اعتبار نہیں ہوتا جب عمل ان کے خلاف ہوتا ہے یا شاید وہ کتاب وسنت میں کجی دیکھ رہے تھے اور عمر ابن خطاب اسے استوار کر رہے تھے "اس ہذیان سے ہم خدا کی پناہ چاہتے ہیں" میں جب شہر قفصہ میں تھا تو میں ان لوگوں کو فتویٰ دیتا تھا کہ جو اپنی بیویوں کو "انت حرام بالثلاث" کے ذریعہ حرام کر لیتے تھے اور اس وقت بہت خوش ہوتے تھے جب میں انھیں وہ صحیح احکام بتاتا تھا کہ جن میں خلفاء اپنے اجتہاد کے ذریعہ تصرف نہیں کر سکے ہیں لیکن جو انھیں علم کی طرف بلاتا ہے وہ اسے یہ کہکر ڈراتے ہیں کہ شیعوں کے یہاں تو ہر چیز حلال ہے ایک بار ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے اچھے انداز میں جدال کیا اور پوچھا؟ کہ جب سیدنا عمر ابن خطاب نے اس قضیہ اور دوسرے احکام خدا کو بدل دیا اور صحابہ نے ان کی موافقت کی تو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ نے ان سے جدال وجنگ کیوں نہیں کی؟ میں نے اسے وہی جواب دیا جو علی علیہ السلام نے قریش کو اسوقت

دیا تھا جب انھوں نے یہ کہا تھا کہ وہ دلیر تو ہیں لیکن فنون جنگ سے بے خبر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ:

اللہ ان کا بھلا کرے، کیا ان میں سے کوئی ہے جو مجھ سے زیادہ جنگ کی مزاولت رکھنے والا اور میدان وغا میں مجھ سے پہلے سے کارنمایاں کئے ہوئے ہو، میں تو ابھی بیس برس کا بھی نہ تھا کہ حرب و ضرب کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور اب تو ساٹھ سے اوپر ہو گیا ہوں لیکن اس کی رائے ہی کیا جس کی بات نہ مانی جائے۔

جی ہاں! شیعوں کے علاوہ (کہ جو ان کی امامت پر ایمان رکھتے ہیں) مسلمانوں نے علیؑ کی بات پر کان دھرا۔ انھوں نے متعہ کی حرمت کے خلاف آواز بلند کی، تراویح کی بدعت کے خلاف معارضہ کیا بلکہ تمام ان احکام کے بارے میں صدائے احتجاج بلند کی جنھیں ابوبکر و عمر اور عثمان نے بدل ڈالا تھا لیکن ان کی رائے ان کے شیعوں میں محصور رہی اور دوسرے مسلمان ان سے جنگ کرتے رہے، لعنت بھیجتے رہے۔ آپ کے نام اور تذکرہ کو مٹانے میں منہمک رہے ان کے دلیرانہ موقف کو اس وقت کسی نے نہیں پہچانا کہ جب آپ کو عبد الرحمٰن ابن عوف کہ عمر کے بعد جس کے ہاتھ میں خلافت کی باگ ڈور تھی، نے بلایا اور کہا میں آپ کو اس شرط پر خلیفہ بناتا ہوں کہ آپ مسلمانوں میں سنت شیخین، ابوبکر و عمر کے مطابق فیصلے کریں گے، علی علیہ السلام نے اس سے انکار کر دیا اور فرمایا: میں کتابِ خدا اور سنت رسولؐ کے مطابق عمل کروں گا اسی بنیاد پر انھوں نے علیؑ کو نظر انداز کر دیا اور عثمان ابن عفان نے یہ شرط قبول کر لی لہٰذا خلافت انھیں کو سونپ دی گئی پس جب علیؑ ابوبکر و عمر

کے مرنے کے بعد بھی ان سے معارضہ نہیں کر سکتے تھے تو ان کی موجودگی میں کیونکر ممکن تھا؟؟

اس لئے آپ باب مدینۃ العلم کہ جو رسولؐ کے بعد اعلم الناس کو دیکھتے ہیں کہ وہ اہلسنت کے یہاں متروک ہیں، وہ (اہلسنت) مالک، ابوحنیفہ شافعی اور ابن حنبل کی اقتدا کرتے ہیں اور تمام امور دین میں انھیں کی تقلید کرتے ہیں کسی بھی چیز کے بارے میں علیؑ سے رجوع نہیں کرتے ہیں اسی طرح آپ ان کے ائمہ حدیث جیسے بخاری و مسلم کو دیکھیں گے وہ ابوہریرہ، ابن عمر اور ہر ایک لنگڑے گنجے اور قریب و بعید سے سیکڑوں حدیثیں نقل کرتے ہیں لیکن علی علیہ السلام سے معدود چند ہی حدیثیں نقل کرتے ہیں وہ بھی جھوٹی اور اہلبیت کی عظمت کو گھٹانے والی پھر وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ جو علیؑ کی تقلید کرتے ہیں انھیں کافر کہتے ہیں ان کو روافض کے القاب سے یاد کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ شیعوں کی صرف اتنی خطا ہے کہ وہ علیؑ کی اقتدا کرتے ہیں کہ جنھیں خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں گوشہ نشیں بنا دیا گیا تھا پھر امویوں اور عباسیوں کے زمانۂ حکومت میں ان پر لعنت کی گئی جس کو تاریخ سے کچھ لگاؤ ہے وہ بہت جلد اسی واضح حقیقت کو درک کر لے گا اور علیؑ و اہلبیتؑ و شیعیانِ علیؑ کے خلاف ہونے والی سازش کو سمجھ لے گا۔

مخالفت نصوص کے سلسلہ میں عثمان اپنے دوستوں کا اتباع کرتے ہیں

شاید عثمان ابن عفان نے عبدالرحمٰن ابن عوف سے اس شرط پر خلافت لیتے وقت کہ وہ سیرت شیخین ابوبکر وعمر پر عمل کریں گے یہ طے کر لیا تھا کہ میں بھی ان دونوں (ابوبکر وعمر) کی طرح نصوص قرآن اور نصوص نبوی کے مقابلہ میں اجتہاد کروں گا۔ جو شخص عثمان کے دوران خلافت کا مطالعہ کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ اجتہاد کے میدان میں عثمان ابوبکر وعمر سے کہیں آگے نکل گئے تھے اور لوگ ان دونوں کے اجتہادات کو بھول گئے تھے میں اس موضوع کو طول نہیں دینا چاہتا۔ اس سے جدید وقدیم تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور ان میں عثمان کی وہ عجیب وغریب باتیں بھی مرقوم ہیں جو ان کے قتل کا باعث بنیں لیکن میں اپنی عادت کے مطابق قارئین اور محققین کے لئے اختصار کے ساتھ دین محمدی میں اجتہاد کے حامی افراد کا تذکرہ کر رہا ہوں۔

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب "صلوٰۃ المسافرین" میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: خدا نے دو رکعت نماز فرض کی تھی پھر وطن میں پوری (یعنی چار رکعت) فرض کی اور سفر میں وہی دو رکعت واجب رہی۔

مسلم نے اپنی صحیح کی اسی کتاب میں یعلی ابن امیہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر ابن خطاب سے کہا کہ اگر تمھیں کافروں

کا خوف ہو تو نماز قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس طرح لوگ محفوظ رہیں گے! انھوں نے فرمایا! مجھے بھی اسی چیز سے تعجب ہے جس سے تمہیں تعجب ہے پس میں نے رسوؐل سے دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا: یہ صدقہ ہے جو اللہ نے تم پر تصدق کیا ہے پس اس کے صدقہ کو قبول کرو۔

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: خدا نے اپنے نبیؐ کی زبان سے حضر (وطن) میں چار رکعت اور سفر میں دو رکعت اور حالت خوف میں ایک رکعت واجب کی ہے۔

اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح میں انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ جب رسوؐل تین میل یا تین فرسخ کا سفر کرتے تھے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

نیز انھیں سے مروی ہے کہ ہم مدینہ سے رسوؐل کے ہمراہ مکہ گئے تو واپسی تک دو دو رکعت نماز پڑھتے رہے، میں نے دریافت کیا کہ مکہ میں کتنے دن قیام کیا؟ کہا دس روز۔

مسلم کی بیان کردہ ان احادیث سے ہم پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو آیت قصر کے متعلق رسوؐل پر نازل ہوئی تھی رسوؐل نے اپنے قول و عمل سے اس کی تفسیر بیان کی تھی اور بتایا تھا کہ یہ خدا کی طرف سے چھوٹ ہے اس کے ذریعہ خدا مسلمانوں پر تصدق کرتا ہے پس مسلمانوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہے۔ اس سے دوالیبی اور اس جیسے عمر کی خطا کو صحیح بنا کر پیش کرنے والے اور ان کے لئے عذر تراشنے والے افراد کا یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ عمر نے اس کی علت کو مدنظر رکھا اور اس کے ظاہر کو

نظر انداز کر دیا۔ کیونکہ رسولؐ نے عمر کو آیت قصر نماز کے نزول کے وقت یہ سمجھا دیا تھا کہ نصوص ثابتہ اپنی علت پر موقوف نہیں ہوتی ہیں اس طرح سفر کی حالت میں نماز قصر رہے گی اگرچہ لوگوں کو خوف بھی لاحق نہ ہو لیکن عمر کا دوسرا ہی نظریہ ہے جس کو روایتی اور اہلسنت کے دوسرے علماء نے اپنے حسن ظن کی بنا پر نقل کیا ہے۔

ہمیں عثمان ابن عفان کی طرف دیکھنا چاہئیے وہ بھی نصوص قرآن و سنت کے مقابلہ میں اجتہاد کرتے ہیں وہ بھی خلفائے راشدین میں شامل ہیں، وہ سفر میں بھی پوری نماز پڑھتے ہیں۔ بجائے دو رکعت کے چار رکعت ادا کرتے ہیں۔

کیا میں یہ سوال کر سکتا ہوں کہ اس فریضہ میں کمی زیادتی کا سبب کیا ہے میری نگاہ میں اس کا منشا یہ تھا کہ عوام کو خصوصاً بنی امیہ کو یہ باور کرا دے کہ وہ محمدؐ اور ابوبکر و عمر سے زیادہ متقی ہے۔

مسلم نے اپنی صحیح کے باب صلوٰۃ المسافر بمنیٰ وقصر الصلوۃ میں سالم سے اور انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے رسولؐ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ منیٰ میں نماز قصر پڑھتے تھے اور ابوبکر و عمر اور عثمان اپنی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں ایسے ہی پڑھتے تھے لیکن بعد میں وہ پوری نماز پڑھنے لگے۔

نیز مسلم میں بیان ہوا ہے کہ زہری کہتے ہیں کہ میں نے عروہ سے کہا: عائشہ کو کیا ہو گیا ہے وہ سفر میں پوری نماز پڑھتی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ عائشہ نے عثمان کی طرح تاویل کر لی ہے۔

اس طرح دین خدا اپنے احکام و نصوص کے ساتھ مفسرین کی تفسیر اور تاویل کرنے والوں کی تاویل و تفسیر کا تابع دار ہو کے رہ گیا۔

"ب" اسی طرح عثمان نے عمر کی تائید میں متعۃ الحج کی حرمت کے بارے میں اجتہاد کیا اور متعۃ النسا کو حرام قرار دیا۔ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الحج کے باب "التمتع والاقران" میں مروان ابن حکم سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے عثمان و علیؑ رضی اللہ عنہما دونوں کو دیکھا ہے عثمان متعہ کرنے سے روکتے تھے اور دونوں کو جمع کرنے سے روکتے تھے۔ پس علیؑ نے ان دونوں عمرہ و حج میں عمل کیا اور فرمایا: میں کسی کے کہنے سے سنت نبیؐ کو ترک نہیں کروں گا۔

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الحج کے باب "جواز التمتع" میں سعید ابن مسیب سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: علیؑ و عثمان عسفان میں جمع ہو گئے عثمان متعہ یا عمرہ سے منع کر رہے تھے علیؑ نے فرمایا: کیا آپ اس فعل سے منع کر رہے ہیں جس پر رسولؐ نے عمل کیا ہے؟ عثمان نے کہا: چھوڑئیے، آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے کہنے سے اس کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں پس علیؑ نے ان دونوں پر عمل کیا۔

جی ہاں! یہ علیؑ ابن ابیطالب ہیں کہ جو کسی کے کہنے پر، سنت رسولؐ کو نہیں چھوڑتے ہیں دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان اور علیؑ کے درمیان اس قول کے سلسلہ میں اختلاف رہا، عثمان علیؑ سے کہتے "دعنا منک" اس میں ہر چیز کی مخالفت ہے، اور اس چیز کا اتباع نہیں ہے جس کی حضرت علیؑ اپنے ابن عم رسولؐ سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ مقطوعہ روایت کے بارے میں آپ یہ کہیں کہ علیؑ نے یہ فرمایا پس جب علیؑ کی یہ رائے ہے تو میں اسے کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟

لاریب، خلیفہ (عثمان) اپنی ہی رائے پر مصر رہے۔

باوجودیکہ علیؑ نے انھیں سنت نبوئی یاد دلائی لیکن عثمان نے علیؑ کی مخالفت میں لوگوں کو تمتع سے منع کر دیا اور حج و عمرہ کی اجازت دیدی۔

"مت" اسی طرح عثمان نماز کے اجزاء میں اجتہاد کر لیتے تھے اور سجدہ میں جاتے اور بلند ہوتے وقت تکبیر نہیں کہتے تھے۔

امام احمد ابن حنبل نے عمران ابن حصین سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے علیؑ کی امامت میں نماز ادا کی میں نے کہا آپ (علیؑ) نے مجھے رسولؐ اور دونوں خلفاء کی نماز یاد دلادی۔ میں بھی گیا اور ان کے پیچھے نماز ادا کی تو انھوں نے رکوع میں جاتے اور بلند ہوتے وقت تکبیریں کہیں، میں نے کہا: اے ابونجید سب سے پہلے یہ تکبیریں کس نے ترک کیں؟ کہا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس وقت چھوڑ دی تھیں جب وہ بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کی آواز نحیف ہو گئی تھی۔ [1]

ہاں اسی طرح سنت نبیؐ برباد ہوئی اور اس کی جگہ سنتِ خلفاء، سنتِ بادشاہان اور سنتِ صحابہ نیز سنت اموی و عباسی نے لے لی اور یہ سب اسلام میں بدعت ہیں اور ہر بدعت ضلالت ہے اور ضلالت کا نتیجہ جہنم ہے جیسا کہ رسالتاب علیہ التحیہ والسلام نے فرمایا ہے۔

اسی لئے آپ آج مسلمانوں کی نمازوں کی مختلف شکلیں ملاحظہ کر رہے ہیں، آپ انھیں ایک تصور کرتے ہیں جبکہ ان کے قلوب جدا ہیں وہ ایک صف میں کھڑے ہوں تو دیکھئے کہ کسی کے ہاتھ کھلے ہیں کسی کے بندھے ہیں اور ان ہاتھ باندھنے والوں کے طریقے بھی جدا ہیں۔ کوئی

---

[1] مسند احمد ابن حنبل جلد ۴ ص ۴۲۸

نیفے سے اوپر ہاتھ باندھتا ہے اور کوئی سینے کے پاس باندھتا ہے، کوئی دونوں پیر ملاکر کھڑا ہوتا ہے اور کوئی دونوں پیر کے درمیان فاصلہ قائم کرتا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے اس فعل کو حق سمجھتا ہے۔ اور جب آپ اس سلسلہ میں ان سے گفتگو کریں گے تو وہ جواب دیں گے برادر یہ نماز کی صورتیں ہیں انھیں اہمیت نہ دو جس طرح چاہو پڑھو ہم نماز پڑھنا ہے۔

ہاں! یہ ایک حد تک صحیح ہے ہم صرف نماز ہے لیکن نماز کے لئے واجب یہ ہے کہ وہ رسولؐ کی نماز کے مطابق ہو، رسولؐ کا ارشاد ہے: اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھو۔ پس ہمیں ان کی نماز کے بارے میں چھان بین کرنا چاہیئے کیونکہ نماز دین کا ستون ہے۔

"ث" عثمان سے فرشتے بھی شرم کھاتے ہیں:

بلاذری کا کہنا ہے کہ

جب عثمان کو ابوذرؓ کے ربذہ میں مر جانے کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا: خدا ان (ابوذرؓ) پر رحم کرے۔ عمار یاسر نے کہا کہ ہاں خدا ہم سب پر رحم کرے عثمان نے عمار سے ایک گالی دینے کے بعد کہا تم مجھے ابوذرؓ کے ساتھ کئے جانے والے سلوک پر شرمندہ کرنا چاہتے ہو، جاؤ تم بھی ربذہ چلے جاؤ۔ [1]

جب عمار تیار ہوئے تو قبیلہ مخزوم علیؑ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ ہی عثمان سے گفتگو کیجئے، علی علیہ السلام نے عثمان سے کہا: اے عثمان خدا سے ڈرو! تم نے ایک صالح انسان کو جلا وطن کیا وہ جلا وطنی کے عالم

---

[1] انساب الاشراف جلد ۵ ص ۵۴

میں جاں بحق ہو گیا اور اب اس کے مثل انسان کو جلا وطن کرنا چاہتے ہو؟ دونوں کے درمیان کافی دیر تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ عثمان نے علی علیہ السلام سے کہا جلاوطنی کے تم اس سے بھی زیادہ مستحق ہو علیؑ نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو تو کر گذرو!

پھر مہاجرین جمع ہو کر عثمان کے پاس آئے اور کہا کہ جو کچھ تم نے اس جلا وطن شخص کے لئے کہا ہے کہ جیسے تم نے شہر بدر کیا ہے تو یہ تمھارے حق میں بہتر نہیں ہے اس لئے عثمان نے عمار کو شہر بدر کرنے سے پرہیز کیا

یعقوبی لکھتے ہیں کہ عمار یاسر نے مقداد کے جنازہ پر نماز پڑھی اور دفن کر دیا اور مقداد کی وصیت کے مطابق عثمان کو ان کے انتقال کی خبر نہ دی تو عثمان عمار پر بہت غضبناک ہوئے اور کہا: ویل ہو ابن سودا پر کاش مجھے اس کی اطلاع ہوتی - [۱]

کیا اس شرمیلے انسان سے گالیوں کا صدور ممکن ہے جس سے ملائکہ حیا کھاتے ہیں؟ اور وہ بھی نیک و شریف مومنین کے بارے میں؟

عثمان نے صرف عمار پر سب و شتم اور انھیں گالی دینے ہی پر اکتفا نہ کی جیسا کہ کہا تھا: یا عاض ایر ابیہ،، بلکہ اپنے غلاموں سے کہا عمار پر ٹوٹ پڑو اپس انھوں نے لات اور مکّوں سے عمار کو مارا اور پھر عثمان نے لاتوں سے مارا جبکہ عثمان کے جوتوں میں نعل لگی ہوئی تھی جس سے وہ (عمار) مرض فتق میں مبتلا ہو گئے۔ عمار ضعیف تھے لہٰذا مار کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے یہ قصہ مورخین کے درمیان مشہور ہے۔ [۲]

---

[۱] تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۴۷ ۔ [۲] انساب الاشراف جلد ۵ ص ۴۹

عبداللہ ابن مسعود کے ساتھ بھی عثمان نے ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ عبداللہ ابن مسعود کو عثمان کا ایک سپاہی کاندھے پر اٹھا کر مسجد کے دروازہ تک لایا اور زمین پر دے مارا جس سے ان کی پسلی ٹوٹ گئی[1] جبکہ عبداللہ ابن مسعود کی صرف اتنی خطا تھی کہ انھوں نے عثمان سے یہ کہہ دیا تھا کہ بنی امیہ کے فاسق افراد کو بے حساب مسلمانوں کا مال نہ دیں۔

پھر عثمان کے خلاف شورش برپا ہو گئی نوبت ان کے قتل تک پہونچی اور تین روز تک انھیں دفن نہ کیا گیا۔ اس کے بعد بنی امیہ کے چار افراد آئے تاکہ نماز جنازہ پڑھیں تو صحابہ میں سے کسی نے کہا کہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان پر تو ملائکہ نے نماز پڑھی ہے۔ پس لوگوں نے کہا: قسم خدا کی ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں ہرگز دفن نہیں کرنے دیا جائے گا۔ لہذا بے غسل وکفن "حش کوکب" یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ جب بنی امیہ کا تسلط ہوا تب انھوں نے حش کوکب کو بقیع میں شامل کر لیا۔

یہ خلفائے ثلاثہ کی مختصر تاریخ ہے اگرچہ ہم نے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی مختصر تاریخ بیان کی ہے۔ اور چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کی ہے۔ لیکن ان خیالی فضائل کا پردہ چاک کرنے کے لئے۔ کہ جنھیں خلفائے ثلاثہ جانتے بھی نہیں تھے اور اپنی زندگی کے کسی لمحہ میں

— الاستیعاب جلد ۲ ص۳۲۳، الامامت والسیاسۃ جلد ۱ ص۲۹، شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص۲۳۹، العقد الفرید ابن عبد ربہ جلد ۲ ص۲۷۲۔ [1] انساب الاشراف واقدی، تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص۱۴۷، شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص۲۳۷

ان فضائل کے حامل نہیں تھے۔ اتنا ہی کافی ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اہلسنت ان حقائق کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

اہل ذکر کے پاس اس کا جواب یہ ہے کہ: اگر تم ان حقائق سے واقف ہو، انھیں تسلیم کرتے ہو، ان کا انکار نہیں کرتے کیونکہ تم نے اپنی صحاح میں جس طرح پیش کیا ہے اگرچہ کتر دبیونت کے ساتھ نقل کیا ہے لیکن اتنے ہی سے تم نے خلافت راشدہ کی عمارت منہدم کر دی ہے۔

اور اگر تم ان حقائق کا انکار کرتے ہو اور ان کو صحیح تسلیم نہیں کرتے تو تم نے اپنی صحاح کا اعتبار کھو دیا اور تمہاری جن معتبر کتابوں میں ان کا تذکرہ ہے ان کی تردید سے تمہارے سارے معتقدات کی عمارت تہس نہس ہو جائے گی۔

چھٹی فصل

خلافت سے متعلق

خلافت، آپ جانتے ہیں خلافت کیا ہے؟ اس کو خدا نے امت کیلئے آزمائش بنایا ہے کہ جس کو طمع پرور لوگوں نے تقسیم کر لیا۔ اور اس کے سلسلہ میں بہت سے نیکوکار لوگوں کا خون بہا، یہ وہ ہے جس کی وجہ سے مسلمان کافر ہوئے، اس نے صراط مستقیم سے منحرف کیا اور جہنم میں جھونک دیا ہم اس کی مختصر تاریخ کو پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جو خلافت کی ان مخفی اور لگی لپٹی باتوں کو آشکار کر دے جو رسولؐ کی موجودگی اور وفات کے بعد خلافت کے سلسلہ میں ہوتی رہیں۔

پہلی چیز جو ذہنوں میں خطور کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ریاست (حاکمیت) اہل عرب کے نزدیک ہر زمانہ میں بدیہی امور سے مربوط رہی ہے آپ دیکھیں گے کہ عرب قبیلہ کے رئیس و سردار کو ہر معاملہ میں اپنے نفسوں پر مقدم کرتے ہیں وہ اس کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے جو کچھ طے کرتے ہیں اس کے مشورہ سے کرتے ہیں اور اس کی بات پر سبقت نہیں کرتے۔

ان کا یہ رئیس عادتاً عمر رسیدہ اور امور کو دیگر افراد سے بخوبی جاننے والا اور ان (عرب) کے درمیان حسب و نسب کے لحاظ سے اشرف و افضل ہوتا ہے۔

اس رئیس قبیلہ پر جو بھی اس کے خاندان کا ذہانت، عقلمندی، شجاعت اور دوسرے امور کے علم میں، مہمانوں کی ضیافت میں اس سے بہتر ثابت ہوتا ہے۔ وہی قبیلہ کا رئیس بن جاتا ہے، لیکن زیادہ تر ریاست میراث کے طور پر ملتی ہے۔

اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں قبائل و خاندان اپنی استقلالیت کے باوجود اس ایک قبیلہ کی ریاست کے سائے میں رہتے ہیں، جو اموال و افراد کے لحاظ سے مضبوط ہوتا ہے۔ اس کے کچھ جیالے اور بہادر افراد ہوتے ہیں جو دوسرے قبیلوں کا دفاع اور حمایت کرتے ہیں۔ اس کی ایک مثال قریش ہے۔ کہ جو عرب کے دوسرے قبیلوں کو اپنا مطیع سمجھتا ہے اور خانۂ خدا کی کلید برداری کو اپنا حق تصور کرتا ہے۔

اور جب اسلام آیا اس وقت رسولؐ نے اس چیز کو اتنی اہمیت دی کہ جب بھی کوئی قبیلہ آپؐ کے پاس آتا اور اسلام کا اقرار کرتا تھا تو اسی وفد میں سے اس کے سردار اور شریف آدمی کو اس قبیلہ کا رئیس بنا دیتے تھے تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے ان سے زکوٰۃ وصول کرے اور رسولؐ و قبیلہ کے درمیان واسطہ قرار دیا۔

پھر محمدؐ نے حکم خدا سے اسلامی حکومت تشکیل دی کہ جو اپنے احکام و استحکام میں وحی خدا کے سامنے سراپا تسلیم ہے پس اجتماعی اور انفرادی نظام جیسے عقود نکاح، طلاق، خرید و فروخت، لین دین اور

میراث و زکواۃ اور اسی طرح ہر وہ چیز جو جنگ و معاملات و عبادات میں سے فرد یا اجتماع سے مخصوص ہو اس میں سب احکام خدا کے سامنے عاجز ہیں اور رسولؐ کا کام احکام کو نافذ کرنا اور ان پر عمل کر کے بتانا ہے۔

لامحالہ رسولؐ اس بات پر غور کرتے ہوں گے کہ اس مہم کے سر کرنے کے لئے کس کو اپنا خلیفہ بنائیں۔

اور یہ بات بھی بدیہی ہے کہ ہر حکومت کا صدر یا بادشاہ (اگر وہ اپنی قوم کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو وہ) ان تمام مہمات میں کسی کو اپنا نائب بناتا ہے جو قوم و قبیلہ میں بادشاہ کی عدم موجودگی میں رونما ہوں گی لہٰذا یہ نائب اس کا وصی و وزیر اول ہے اور یہ وہ مقرب ہے کہ جب کوئی بھی بادشاہ کے پاس نہ ہوگا تو یہ حاضر رہے گا اور یہ بھی ضروری ہے کہ تمام وزراء اور قبائل اسے جانتے ہوں۔

پس عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ رسولؐ نے ان تمام باتوں سے چشم پوشی کر لی تھی۔ اور انھیں کوئی اہمیت نہیں دی تھی جبکہ ان کا یہی کام تھا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے، اسی موضوع سے متعلق بہت سی احادیث تھیں جن پر ان لوگوں نے پردہ ڈال دیا جو شوریٰ کا نظریہ رکھتے تھے اور وہ افراد نے خلیفہ کے تعین و تشخص کے سلسلہ میں رسولؐ کی عظمت و قداست کو مجروح کرنا چاہتے تھے، چنانچہ آپ پر ہذیان کا اتہام لگایا۔ اسامہ کے امیر بنانے کے بارے میں چہ می گوئیاں کیں اور کہا کہ وہ بچہ ہے اس میں قیادت کی صلاحیت نہیں ہے۔ پھر رسولؐ کی وفات کے سلسلہ میں لوگوں کو شک میں مبتلا رکھا، تمام امور کو معطل کر دیا تاکہ مسلمان رسولؐ کے منتخب کردہ خلیفہ کی بیعت نہ کر لیں، نصوص کی پامالی ہی سے متعلق ان کی یہ کوشش بھی تھی کہ انھوں نے

علیؑ اور یاران وانصار کو رسولؐ کی تجہیز میں مشغول پاکر موقع غنیمت سمجھا اور سقیفہ میں جاکر میٹنگ منعقد کرلی اور اپنی مرضی سے خلیفہ چن لیا اور اس سے امیدیں وابستہ کرلیں پھر عام لوگوں سے بالجبر واکراہ بیعت لینا شروع کردی اور میدان سیاست سے لوگوں کو الگ رکھنے میں پوری کوشش صرف کردی اور پوری طاقت وتواں کے ذریعہ کسی بھی لب کشائی کرنے والے کی سرکوبی میں یہ کہکر منہمک ہوگئے کہ وہ اتحاد کو پاش پاش کرنا چاہتا ہے، یا کہتے تھے کہ نئی شرعی خلافت کے بارے میں شک میں مبتلا ہے خواہ اب اقدام کرنے والی فاطمہؑ ہی ہوں۔

اس کے بعد نبیؐ کی احادیث پر پابندی لگادی تاکہ خلافت سے متعلق نصوص لوگوں تک نہ پہونچ سکیں خواہ اس فردی معاملہ میں اجتماعی قتل وخونریزی کی نوبت ہی کیوں نہ آئی ہو اور یہ سب فتنہ کوبی کے نام پر ہوتا تھا۔ اور کبھی لوگوں پر کافر ہونے کا الزام لگاکر قتل کرتے تھے۔

یہ تمام باتیں ہمیں مورخین کی تحریر سے معلوم ہوتی ہیں اگرچہ ان میں سے بعض نے حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے جیسا کہ بعض متناقض روایات گڑھیں یا تاویلات واعتذار کہ جن کی حقیقت کو مرور ایام وحادثات نے آشکار کردیا۔

ان مورخین،، میں سے بعض افراد معذور ہیں کیونکہ انھوں نے اولین مصادر سے معلومات فراہم کی ہیں۔ کہ جو ان سیاسی اور اجتماعی حالات کے تحت لکھی گئی ہیں کہ جن سے عظیم فتنہ اٹھ کھڑا ہوا اور یہ سب کچھ بنی امیہ کی خلافت کے دوران ہوا ہے کہ جنھوں نے بعض صحابہ اور تابعین کے درمیان اموال ومناصب تقسیم کردیتے تھے۔

لہٰذا بعض مورخین نے صحابہ سے حسنِ ظن کی بنا پر ایسی

باتیں نقل کر دی ہیں وہ (بیچارہ) آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے راز سے واقف نہیں ہے لہذا صحیح اور جھوٹی روایات خلط ملط ہوگئیں اور محقق کے لئے حقیقت تک رسائی حاصل کرنا مشکل ہوگیا۔

محققین کے ذہن سے اس حقیقت کو قریب کرنے کیلئے چند سوالات پیش کرنا ضروری ہے تاکہ ان سوالات یا جوابات سے بعض حقائق سے پردہ ہٹ جائے یا بعض اشارات کا انکشاف ہوجائے کہ جو حقیقت تک پہونچانے والے ہیں۔

سوالات و جوابات

بہت سی جگہوں سے میرے پاس بعض اہم سوالات پر مشتمل کچھ خطوط آئے ہیں ان خطوط سے قارئین محترم کے شوق اور ان کے ذوقِ تجسس کا پتہ ملتا ہے، ان میں سے بعض کے میں نے جواب روانہ کئے اور بعض کا جواب دینے سے اعراض کیا حالانکہ مجھے اس میں کوئی مہابہ نہ تھا۔ صرف اس وجہ سے جوابات نہیں لکھے کہ وہ سب میری کتاب "ثم اھتدیت" اور "لاکون مع الصادقین" میں موجود ہیں، افادیت کے پیش نظر میں ان سوالات کو مع جوابات کے اس فصل میں بیان کر رہا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ قارئین بعض احادیث و حادثات کو ایک ہی کتاب میں مکرر یا تینوں کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہ کام میں نے کتاب خدا کی اقتدا کرتے ہوئے کیا ہے۔ قرآن نے ایک ہی بات کو مومنین کے ذہن میں بٹھانے کے لئے متعدد سوروں میں بیان کیا ہے۔

س ۔ ۱ ۔ جب رسولؐ یہ جانتے تھے کہ امت میں امر خلافت کے سبب جھگڑا ہوگا تو انھوں نے کیوں خلیفہ معین نہیں کیا؟

ج ۔ ۱ ۔ رسولؐ نے حجۃ الوداع کے بعد علیؑ ابن ابیطالب کو خلیفہ معین کیا تھا، آپؐ کے ہمراہ حج کرنے والے صحابہ نے اس کی گواہی دی ہے رسولؐ یہ بھی جانتے تھے کہ امت عہد شکنی کرے گی اور اپنی پہلی حالت پر پلٹ جائے گی ۔

س ۔ ۲ ۔ کسی صحابی نے رسولؐ سے امر خلافت کے بارے میں سوال کیوں نہ کیا جبکہ وہ ہر چیز کے بارے میں پوچھتے تھے ؟

ج ۔ ۲ ۔ یقیناً صحابہ نے اس سلسلہ میں سوالات کئے اور رسولؐ جوابات دئے ہیں ،

﴿يقولون هل لنا من الأمر من شيء قل إن الأمر كلّه لله﴾ سورۂ آل عمران، آیت ر ۱۵۴

﴿إنما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا الذين يقيمون الصّلاة ويؤتون الزّكاة وهم راكعون﴾ مائدہ ر ۵۶

وہ کہتے ہیں کیا کسی چیز میں ہمارا اختیار ہے ۔ کہدیجئے کہ کل اختیار اللہ کا ہے ۔

تمھارا ولی خدا اس کا رسولؐ اور وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں ۔

جب صحابہ نے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا:

میرے بعد یہ میرے بھائی، وصی اور خلیفہ ہیں ۔

---

[1] تاریخ طبری و تاریخ کامل باب " وانذر عشیرتک الاقربین " ملاحظہ فرمائیں ۔

س ۔۳۔ جب رسولؐ امت کو گمراہی و ضلالت سے بچانے کے سلسلہ میں نوشتہ لکھنا چاہتے تھے اس وقت بعض صحابہ کیوں سدِ راہ بنے اور ہذیان کا بہتان لگایا؟

ج ۔۳ ۔ یقیناً بعض صحابہ نے رسولؐ کو نوشتہ نہ لکھنے دیا اور آپؐ پر ہذیان کا بہتان لگایا وہ (صحابہ) جانتے تھے کہ رسولؐ تحریری شکل میں علیؑ کو خلیفہ معین کریں گے کیونکہ چند روز قبل ہی رسولؐ نے کتاب خدا اور عترتؑ سے تمسک اختیار کرنے کے لئے فرمایا تھا۔ تاکہ امت ان کے بعد گمراہ نہ ہو۔ صحابہ سمجھ گئے تھے کہ اس نوشتہ میں بالکل وہی الفاظ لکھے جائیں گے۔ کیونکہ علیؑ عترت کے راس و رئیس ہیں۔ اسی لئے صحابہ نے رسولؐ پر ہذیان کی تہمت لگائی تاکہ وہ قطعی فیصلہ تحریری کی صورت میں نہ دے سکیں، یہی وجہ تھی کہ نوشتہ لکھنے سے قبل ہی شور و غوغا مچ گیا اور اختلاف و نزاع شروع ہوگیا۔ اور جب نبیؐ (صحابہ کے عقیدہ کے مطابق) ہذیان بکے گا تو ان کا نوشتہ بھی ہذیان ہوگا تو اب عقل کا تقاضا یہ ہے کہ نہ لکھا جائے۔

س ۔۴ ۔ رسولؐ نے نوشتہ لکھنے پر اصرار کیوں نہ کیا خصوصاً جبکہ آپؐ امت کو ضلالت سے بچانا چاہتے تھے؟

ج ۔۴ ۔ نوشتہ لکھنے پر اصرار کرنا رسولؐ کی طاقت سے باہر تھا کیونکہ گمراہی سے محفوظ رکھنا "بیشتر صحابہ کے "ہذیان والے قول سے منتفی ہوگیا تھا۔ اب وہ نوشتہ گمراہی سے بچنے کے بجائے گمراہی کا مصدر بن جاتا۔ اور اگر رسولؐ نوشتہ لکھنے پر اصرار کرتے تو آپؐ کے بعد بہت سے بے بنیاد جھگڑے اٹھ کھڑے ہوتے۔ یہاں تک کہ کتاب اور نصوص قرآن میں شک کیا جانے لگتا۔

س ۔ ۵ ۔ رسولؐ نے وفات سے قبل زبانی تین وصیتیں کی تھیں تو ہم تک فقط دو وصیتیں کیوں پہونچی ہیں اور ایک کیوں ضائع ہوگئی ؟

ج ۔ ۵ ۔ بات واضح ہے ۔ پہلی وصیت کو اس لئے ضائع کر دیا گیا کہ وہ علیؑ کی خلافت سے متعلق تھی اور خلفا نے خلافت سے متعلق کچھ کہنے سننے پر پابندی لگادی تھی ورنہ ایک عاقل اس بات کو کیسے تسلیم کر سکتا ہے کہ رسولؐ کوئی وصیت کریں اور ان کی وصیت کو بھلا دیا جائے جیسا کہ بخاری کہتے ہیں ۔

س ۔ ۶ ۔ کیا رسولؐ اپنی موت کا وقت جانتے تھے ؟

ج ۔ ۶ ۔ بیشک رسولؐ پہلے سے اپنی موت کا وقت جانتے تھے اور حجۃ الوداع کی روانگی سے قبل بھی آپؐ کو اس کا علم تھا اور اسی لئے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں اور صحابہ بھی آپؐ کی اس بات سے یہ جان گئے تھے کہ آپؐ کی وفات نزدیک ہے ۔

س ۔ ۷ ۔ نبیؐ نے ایسا لشکر کیوں تشکیل دیا تھا کہ جس میں سربرآوردہ مہاجرین وانصار اور اصحاب کبار کو شامل ہونے کا حکم دیا تھا اور اپنی موت سے دو روز قبل فلسطین کی طرف روانہ ہونے کے لئے کیوں کہا ؟

ج ۔ ۷ ۔ رسولؐ نے یہ اقدام اس سازش سے آگاہ ہونے کے بعد کیا تھا جو قریش میں اندر ، اندر کی گئی تھی اور انھوں (قریش) نے آپس میں یہ عہد کیا تھا کہ رسولؐ کے بعد پیمان شکنی کریں گے اور علیؑ سے خلافت چھین لیں گے ، اس لئے آپؐ نے انھیں لشکر میں شامل کر کے اپنی موت سے قبل مدینہ سے باہر بھیجنا چاہا تھا تاکہ وہ اس وقت مدینہ واپس آئیں جب علیؑ کی خلافت محکم ہو جائے ۔ اس طرح وہ اپنے منصوبوں میں کامیاب نہیں ہو

سکیں گے ۔ اس کے علاوہ سریۂ اسامہ کی کوئی علت بیان نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ کوئی عقلمندی کی بات نہیں ہے کہ اپنی موت سے دو روز قبل دار الخلافہ کو فوج اور طاقت سے خالی کر دیں ۔

س ۔ ۸ ۔ رسولؐ نے علیؑ کو لشکر اسامہ میں کیوں نہیں شریک کیا ؟

ج ۔ ۸ ۔ کیونکہ رسولؐ کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ اپنا خلیفہ بنا کر دنیا سے جائیں تاکہ وہ آپ کے بعد تمام کاموں کو سنبھالے ۔ اسی لئے علیؑ کو اس لشکر میں شریک نہیں کیا تھا جس میں مہاجرین و انصار کے نمایاں چہرے شامل تھے ، اور ان میں ابوبکر و عمر و عثمان اور عبدالرحمن ابن عوف بھی تھے ۔ رسولؐ کا یہ عمل صاف بتاتا ہے کہ آپ کے بعد علیؑ بلا فصل خلیفہ ہیں ، اور جن لوگوں کو رسولؐ نے جیش اسامہ میں شریک ہونے کا حکم نہیں دیا تھا ان میں خلافت کی طمع نہیں تھی ۔ اور نہ ہی وہ علیؑ سے بغض رکھتے تھے ۔ نہ ہی عہد شکنی کا ارادہ رکھتے تھے ۔

س ۔ ۹ ۔ رسولؐ نے ایک بے ریش کمسن جوان کو ان (صحابہ) کا امیر کیوں بنایا ؟

ج ۔ اس لئے کہ وہ علیؑ سے حسد کرتے تھے اور ان کے سلسلہ میں بدعہد تھے اور علیؑ کو کمسن سمجھتے تھے ، قریش کے ساٹھ سالہ بوڑھے تیس سالہ جوان علیؑ کی اطاعت نہیں کرنا چاہتے تھے ۔ پس نبیؐ نے ۱۷ سترہ سالہ جوان اسامہ کو ان کا امیر بنایا تاکہ جس کی مسیں بھی نہیں بھیگی تھیں ۔ صحابہ کی ناک گھسنا تھی تاکہ اولاً ان پر اور ثانیاً سارے مسلمانوں پر یہ واضح ہو جائے کہ اپنے ایمان میں سچا مومن وہ ہے جو اپنے نفس میں تنگی محسوس کرنے کے باوجود رسولؐ کے حکم کو سنے اور اطاعت کرے ، اسامہ ابن زید ابن حارث

کو امیر المومنین سید الوصیین، باب علم النبیؐ اسد اللہ الغالب علیؑ ابن ابیطالب سے کیا نسبت؟ اسی لئے صحابہ و قریش اسامہ کو امیر بنانے سے رسولؐ کی تدبیر کو سمجھ گئے تھے اور اسامہ کی سرداری کے سلسلہ میں چہ میگوئیاں کرنے لگے اور ان کی معیت میں جانے سے انکار کر دیا ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ ان لوگوں میں وہ چالباز افراد بھی شامل تھے۔ جن کے بارے میں قرآن مجید کہتا ہے:

﴿وقد مكروا مكرهم وعند الله مكرهم وإن
كان مكرهم لتزول منه الجبال﴾ سورۂ ابراہیم آیت ۴۶
اور انھوں نے مکر کیا اور ان کا مکر خدا کے پاس
ہے اگرچہ ان کا مکر ایسا تھا جس سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے
ہٹ جائیں۔

س۔ ۱۰۔ نبیؐ کا غیظ متخلفین کے سلسلہ میں اتنا شدید کیوں ہو گیا تھا کہ ان پر لعنت تک کی؟

ج۔ یقیناً رسولؐ کے غیظ میں اس وقت شدت آگئی تھی جب آپکو یہ معلوم ہوا کہ اسامہ کے امیر بنانے پر وہ طعن کر رہے ہیں، طعن کا رخ رسولؐ کی طرف تھا نہ کہ اسامہ کی طرف، اور اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے ان لوگوں کا خدا اور رسولؐ پر ایمان نہیں تھا، وہ اپنے انکار کو عملی جامہ پہنانا چاہتے تھے۔ رسولؐ کے حکم کو نہیں۔ اسی لئے رسولؐ نے ان پر لعنت کی کہ انھیں، ان کے پیروکاروں اور سارے مسلمانوں کو یہ بات بتادیں کہ پانی سر سے اونچا ہو گیا۔ اس دلیل کی بنا پر یہ لوگ ہلاک ہوئے۔

س۔ ۱۱۔ کیا کسی مسلمان پر لعنت کرنا جائز ہے خصوصاً نبیؐ کے لئے؟

ج۔ جو صرف زبان سے اسلام کا اقرار کرے یعنی اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہ کہے اور اس کے بعد خدا و رسول کے احکام کی اطاعت نہ کرے تو اس پر لعنت کرنا جائز ہے اس سلسلہ قرآن مجید میں بہت سی آیتیں موجود ہیں ہم ان میں سے ایک کو نقل کرتے ہیں : ﴿إن الذين يكتمون ما أنزلنا من البيّنات والهدى من بعد ما بيّناه للنّاس في الكتاب، أولئك يلعنهم الله ويلعنهم اللّاعنون﴾ سورۂ بقرہ، آیت ر ۱۵۹

جو لوگ ہمارے نازل کئے ہوئے واضح بیانات اور ہدایات کو ہمارے بیان کر دینے کے بعد بھی چھپاتے ہیں ان پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنیوالے بھی

جب خدا حق چھپانے والوں پر لعنت کرتا ہے تو حق کا انکار کرنے والوں اور باطل پر عمل کرنے والوں پر لعنت کرنے میں کیا حرج ہے۔

س۔۱۲ کیا رسولؐ نے ابوبکر کو نماز پڑھانے کے لئے معین کیا تھا؟

ج۔ متضاد روایات سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ رسولؐ نے ابوبکر کو اس کام کے لئے معین نہیں کیا تھا، ہاں اگر ہم عمر کے ہم عقیدہ ہو جائیں تو ممکن ہے رسولؐ نے (معاذ اللہ) ہذیان کی حالت میں کچھ کہدیا ہو۔ اور جس کا یہ عقیدہ ہے وہ کافر ہے ورنہ ایک عقلمند اس بات کی تصدیق کیونکر کر سکتا ہے کہ رسولؐ نے ابوبکر کو یہ حکم دیا تھا کہ تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ جبکہ انھیں جیش اسامہ میں شریک ہونے کا حکم دے چکے تھے اور خود اسامہ کو ان (ابوبکر) کا امیر و امام بنایا تھا۔ پھر مدینہ میں ابوبکر کو کیسے امام جماعت بنادیا جبکہ وہ مدینہ میں نہیں تھے۔ تاریخ اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ نبیؐ کی

وفات کے روز ابوبکر مدینہ میں نہیں تھے۔ بعض مورخین من جملہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے عائشہ کو متہم کیا کہ انھوں نے اپنے باپ سے کہلوادیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور جب نبیؐ کو صورتحال معلوم ہوئی تو بہت غضبناک ہوئے اور عائشہ سے فرمایا: تمھیں جیسی عورتیں یوسف کے ساتھ بھی تھیں۔ یہ فرماکر مسجد کی طرف روانہ ہوئے اور ابوبکر کو ہٹا کر نماز پڑھائی تاکہ لوگوں کے پاس بعد کے لئے کوئی حجت نہ رہ جائے۔

س۔۱۳۔ عمر ابن خطاب نے یہ قسم کیوں کھائی تھی کہ رسولؐ نے وفات نہیں پائی اور ان لوگوں کو قتل کی دھمکی کیوں دی تھی جو کہہ رہے تھے کہ رسولؐ نے رحلت فرمائی اور یہ دھمکی انھوں نے ابوبکر کے پہونچنے کے بعد کیوں دی؟

ج۔ یقیناً عمر ان لوگوں کو قتل کی دھمکی دے رہے تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ رسولؐ نے دار فانی کو خیرباد کہدیا، عمر یہ اس لئے کہہ رہے تھے تاکہ لوگ کشمش و پنج میں مبتلا ہوجائیں اور علیؑ کی بیعت نہ کرسکیں یہاں تک کہ وہ جھگڑالو لوگ مدینہ پہونچ گئے جن کو منصب دینے پر معاہدہ ہوچکا تھا اور جو لوگ نہیں پہونچے تو انھوں نے دیکھا کہ انھوں نے بازی جیت لی ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ عمر ننگی تلوار لے کر لوگوں کو رعب میں لینے لگے، بیشک عمر لوگوں کو نبیؐ کے حجرہ میں داخل ہونے سے منع کر رہے تھے تاکہ حالات کو کنٹرول میں لے لیں۔ ورنہ کسی ایک شخص کو بھی حجرۂ رسولؐ میں کیوں نہیں داخل ہونے دیتے تھے۔ صرف ابوبکر وہاں آتے جاتے تھے جب ابوبکر کو یہ خبر ملی کہ ہم نے حالات پر قابو پالیا ہے تب وہ حجرۂ نبیؐ سے باہر نکلے اور لوگوں سے کہنے لگے کہ جو شخص محمدؐ کی پوجا کرتا تھا وہ سن لے کہ محمدؐ مر گئے اور جو خدا کی عبادت کرتا ہے تو بیشک خدا زندہ ہے۔ وہ

کبھی نہیں مرے گا۔

ہم یہاں اس قول پر ایک مختصر تعلیق لگانا ضروری سمجھتے ہیں کہ کیا ابوبکر کا یہ عقیدہ تھا کہ مسلمانوں میں سے کوئی محمدؐ کی پوجا کرتا ہے؟ ہرگز نہیں یہ تو انھوں نے مجازی طور پر بنی ہاشم اور خصوصاً علیؑ ابن ابیطالب کی تنقیص اور ہتک کے لئے کہا تھا کہ وہ سارے عرب پر یہ فخر کرتے تھے کہ محمدؐ رسول اللہ ہم میں سے ہیں اور ہم ان کے اہل دخاندان والے ہیں ہم تمام لوگوں سے زیادہ ان کی میراث کے حقدار ہیں۔

یہ تعبیر عمر ابن خطاب کی اس تعبیر سے کہیں زیادہ فصیح ہے جو انھوں نے یوم رزیۃ الخمیس میں اس طرح بیان کی تھی کہ "ہمارے لئے کتابِ خدا کافی ہے" گویا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں محمدؐ کی کوئی ضرورت نہیں ہے ان کا قصہ تمام ہوا اور ان کا عہد گزر گیا، پھر ابوبکر نے اپنے اس قول سے اور تاکید کر دی کہ "جو شخص محمدؐ کو پوجتا تھا وہ سن لے کہ محمدؐ مرگئے" اس جملہ سے ابوبکر کی مراد یہ تھی کہ جو لوگ محمدؐ کی وجہ سے ہم پر فخر کرتے تھے وہ آج سے پیچھے ہٹ جائیں۔ کیونکہ ان (محمدؐ) کا قصہ تمام ہوگیا۔ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔ وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گی۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ نبیؐ کو حقیقت میں بنی ہاشم اور علیؑ دوسروں سے بہتر سمجھتے تھے۔ وہ ان کے احترام اور تقدس و نفاذ امر میں مبالغہ کرتے تھے اور ان کی اتباع میں غلام، صحابہ، اور قریش میں پردیسی افراد بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ جب رسولؐ تھوکتے تھے تو وہ ایک دوسرے پر سبقت کر کے اسے اٹھاتے تاکہ اپنے چہرہ پر ملیں اور ان کے وضو کے پانی اور بال کے لئے لڑتے تھے۔ یہ تمام غریب و نادار زمانہ، رسولؐ ہی سے علیؑ کے شیعہ تھے اور انھیں اس نام سے

سے خود رسولؐ نے پکارا ہے ۔ لہ

لیکن عمر ابن خطاب اور قریش میں سے بعض بلند پایہ صحابہ اکثر احکام نبیؐ کے معارض ہوتے تھے اور آپؐ کی نافرمانی کرتے تھے بلکہ ان کے افعال سے اپنے کو دور رکھتے تھے ۔ عمر ابن خطاب نے وہ درخت کٹوا دیا تھا جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی کیوں کہ بعض صحابہ اسے بابرکت سمجھتے تھے جیسا کہ اس زمانہ میں وہابیوں نے یہی کام کیا کہ انھوں نے آثار نبیؐ کو مٹا دیا ۔ یہاں تک کہ اس گھر کو بھی منہدم کر دیا جس میں آپؐ کی ولادت ہوئی تھی اور ان کی یہ کوشش ہے کہ مسلمانوں کو میلاد شریف کے سلسلہ میں جمع نہ ہونے دیا جائے ان کے تبرکات میں سے ایک صلواۃ ہے ۔ اس کے لئے بھی بعض غافلین کو یہ سمجھا دیا کہ صلواۃ کامل شرک ہے

س ۱۴۰ ۔ انصار مخفیانہ طور پر سقیفہ بنی ساعدہ میں کیوں جمع ہوئے تھے ؟

ج ۔ جب انصار کو قریش کی اس سازش کا علم ہوا جو انھوں نے علیؑ کو خلافت سے دور رکھنے کے لئے کی تھی تو وہ وفات نبیؐ کے وقت جمع ہوئے اور یہ کوشش کی کہ کسی طرح خلیفہ ہم میں سے بن جائے ۔ پس مہاجر قریش کے ان سرداروں نے جو رسولؐ سے خاندانی قرابت رکھتے تھے علیؑ کی بیعت توڑنے کا ارادہ کر لیا تو انصار غیروں کے مقابلہ میں خلافت کے زیادہ حقدار ہیں کیوں کہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اسلام نے ہماری تلواروں سے استحکام پایا ہے ۔ اور مہاجرین تو ہمارے ٹکڑوں پر پلے ہیں اگر ہم مہاجرین کو

لہ تفسیر درمنثور ، جلال الدین سیوطی ، سورۂ بینہ

اپنے شہروں اور گھروں میں جگہ نہ دیتے اور ان کی مدد نہ کرتے تو ان کی کوئی عزت نہ ہوتی اور اگر اوس وخزرج کے درمیان خلافت کے سلسلہ میں اختلاف نہ ہوتا تو ابوبکر وعمر کو خلافت حاصل کرنے کا موقع ہی نہ ملتا بلکہ یہ بھی انھیں کی بیعت کرنے پر مجبور ہوتے۔

س۔۱۵۔ ابوبکر وعمر اور ابوعبیدہ نے سقیفہ کی تشکیل میں کیوں جلدی کی اور اچانک انصار کے پاس کیوں پہونچے؟

ج۔ جب مہاجرین کے سرداروں نے انصار کی نقل وحرکت دیکھی اور ان کی تدبیر کو تاڑ گئے تو ان میں سے سالم حذیفہ کے غلام نے ابوبکر وعمر اور ابوعبیدہ کو اس مخفی اجتماع کی خبر دی تو وہ سقیفہ کی طرف دوڑے تاکہ انصار کی منصوبہ بندی کو ختم کردیں اور وہاں اچانک پہونچ کر انصار پر یہ ثابت کردیں کہ ہم تمھاری سازش سے بے خبر نہیں ہیں۔

س۔۱۶۔ عمر ابن خطاب نے راستہ ہی میں انصار کو مطمئن کرنے کے لئے نوشتہ کیوں تیار کیا تھا؟

ج۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عمر ابن خطاب انصار کے عمل سے ڈر رہے تھے اسی طرح وہ اس بات سے بھی ڈر رہے تھے کہ انصار نے اگر علیؑ کو خلافت سے دور رکھنے کے سلسلہ میں ہماری موافقت نہ کی تو کیا ہوگا، ساری محنت اکارت ہوجائے گی اور تمام کوششیں برباد ہوجائیں گی۔ یہاں تک کہ خلافت کے لئے نبیؐ کے سامنے بھی جرأت کی اور یہ سب کچھ اکارت ہوجائے گا۔ اس لئے عمر ابن خطاب سقیفہ کے راستہ میں یہی سوچتے رہے کہ ان (انصار) کے ساتھ کون سی چال چلی جائے کہ جس سے اپنے مقصد کے بارے میں ان کی رائے حاصل کرلیں۔

س ۔۱۷۔ مہاجرین نے انصار پر کس طرح کامیاب ہو کر ابوبکر کو خلیفہ بنادیا ؟

ج ۔ مہاجرین کی فتح اور انصار کی ناکامی کے متعدد اسباب ہیں انصار کے قبیلے تھے جو زمانہ جاہلیت ہی سے ریاست و زعامت کے لئے لڑ رہے تھے ۔ آنحضرت کی وجہ سے یہ چپقلش ختم ہو گئی تھی لیکن جب رسول کا انتقال ہو گیا اور آپ کی قوم والوں نے خلافت کو اس کے شرعی وارث سے چھیننے کا قصد کر لیا تو اوس نے بھی اپنے سردار سعد ابن عبادہ کو خلافت کے لئے اکسایا ۔ لیکن خزرج کے رئیس بشیر ابن سعد نے اپنے ابن عم پر حسد کیا اور اسے یہ تو یقین تھا کہ سعد ابن عبادہ کے ہوتے ہوئے خلافت اس تک نہیں پہونچ سکتی ۔ پس انصار کی طاقت بٹ گئی اور ان میں سے کچھ لوگ ۔ مہاجروں میں شامل ہو گئے اور مہاجرین نے سچے نصیحت کرنے والوں کا کردار ادا کیا ۔

جیسا کہ ابوبکر نے ان کے اندر جاہلیت کی دشمنی کو ادبھڑ کا دیا اس طرح ان کی دکھتی ہوئی رگ کو چھیڑا کہ اگر ہم خلافت اوس کے سپرد کر دیں تو اس پر خزرج کبھی راضی نہیں ہوں گے ۔ اور اگر خلافت کی باگ ڈور خزرج کے ہاتھوں میں دے دیں تو اسے اوس کبھی برداشت نہیں کریں گے پھر ابوبکر نے انھیں اس بات کی طمع دی کہ حکومت میں تمہارا بھی حصہ ہوگا ۔ اور کہا کہ ہم امیر ہیں اور تم وزیر ۔ ہم تمہارے اوپر رائے کے ذریعہ کبھی استبداد نہیں کریں گے ۔

اس کے بعد ابوبکر نے اپنی ذہانت سے ایک کھیل پوری امت کے ساتھ کھیلا اور سچے نصیحت کرنے والے کا کردار کیا ۔ اور اپنے زہد کا اظہار کرتے ہوئے کہا مجھے خلافت کی کوئی ضرورت نہیں ہے تم ان

دونوں، عمر ابن خطاب اور ابو عبیدہ، میں سے جس کو چاہو منتخب کرلو۔

یہ بہترین اور مضبوط منصوبہ تھا، عمر ابن خطاب اور ابو عبیدہ نے کہا ہم آپ پر کس طرح سبقت کر سکتے ہیں۔ آپ ہم سے پہلے اسلام لائے ہیں اور رسولؐ کے یارِ غار ہیں۔ ہاتھ پھیلائیے ہم آپ کی بیعت کریں پس ابوبکر نے ہاتھ پھیلایا اور خزرج کے سردار بشیر ابن سعد نے دوڑ کر بیعت کرلی۔ اور اس کا اتباع کرتے ہوئے دوسرے لوگوں نے بھی بیعت کرلی لیکن سعد ابن عبادہ نے بیعت نہ کی۔

س۔ ۱۸۔ سعد ابن عبادہ نے بیعت سے کیوں انکار کیا اور عمر نے انھیں قتل کی دھمکی کیوں دی؟

ج۔ جب انصار نے ابوبکر کی بیعت کرلی اور خلیفہ کی قربت وجاہ حاصل کرنے کی غرض سے ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے تو سعد ابن عبادہ نے بیعت سے انکار کردیا اور اپنی قوم کو بھی بیعت کرنے سے روکنے لگا۔ لیکن شدتِ مرض کی بنا پر کامیاب نہ ہوسکا۔ کیونکہ صاحبِ فراش تھا ان کی کوئی نہ سنتا تھا۔ اس وقت عمر نے کہا: اسے قتل کردو۔ یہ فتنہ کو ہوا دے رہا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ اختلاف کی بیخکنی کی جائے اور کوئی بیعت سے انکار نہ کرے، کیونکہ اس سے مسلمانوں میں تفرقہ پھیل جائے گا اور یہ فتنہ پیدا ہونے کا سبب بنے گا۔

س۔ ۱۹۔ انھوں (ابوبکر و عمر) نے خانۂ فاطمہؑ کو جلانے کی دھمکی کیوں دی؟

ج۔ صحابہ کی ایک بڑی تعداد نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کر کے خانۂ علیؑ ابن ابیطالب میں پناہ لے رکھی تھی۔ اگر عمر ابن خطاب جلدی

نہ کرتے اور گھر کے چاروں طرف لکڑیاں جمع کر کے انھیں جلانے کی دھمکی نہ دیتے تو بات بہت بڑھ جاتی، امت کے علوی اور بکری دو گروہ ہو جاتے۔ لیکن عمر ابن خطاب کو بہت دور کی سوجھی اور کہا: یا تو تم بیعت کے لئے نکل آؤ ورنہ میں گھر کو اس کے مکینوں کے ساتھ جلا دوں گا۔ عمر کی مکینوں سے مراد علیؑ و فاطمہؑ بنت رسولؐ ہیں۔

اس کے بعد لوگوں میں کس کی ہمت تھی کہ وہ اطاعت سے روگردانی کرے اور بیعت سے انکار کرے کیونکہ عمر کے سامنے سیدہ نساء العالمین اور ان کے شوہر سید المرسلین سے بڑھ کر اور کون محترم ہو سکتا ہے؟

س۔ ۲۰۔ ابو سفیان ان کو ڈرانے اور دھمکانے کے بعد کیوں خاموش ہو گیا؟

ج۔ اس لئے کہ جب ابو سفیان وفات نبیؐ کے بعد مدینہ لوٹ کے آیا تو اس کے پاس جمع شدہ صدقات بھی تھے۔ تو اب ابو بکر کی خلافت تھی اس لئے وہ تیزی سے علیؑ ابن ابیطالب کے گھر کی طرف بڑھا اور انھیں بغاوت پر اکسانے لگا اور موجودہ خلافت سے جنگ کے لئے مال و افراد کا لالچ دیا لیکن علیؑ ابن ابیطالب اس کی سازش کو تاڑ گئے اور اس کی پیش کش کو رد کر دیا۔ جب ابو بکر و عمر کو اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ دوڑتے ہوئے ابو سفیان کے پاس گئے اور اس کو مال و دولت کا لالچ دیا اور کہا کہ جو کچھ صدقات تم نے جمع کئے ہیں وہ ہم تمھیں کو لوٹا دیں گے اور تم کو خلافت میں بھی شریک بنا لیں گے پس اس کے بیٹے کو شام کا حاکم مقرر کر دیا۔ لہٰذا ابو سفیان ان سے راضی ہو گیا اور خاموشی اختیار کر لی۔ اور جب ابو سفیان کا بیٹا یزید اپنے کیفر کردار کو پہونچا تو ابو سفیان کے دوسرے بیٹے معاویہ کو اس کا قائم مقام بنا دیا اور اس سند ولایت

پر بٹھا دیا۔

س ۔۲۱ ۔ کیا علیؑ خلافت سے راضی ہو گئے اور بیعت کر لی تھی؟

ج ۔ کبھی نہیں ــــ علیؑ کبھی راضی نہیں ہوئے اور نہ ہی خاموش بیٹھے بلکہ ہر طریقہ سے ابوبکر کی خلافت کے خلاف احتجاج کیا۔ اور دھمکی اور دہشت گردی کے باوجود بیعت کرنے پر تیار نہ ہوئے، ابن قتیبہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ علیؑ نے ان (ابوبکر و عمر) سے کہا قسم خدا کی میں تمھاری کبھی بیعت نہیں کروں گا، بلکہ بیعت کے سلسلہ میں میں تم دونوں سے زیادہ اولیٰ ہوں۔ آپؑ نے اپنی زوجہ فاطمہؑ زہرا کو ساتھ لیا اور انصار کی مجلسوں میں گئے۔ لیکن انصار نے یہ عذر پیش کیا کہ ہمارے پاس ابوبکر پہلے آ گئے تھے۔ بخاری کہتے ہیں کہ علیؑ نے فاطمہؑ کی حیات تک بیعت نہیں کی لیکن جب فاطمہؑ کا انتقال ہو گیا اور لوگوں کی بے رخی بڑھنے لگی تو آپؑ ابوبکر سے مصالحت کرنے پر مجبور ہو گئے، جناب فاطمہؑ اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں، پس کیا فاطمہؑ بغیر بیعت کئے ہوئے مر گئیں جبکہ ان کے والد رسولؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مر جائے اور اس کی گردن میں بیعت کا طوق نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور کیا علیؑ کو یہ علم تھا کہ وہ ابوبکر کے بعد تک زندہ رہیں گے۔ کیونکہ انھوں نے بیعت کرنے میں چھ ماہ کی تاخیر کی تھی؟ لیکن علیؑ کبھی خاموش نہیں رہے اور اپنی طول حیات میں جب بھی موقع پایا اپنے حق کا مطالبہ کیا اور دلیل کے طور پر آپؑ کا مشہور خطبہ خطبۂ شقشقیہ موجود ہے۔

س ۔۲۲۔ انھوں نے فاطمہؑ زہرا کو کیوں غضبناک کیا، کیا مصالحت کی کوئی گنجائش نہ تھی؟

ج ۔ یقیناً انھوں نے فاطمہؑ زہراؑ کی اراضی اور دوسرے املاک غصب کر کے اور ان کے والد کی میراث نہ دے کر اور ہر دعوے میں جھٹلا کر فاطمہؑ کو غضبناک کیا، یہاں تک کہ لوگوں میں فاطمہؑ کی عظمت وہیبت نہ رہی اور وہ آپؑ کی تصدیق تک نہیں کرتے تھے۔ جب آپؑ خلافت کی نصوص لے کر اٹھیں تو انصار نے یہ عذر کیا کہ ہم پہلے ہی ابوبکر کی بیعت کر چکے ہیں اگر آپ کے شوہر پہلے ہمارے پاس آتے تو ہم ان کی بیعت کر لیتے۔

اسی لئے فاطمہؑ ابوبکر و عمر پر اور زیادہ غضبناک ہوئیں۔ یہاں تک کہ آپؑ ہر نماز کے بعد ان (ابوبکر و عمر) کے لئے بد دعا کرتی تھیں، اور اپنے شوہر کو وصیت کی کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی میرے جنازہ پر نہ آئے اور جن لوگوں سے کراہت کرتی تھیں ان کا بھی سایہ مجھ پر نہ پڑے۔

جب انھوں نے جان بوجھ کر جناب سیدہ فاطمہؑ کو اذیت پہونچائی تاکہ علیؑ کو یہ بتا دیں کہ ہم تم کو فاطمہؑ بنت رسولؐ سیدۃ النساء العالمین "کہ جن کے غضبناک ہونے سے خدا غضبناک ہوتا ہے اور ان کی خوشنودی خدا کی خوشنودی ہے" سے حقیر سمجھتے ہیں پس علیؑ کے پاس سکوت و رضا کے علاوہ چارۂ کار نہ تھا۔

س ۔ ۲۳ ۔ صحابہ کی عظیم شخصیتوں نے جیش اسامہ میں شریک ہونے سے کیوں پہلو تہی کی ؟

ج ۔ کیونکہ (اندرونی طور پر) معاملہ ابوبکر کے لئے طے ہو چکا تھا اور وہ عمر کی کوششوں سے مسلمانوں کے خلیفہ بن چکے تھے اسی لئے ابوبکر نے اسامہ سے یہ خواہش کی کہ عمر کو چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ خلافت کے معاملہ میں ان سے

مدد حاصل کر سکے کیونکہ وہ تنہا اپنے منصوبے کو تکمیل تک نہیں پہونچا سکتے تھے بلکہ ان کو ایسے فعّال لوگوں کی ضرورت تھی جن کی جرأت و قوت کا یہ عالم تھا کہ وہ رسوؐل سے بھی معارضہ کر چکے تھے ۔ اور غضب خدا اور رسوؐل کی لعنت کی پرواہ نہیں کی تھی ۔

. . . . . اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس منصوبہ کو بنانے والوں نے جیش اسامہ میں شریک ہونے سے اس لئے تخلف کیا تھا تاکہ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر سکیں اور اپنے دستورات کو مستحکم بنانے میں ایک دوسرے کا تعاون کر سکیں ۔

س ۔۲۴۔ علیؑ کو ہر عہدہ سے کیوں الگ رکھا، اور انھیں کسی چیز میں شریک کیوں نہ بنایا ؟

ج ۔ باوجودیکہ انھوں (خلفاء) نے طلقا کی بہت بڑی تعداد کو اپنے قریب بلا لیا تھا ۔ اور اپنی حکومت کے عہدوں پر فائز کر دیا تھا اور انھیں اپنا شریک بنا لیا تھا اور جزیرۃ العرب کے شہر اور اسلامی ممالک میں انھیں امیر و والی مقرر کر دیا تھا ۔ جیسے ولید ابن عقبہ، مروان ابن حکم اور ابو سفیان کے بیٹے یزید و معاویہ، عمرو ابن عاص، مغیرہ ابن شیبہ اور ابو ہریرہ اور ایسے ہی بہت سے لوگوں کو جمع کر لیا تھا جن سے رسوؐل ناراض رہتے تھے ۔ لیکن علیؑ ابن ابی طالب کو نظر انداز کر دیا اور خانہ نشین کر دیا اور پچیس سال تک کسی کام میں بھی شریک نہیں کیا اس کی وجہ صرف آپ کو لوگوں کی نظروں میں حقیر و ذلیل اور ان سے دور رکھنا تھا ۔ اس لئے کہ لوگ دنیا کے غلام ہیں جس کے پاس مال و دولت دیکھتے ہیں اسی کی طرف جھکتے ہیں جبکہ علیؑ کے پاس ہمیشہ اپنے بازو کی کمائی رہی ۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ آپؑ کے پاس نہیں آتے تھے ۔

اب علیؑ ابوبکر وعمر اور عثمان کی خلافت کے دوران گھر کی چہار دیواری میں مقید تھے اور سب کے سب ان کے خلاف سازش میں مصروف تھے۔ ان کا چراغ گل کر دینا چاہتے تھے اور ان کے فضائل ومناقب کو چھپاتے تھے۔ علیؑ کے پاس مال دنیا میں سے کچھ نہ تھا کہ جسکی وجہ سے لوگ آپ کی طرف راغب ہوتے۔

س۔ ۲۵۔ انھوں (ابوبکر وعمر) نے زکواۃ نہ دینے والوں کے ساتھ جنگ کیوں کی جبکہ نبیؐ نے اسے حرام قرار دیا تھا؟

ج۔ اس لیئے کہ بعض صحابہ نے غدیر خم میں حجۃ الوداع سے لوٹتے وقت نبیؐ کے ساتھ حضرت علیؑ کی بیعت کی تھی انھوں نے ابوبکر کو زکواۃ دینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ آنحضرتؐ کی وفات کے وقت موجود نہیں تھے اور انہی ان کو یہ معلوم تھا کہ خلافت علیؑ کے بجائے ابوبکر کے ہاتھوں میں پہونچ گئی ہے۔ اس لئے کہ وہ مدینہ کے باشندہ نہیں تھے اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ ان تک یہ خبر بھی پہونچی تھی کہ خلیفہ سے فاطمہؑ ناراض ہیں اور علیؑ نے بیعت سے انکار کر دیا ہے۔ انھیں وجوہات کی بنا پر انھوں نے اس وقت تک کے لئے ابوبکر کو زکواۃ دینے سے منع کر دیا تھا جب تک کہ معاملہ صاف نہ ہو جائے۔

اب ابوبکر وعمر نے ان کی طرف خالد ابن ولید "جو ان کی شمشیر برہنہ تھاہ کی قیادت میں لشکر بھیجنے کا فیصلہ کیا، پس اس نے ان کا جوش ٹھنڈا کر دیا۔ ان کے احساسات کو مردہ بنا دیا ان کے افراد کو قتل کر دیا۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کر لیا۔ تاکہ اس شخص کے لیے باعث عبرت بن جائے جو خلیفہ کی اطاعت نہ کرنے کا قصد رکھتا ہو یا حکومت کی دھاک بیٹھ جائے۔

س۔۲۶۔ انھوں (خلفائے ثلاثہ) نے حدیث نبوی کی تدوین اور نقل پر پابندی کیوں لگائی؟

ج۔ وہ ابتدا ہی سے احادیث نبوی پہ پابندی لگا رہے تھے یہ پابندی صرف اس لیئے نہ تھی کہ ان احادیث کے ضمن میں حضرت علیؑ کی خلافت کے بارے میں نصوص تھیں بلکہ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اکثر احادیث خلفاء کے ان اقوال و افعال کے خلاف تھیں جن سے وہ زندگی کا نظم و نسق برقرار رکھے ہوئے تھے اور اسی کی بنیاد پر اس نئی حکومت کے ستون استوار کئے ہوئے تھے جو انھوں نے اپنے اجتہاد کے مطابق اختراع کر لیئے تھے۔

س۔۲۷۔ کیا ابو بکر خلافت کی باگ ڈور سنبھالنے کی صلاحیت رکھتے تھے؟

ج۔ ابو بکر خلافت کی باگ ڈور نہیں سنبھال سکتے تھے اگر عمر اور بنی امیہ کے دوسرے سر برآوردہ افراد نہ ہوتے۔ تاریخ گواہ ہے کہ احکام کے سلسلہ میں ابو بکر عمر کے محتاج تھے۔ اصل حاکم عمر ہی تھے ہماری اس بات پر مولفۃ القلوب کا وہ قصہ دلالت کر رہا ہے جب وہ لوگ ابو بکر کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں ان کے پاس آئے اور ابو بکر نے انھیں ایک رقعہ لکھ کر دیا اور عمر کے پاس بھیج دیا۔ اس لیئے کہ بیت المال کی چابی عمر کے ہاتھ میں تھی پس انھوں نے رقعہ لے کر پھاڑ ڈالا۔ اور انھیں واپس کر دیا، وہ ابو بکر کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: آپ خلیفہ ہیں یا وہ؟ ابو بکر نے جواب دیا: انشاءاللہ وہی ہیں۔

ایسا ہی اس وقت ہوا جب ابو بکر نے زمین کا ایک قطعہ عیینہ ابن حصین اور اقرع ابن حابس کے نام لکھ دیا تھا۔ عمر نے ابو بکر کا خط پڑھ کر

انکار کر دیا اور اس پر تھوک کر مٹا دیا۔ تو دونوں عمر کے اس فعل سے برہم ہو کر ابوبکر کے پاس آئے اور کہا: قسم خدا کی ہم نہیں جانتے کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمر؟ ابوبکر نے کہا: خلیفہ تو عمر ہی ہیں، تھوڑی دیر کے بعد غیظ و غضب کے عالم میں عمر آئے اور ابوبکر سے زمین لکھ دینے کے سلسلہ میں سخت کلامی سے پیش آئے تو ابوبکر نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم اس کام کے لئے مجھ سے زیادہ موزوں ہو لیکن تم نے مجھے زبردستی پھنسا دیا۔ [1]

بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ عمر لوگوں کو ابوبکر کی بیعت پر اکساتے تھے اور کہتے تھے ابوبکر رسولؐ کے ساتھ تھے وہ تمہاری حاکمیت کے لئے سارے مسلمانوں سے اولیٰ ہیں۔ اٹھو! اور ان کی بیعت کرو۔ انس ابن مالک کہتے ہیں کہ میں نے عمر کو ابوبکر سے کہتے ہوئے سنا کہ: منبر پر جاؤ اور مسلسل اصرار کے بعد انھیں منبر پر چڑھا دیا۔ اور سب لوگوں نے ان کی بیعت کر لی۔

س۔۲۸۔ ابوبکر نے اپنی موت سے پہلے عمر کو کیوں خلیفہ بنایا؟

ج۔ اس لئے کہ عمر نے علیؑ کو خلافت سے الگ کرنے میں بہت بڑا رول ادا کیا تھا۔ اور اس سلسلہ میں رسولؐ سے بھی لڑ گئے تھے اور ابوبکر کی بیعت پر انصار کو بھی عمر ہی نے راضی کیا تھا۔ اور تمام لوگوں پر شدت و سختی کے ساتھ بیعت واجب قرار دے دی تھی یہاں تک کہ خانۂ فاطمہؑ کو جلانے کی دھمکی دی تھی۔

---

[1] عسقلانی نے اپنی کتاب الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں عیینہ کے حالات میں تحریر کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ کی جلد ۱۲ کے ص۵۹ پر تحریر کیا ہے۔

اور پھر عمر اصلی خلیفہ تھے جیساکہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ پہلی اور آخری بات کا انھیں کو اختیار تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عرب کے ہوشیار ترین افراد میں سے تھے وہ جانتے تھے کہ مسلمان خصوصاً انصار تندخو اور مغلوب الغضب انسان کی بیعت پر اتفاق نہیں کریں گے اس لئے انھوں نے ابوبکر کو پیش کیا کیونکہ ابوبکر نرم مزاج تھے اور ان میں سابق الاسلام بھی تھے پھر ان کی بیٹی عائشہ جرأت مند عورت تھی۔ وہ مشکلات کا سامنا کرکے امور میں تبدیلی کر سکتی تھی۔ اور عمر اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ ابوبکر میرے تابع دار اور ہر کام میں میرے اشاروں پر چلنے والے ہیں۔

عمر کی خلافت کے سلسلہ میں ابوبکر کی وصیت اکثر صحابہ پر وصیت لکھنے سے قبل بھی مخفی نہ تھی۔ علیؑ نے اول روز ہی عمر سے کہا تھا کہ جتنی کوشش ہو سکے کر لو اس میں تمہارا بھی فائدہ ہے آج کام کرکے ابوبکر کی خلافت کو مستحکم کر دو کل وہ تمھیں ہی لوٹا دیں گے، جیساکہ دوسرے شخص نے عمر سے اس وقت کہا تھا جب وہ ابوبکر کا وصیت نامہ لے کر نکلے تو اس شخص نے کہا مجھے معلوم ہے اس میں کیا ہے پہلے تم نے انھیں خلیفہ بنایا آج انھوں نے تم کو خلیفہ بنا دیا۔

اس سے ایک بار پھر ہم اہلسنت کے اس قول کی حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ خلافت کا تعلق شوریٰ سے ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور نہ ہی ابوبکر و عمر کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار ہے اور جیساکہ اہلسنت کا گمان ہے کہ رسولؐ دنیا سے چلے گئے اور خلافت کا معاملہ شوریٰ پر چھوڑ گئے تو سب سے پہلے اس اصل کو ابوبکر نے منہدم کر دیا اور اپنے بعد عمر کو خلیفہ بنا کر سنت نبیؐ کی مخالفت کی۔

آپ ہمیشہ اہل سنت کو اس پر فخر کرتے دیکھیں گے کہ ہم تو شوریٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ خلیفہ شوریٰ ہی کے ذریعہ صحیح طور منتخب ہو سکتا ہے وہ شیعوں کے اس قول کا مذاق اڑاتے ہیں کہ امامت کا تعلق خدا و رسولؐ کی نص سے ہے ان میں سے اکثر لوگوں کو اس اعتقاد پر تنقید کرتا ہوا پائیں گے۔ کہ عقیدۂ امامت اسلام میں بھی فارس سے در آیا ہے (کیونکہ) فارس والے ہی حکومت الٰہی کے سلسلہ میں توارث کے قائل ہیں۔

اکثر اہلسنت اس آیت ﴿وأمرهم شوری بينهم﴾ سے استدلال کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ آیت خلافت کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابو بکر و عمر نے کتاب خدا اور سنتِ رسولؐ دونوں کی مخالفت کی اور خلافت حاصل کرنے کے چکر میں ان کی کوئی اہمیت نہ سمجھی۔

س۔ ۲۹۔ عبد الرحمٰن ابن عوف نے علیؑ ابن ابیطالب سے سیرتِ شیخین پر عمل کرنے کی شرط کیوں عائد کی؟

ج۔ دنیا کی پستی دیکھئے کہ عمر کے بعد عبد الرحمٰن ابن عوف امت کی تقدیر کا فیصلہ کر رہا ہے۔ پس جس کو چاہے وہ منتخب کرے اور جیسا چاہے فیصلہ کرے۔ یہ سب عمر کی تدبیریں ہیں کہ جس نے اس گروہ کو دوسرے صحابہ پر ترجیح دی تھی۔ جس میں عبد الرحمٰن ابن عوف شامل ہو جبکہ عبد الرحمٰن ابن عوف دنیائے عرب کا چالباز ترین انسان تھا۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ عبد الرحمٰن ابن عوف خلافت کو اس کے اصلی و شرعی محور سے ہٹانے والے اور اپنے منشاء سے خلیفہ بنانے والے گروپ میں سے تھے اور جب خود بخاری کو یہ اعتراف ہے کہ عبد الرحمٰن

حضرت علیؑ سے کسی چیز سے ڈر رہے تھے [1] پس لامحالہ عبدالرحمن ابن عوف نے علیؑ کو خلافت سے دور رکھنے کے سلسلہ میں پوری کوشش صرف کی ہوگی اور عبدالرحمٰن ابن عوف دوسرے صحابہ کی طرح یہ بھی جانتے تھے کہ علیؑ ابوبکر و عمر کے اجتہادات اور جو کچھ انھوں نے کتاب خدا اور سنت رسولؐ میں ردوبدل کیا ہے کے خلاف ہیں اور حضرت علیؑ ہمیشہ ان کے خلاف رہے اور ان سے لڑتے رہے ہیں۔

اس لئے عبدالرحمٰن ابن عوف نے علیؑ کے سامنے یہ شرط پیش کی کہ آپ کو سیرت شیخین کے مطابق فیصلہ کرنا ہوگا بلکہ عبدالرحمٰن اس بات کو دوسروں سے زیادہ اچھے طریقہ سے جانتا تھا کہ علیؑ نہ فریب کار ہیں نہ دروغگو، لہٰذا وہ کبھی اس شرط کو قبول نہیں کریں گے۔ جیسا کہ عبدالرحمن یہ بھی جانتا تھا کہ ان کے بہنوئی عثمان کی طرف قریش اور خلیفہ ساز کمیٹی کا رجحان ہے۔

س۔ ۳۰۔ کیا اہلسنت کی کتابوں میں حدیث آئمہ اثنا عشرؑ کا کہیں وجود ہے؟

ج۔ بخاری و مسلم نے اور اہلسنت کے دوسرے تمام محدثین نے نبیؐ سے روایت کی ہے کہ:

"لا یزال الدین قائماً حتی تقوم الساعۃ او یکون علیکم اثنا عشر خلیفہ کلھم من قریش" [2]

یہ دین قیامت تک باقی رہے گا یا بارہ خلفاء کے

---

[1] صحیح بخاری جلد ۸ ص۱۲۳ باب "کیف یبایع الناس الامام" کتاب الاحکام

[2] صحیح بخاری جلد ۸ ص۱۲۷، صحیح مسلم جلد ۶ ص۳

زمانہ تک باقی رہے گا اور وہ (خلفاء) سب قریش سے
ہوں گے ۔

یہ حدیث ایسی پیچیدہ پہیلی بن کے رہ گئی کہ جس کا جواب اہلسنت کے پاس نہیں ہے اور نہ ہی ان کے علماء میں سے کسی میں یہ جرأت ہے کہ وہ چار خلفائے راشدین اور پانچویں عمر ابن عبدالعزیز کے علاوہ سات اور خلفاء کے نام شمار کرا سکے۔ ان کا کہیں وجود ہی نہیں ہے ۔

یا ؔاہلسنت "شیعوں کی طرح علیؑ اور اولاد علیؑ کی امامت کے قائل ہو جائیں، یا پھر اس حدیث کو جھٹلا دیں اور ان کی صحاح حق سے خالی ہو جائے اور اس میں جھوٹ کے علاوہ کچھ نہ رہ جائے ۔

یہاں میں ایک بات کا اور اضافہ کر رہا ہوں اور وہ یہ کہ صرف یہ حدیث خلافت کو قریش میں منحصر کرتی ہے جبکہ شوریٰ کا نظریہ اس کی تردید کرتا ہے جس کے اہلسنت معتقد ہیں کیونکہ انتخاب اور ڈیموکریسی میں ساری امت کے افراد شامل ہیں، تمام قبائل کو چھوڑ کر اسے ایک خاندان میں محدود نہیں کیا جا سکتا ہے ۔ بلکہ اس انتخاب میں عرب قبائل کے علاوہ غیر عرب اسلامی قبائل بھی شامل ہیں ۔

یہ ان بعض مسائل کے مختصر اور سرسری جوابات تھے کہ جو قارئین کے ذہنوں کو پریشان کئے ہوئے تھے ۔ واضح رہے کہ ان مسائل کے مفصل جوابات تاریخی کتابوں میں مل جاتے ہیں ۔ اور میری کتاب "ثم اھتدیت" اور "لاکون مع الصادقین" میں بھی مل سکتے ہیں۔

تحقیق کرنے والے کو موثق مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیئے، اور حقیقت تک پہونچنے کے لئے نیوٹرل ہو کر روایات

اور تاریخی واقعات کی چھان بین کرنا چاہیئے، تاکہ ان کے درمیان سے باطل کا پردہ چاک کر کے حقائق کا انکشاف کر سکے اور اس کو اس کی اصلی شکل میں دیکھ سکیں۔

ساتویں فصل

حدیث سے متعلق

عنقریب میں قارئین کے سامنے یہ بات پیش کروں گا کہ حدیث کا مسئلہ ان مسائل سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہے جن میں آج مسلمان مبتلا ہیں خصوصاً دورِ حاضر میں کیونکہ وہابیوں کی یونیورسٹیوں سے لوگ فنون احادیث میں ڈاکٹریٹ کی سند لے کر نکل رہے ہیں۔ آپ انھیں دیکھتے ہیں کہ وہ ان ہی احادیث کو حفظ کرتے ہیں کہ جو ان کے مذہب اور عقیدہ کے مطابق ہوتی ہیں اور ان احادیث میں اکثر وہ حدیثیں ہیں جو ان کے اسلاف بنی امیہ نے گڑھی ہیں۔ ان حدیثوں سے وہ نور نبی کو بجھانا اور تصور رسالت کو داغدار بنانا چاہتے تھے۔ رسول (معاذاللہ) یہ نہیں جانتے تھے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور نہ ہی اپنے ان متناقض افعال واقوال سے باخبر تھے جنھیں دیکھ کر دیوانوں کو ہنسی آجائے۔

باوجودیکہ اہل سنت کے علماء و محققین نے احادیث کے سلسلہ میں کام کیا ہے اور جانفشانی کی ہے لیکن افسوس کہ اس کے بعد بھی انکی

معتبر اور صحیح کتابوں میں ایسی بہت سی بے بنیاد چیزیں موجود ہیں ایسے ہی شیعوں کی کتابیں بھی تال میل سے محفوظ نہیں ہیں لیکن شیعوں کو اس بات کا اعتراف ہے کہ ہمارے پاس صرف کتاب خدا صحیح ہے اور کوئی کتاب صحیح نہیں ہے جبکہ اہلسنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کتاب خدا کے بعد صحیح ترین ، کتابیں ہیں ۔ بلکہ وہ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ جو کچھ ان دونوں میں بیان ہوا ہے وہ سب صحیح ہے ۔ اسی لئے میں قارئین کے سامنے نمونہ کے طور پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بعض ایسی حدیثیں پیش کرنے کی کوشش کروں گا جو رسولؐ یا اہلبیت رسولؐ کی عظمت کو گھٹاتی اور ان کی قداست کو داغدار بناتی ہیں نیز یہاں بعض ان احادیث کو پیش کروں گا کہ جو بنی امیہ اور بنی عباس کے حکام کے کرتوتوں کو جائز بنانے کے لئے گڑھی گئی ہیں ، درحقیقت وہ اپنے جرائم اور نیکوکار لوگوں کے خون سے رنگین ہاتھوں کو چھپانے کے لئے عصمت نبیؐ کو مخدوش کرنا چاہتے تھے ۔

نبیؐ دھوکا دیتے ہیں ,,معاذ اللہ ،،

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الاستئذان اور کتاب الدیات کے باب ,,من اطلع فی بیت قوم ففقؤوا عینہ فلا دیۃ لہ ،، میں ۔

اور اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الآداب کے باب ,,تحریم النظر فی بیت غیرہ ،، میں انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ نبیؐ کے حجرہ میں ایک آدمی اچانک آگیا بس نبیؐ ایک ہتھیار لے کر کھڑے ہوگئے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ نبیؐ اس شخص کو دھوکے سے زخمی کرنا چاہتے ہیں ۔

ایسے کام کے لئے خلق عظیم مانع ہے پھر نبیؐ مومنین پر رؤف

و رحیم ہیں جبکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ نبیؐ اس شخص کو جو حجرہ میں اچانک داخل ہوگیا تھا اسے اسلام سکھاتے۔ اور اسے یہ بتاتے کہ جو کچھ تم نے کیا ہے وہ حرام ہے نہ وہ کہ اسے دھوکہ سے زخمی کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اس کی آنکھیں پھوڑ ڈالتے اور ہو سکتا ہے کہ اس شخص کی نیت صحیح ہو۔ کیونکہ یہ ازواج نبیؐ کا حجرہ نہیں تھا اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ انس ابن مالک اس حجرہ میں موجود تھے پس اس شخص کے رسولؐ کے پاس پہونچ جانے میں کون سی قیامت ٹوٹ پڑی تھی اور پھر آپ کا تصور اتنا غلط تھا کہ اسے غافل بنا کر اس کی آنکھ پھوڑ دینا چاہتے ہیں۔

شارح بخاری نے تو اس کی قباحت کو اور بڑھا دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسولؐ اس شخص کو غافل بنا کر "یعنی اس طرح کہ وہ دیکھ نہ سکے" اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ کسی کو غافل بنانا رسولؐ سے بعید ہے۔

نبیؐ سخت عذاب دیتے ہیں اور مسلمانوں کے ہاتھ پیر قطع کرتے ہیں

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الطب کے باب "الدواء بالبان الابل" اور باب "الدواء بابوال الابل" میں نقل کیا ہے کہ ثابت انس سے روایت کی ہے کہ لوگوں کو مرض لاحق ہوگیا تھا۔ انھوں کی یا رسول اللہ ہمیں بچائیے اور کچھ کھانے پینے کو دیجئے۔ نبیؐ نے کہ اونٹ کا دودھ اور پیشاب پیو پس انھوں ہوگئے، تو انھوں نے اونٹوں کے چرواہے کو مار

کیا اس واقعہ کی رسولؐ کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے انھیں بلوایا۔ جب لوگ انھیں لے کر آئے تو آپؐ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں قطع کر دئے اور آنکھیں پھوڑ دیں ان میں سے میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ زبان سے خاک چاٹ کر مر گیا۔

کیا کوئی مسلمان اس بات کی تصدیق کرے گا کہ جو رسولؐ خود ہاتھ پیر قطع کرنے سے منع فرماتے ہیں وہ ایک گروہ کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں گے اس لئے کہ انھوں نے ایک چرواہے کو قتل کر دیا تھا۔ اگر راوی نے یہ کہا ہوتا کہ ان لوگوں نے چرواہے کے ہاتھ پیر کاٹ دئے تھے تو بھی نبیؐ کے پاس ان لوگوں کے ہاتھ پیر کاٹنے کے لئے عذر تھا لیکن (روایت میں) یہ وارد نہیں ہوا ہے اور پھر رسولؐ انھیں بغیر تحقیق کے کیسے قتل کرتے ہیں اور کیونکر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹتے ہیں قاتل کی تحقیق کیوں نہیں کرتے خود ان ہی سے معلوم کریں شاید ان میں سے بعض کہیں کہ ہم سب اس کے قتل میں شریک تھے۔ کیا رسولؐ انھیں معاف نہیں کر سکتے تھے جب اس دلیل سے کہ انھوں نے یا رسول اللہ کہا مسلمان بھی تھے۔ کیا رسولؐ نے خدا کا یہ قول نہیں سنا تھا کہ:

﴿وإن عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به،
ولئن صبرتم لهو خيرٌ للصّابرين﴾

اور اگر تم ان کے ساتھ سختی بھی کرو، اتنی ہی جتنی انھوں نے تمھارے ساتھ کی ہے اور اگر صبر کرو تو بہرحال یہی صبر کرنیوالوں کے لئے بہتر ہے۔

اور یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی کہ جب قلب رسولؐ اپنے چچا سید الشہداء حمزہ ابن عبد المطلب کے غم میں کباب ہو رہا تھا کہ جن کا بطن چاک کر کے جگر چبا لیا گیا تھا اور انگلیاں کاٹ لی گئی تھیں جب رسولؐ نے اپنے

چچا کو اس حالت میں دیکھا بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا اگر خدا نے مجھے طاقت عطا کی تو میں ستر مرتبہ ان کے ہاتھ پیر قطع کروں گا۔ پس آپ پر یہ آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: صبرت یارب، پروردگارا میں نے صبر کیا اور اپنے چچا کے وحشی قاتل کو معاف کر دیا جنھوں نے جناب حمزہ کے بدن کے ٹکڑے کئے تھے اور آپ کا جگر چبایا تھا۔ یہ ہے نبیؐ کا اخلاق۔

جو چیز روایت کی قباحت کو آپ (قارئین) پر روشن کرتی ہے وہ راوی کا بیان ہے جس نے اسے قبیح بنادیا ہے۔ اسے میں ترتیب وار بیان کرونگا۔

کہتے ہیں کہ قتادہ نے کہا کہ: مجھ سے محمد ابن سیرین نے بیان کیا کہ یہ واقعہ آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے تاکہ اس طرح فعل نبیؐ کی توجیہ کر سکیں، رسولؐ پروردگار کے حکم سے قبل ہرگز ایسا حکم نہیں لگا سکتے تھے اور جب آپ معمولی مسائل میں وحی کے بغیر کوئی حکم نہیں لگا سکتے تھے تو نبیؐ کو خون بہانے اور حدود جاری کرنے میں کیا ہوگیا تھا؟

غور و فکر کرنے والے کے لئے یہ بات سمجھنا بہت ہی آسان ہے کہ یہ روایت امویوں اور ان کے پیروکاروں کی گڑھی ہوئی ہیں۔ وہ (تبعین) ان حکام کی خوشنودی کے حاصل کرنے کے لئے گڑھتے تھے کہ جن کے لئے صرف گمان یا تہمت پر نیکوکار افراد کو قتل کرنا اہم نہیں تھا۔ اور یہی راوی حکام کے سامنے ماضی کی فرضی مثالیں پیش کرتے تھے۔ اس بات کی دلیل خود یہ روایت ہے کہ جس کو بخاری نے نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ مجھے خبر ملی ہے کہ حجاج نے انس سے کہا کہ میرے سامنے ایسی حدیث بیان کرو جس سے نبیؐ کا سخت سزا دینا ثابت ہوتا ہو تو انھوں نے یہ حدیث بیان کی جب حسن کو اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ انھوں نے یہ حدیث بیان

نہیں کی۔ لہ

اس حدیث سے تو حجاج ثقفی کی خوشنودی کے لئے اس حدیث کے گڑھنے کی بو آتی ہے۔ کہ جس نے زمین کو فتنہ وفساد سے بھر دیا تھا اور شیعیان اہلبیتؑ کو ہزاروں کی تعداد میں قتل کیا تھا۔ ان کے ہاتھ پاؤں قطع کر دیتا تھا ان کی آنکھیں پھوڑ دیتا تھا اور گدیوں سے زبان نکلوا لیتا تھا، زندہ افراد کو اس طرح سولی پر لٹکا دیتا تھا کہ وہ سورج کی دھوپ میں جلکر جاں بحق ہو جاتے تھے۔ اس قسم کی روایتیں حجاج کے کرتوتوں کو جائز بنانے کے لئے گڑھی گئی ہیں کیونکہ (ان روایتوں کے ہوتے ہوئے) اس طرح وہ رسولؐ کی اقتدا کرتا ہے۔ "لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" اور پھر رسولؐ میں تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ"

اسی لئے معاویہ نے شیعیان علیؑ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیکر قتل کیا، کبھی ہاتھ پیر کاٹے اور کبھی عبرت ناک سزا دی بہت سوں کو آگ میں جلا دیا کتنے ہی افراد کو زندہ دفن کر دیا بہتیروں کو سولی پر چڑھا یا اور اسی طرح معاویہ کے وزیر عمرو ابن عاص نے بھی انسانیت سوز سزائیں ایجاد کر لی تھیں۔ محمد ابن ابی بکر کے ہاتھ پاؤں قلم کر کے گدھے کی کھال میں سلا اور پھر آگ میں پھینک دیا۔

ان افراد نے ایسی بے حیائی کی، اور لڑکیوں اور عورتوں سے کھیلنے کے جواز کے سلسلہ میں جو احادیث گڑھی ہیں وہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

لہ۔ صحیح بخاری جلد ۷، ص۱۳۰

نبیؐ جماع کے شوقین تھے "معاذاللہ"

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الغسل کے باب "اذا جامع ثم عاد ومن دار علی نسائہ فی غسل واحد" میں روایت کی ہے کہ: ہم سے معاذ ابن ہشام نے بتایا کہ مجھ سے میرے والد نے قتادہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ قتادہ نے کہا کہ ہم سے انس ابن مالک نے بیان کیا کہ نبیؐ دن رات میں اپنی گیارہ بیویوں کے پاس ایک گھنٹے میں گھوم آتے تھے قتادہ نے انس سے کہا کیا ان کے اندر اتنی طاقت تھی؟ تو انس نے کہا انھیں تیس کی طاقت عطا کی گئی ہے۔

یہ روایت عظمت رسولؐ کو گھٹانے کے لئے گڑھی گئی ہے تاکہ معاویہ اور یزید بے حیا کے افعال کی توجیہ کی جا سکے، اور انس ابن مالک کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ نبیؐ ایک گھنٹے میں اپنی گیارہ بیویوں سے جماع کرتے ہیں۔ کیا یہ بات انھیں خود رسولؐ نے بتائی ہے یا وہ دیکھ رہے تھے؟ اس جھوٹے قول سے میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں، اور انس کو یہ کہاں سے سراغ ملا تھا کہ نبیؐ کو تیس عورتوں کی طاقت عطا کی گئی تھی؟

یہ رسولؐ کے حق میں ظلم ہے انھوں نے اپنی پوری زندگی جہاد اور عبادت اور امت کی تعلیم و تربیت میں صرف کی ہے۔

یہ جاہل افراد اس طرح کی روایات کو بیان کرتے وقت کیا سمجھتے تھے وہ اپنی نجس عقلوں اور شہوت کے لحاظ سے کثرت جماع لائق فخر سمجھتے تھے اسی لئے وہ اپنے ہم عصروں پر فخر کرتے تھے؛ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایات نبیؐ کی قداست کو داغدار بنانے کے لئے گڑھی گئی ہیں۔ دوسرے وہ ان روایات

کے ذریعہ حکام وخلفا کی اس بے حیائی کی پردہ پوشی کرنا چاہتے ہیں کہ عورتوں اور کنیزوں پر جن کی چیرہ دستیوں کے بارے میں تاریخ بھری پڑی ہے اور اس حدیث کے راوی انس ابن مالک زوجۂ نبیؐ عائشہ کے سامنے کیا کہیں گے وہ تو کہتی تھیں کہ جماع کے سلسلہ میں نبیؐ بھی ایسے ہی تھے جیسے دوسرے افراد ۔

مسلم نے اپنی صحیح کے کتاب الطہارت کے باب "نسخ الماء من الماء و وجوب الغسل بالتقاء الختانین" میں ابوزبیر سے اور انھوں نے جابر ابن عبداللہ اور انھوں نے ام کلثوم سے اور انھوں نے زوجۂ نبیؐ عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ: ایک شخص نے رسولؐ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے اور پھر میاں بیوی دونوں سست پڑ جاتے ہیں کیا ان دونوں پر غسل واجب ہے؟ اور عائشہ رسولؐ کے پاس بیٹھی ہیں۔ رسولؐ نے فرمایا: میں اور یہ (عائشہ) ایسا ہی کرتے ہیں اور پھر غسل کرتے ہیں۔

پھر حدیث کا شارح صحیح مسلم کے حاشیہ پر اضافہ کرتا ہے کہ مصباح میں کسل (سست پڑ جانے) کے معنی یہ ہیں کہ جب مجامعت کرے اور ضعف کی بنا پر انزال نہ ہو ۔۔۔۔ پس یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ انھیں (نبیؐ کو) تیس عورتوں کی طاقت عطا کی گئی تھی؟

گڑھنے والوں نے یہ دوسری حدیث گڑھ لی ہے خدا انھیں غارت کرے اور ان کے عذاب میں اضافہ کرے ورنہ رسولؐ کے بارے میں ایسی حدیثوں کو ایک عاقل کیسے قبول کر سکتا ہے کہ جن سے رسولؐ کی حیا پر حرف آتا ہے کہ وہ اپنی زوجہ کے سامنے مردوں سے ایسی بات بیان کرتے ہیں کہ جن کے بیان کرنے سے ایک عام مومن بھی شرم کرتا ہے ۔

★

امویوں کے زمانہ میں رقص و غنا کے جواز پر چند مثالیں

رسولؐ رقص سے مسرور ہوتے اور موسیقی سنتے تھے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب النکاح کے باب "ضرب الدف فی النکاح والولیمة" میں تحریر کیا ہے کہ ہم سے بشر ابن مفضل نے اور خالد ابن زکوان نے بیان کیا ہے کہ ربیع بنت معوّذ ابن عفراء نے کہا: جب نبیؐ نے مجھ سے شادی کی تو میرے پاس آئے اور میرے بستر پر اتنی دور بیٹھ گئے جتنی دور تم بیٹھے ہو پس لونڈیاں ہمارے پاس آکر دف بجانے لگیں اور بدر میں قتل ہونے والے میرے آبار کی کا مرثیہ بیان کرنے لگیں اس وقت ان میں سے ایک نے کہا: حالانکہ ہمارے نبیؐ جانتے ہیں کل کیا ہوگا۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ اسے چھوڑو! وہی گاؤ جو تم گا رہی تھیں۔

اسی طرح بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الجہاد کے باب الدرق میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب صلوٰۃ العیدین کے باب "الرخصة فی اللعب الذی لامعصیة فیہ" میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:

رسولؐ میرے پاس اس وقت آئے جب دو لونڈیاں گا رہی تھیں اور بستر پر بیٹھ گئے اور منہ پھیر لیا تھوڑی دیر بعد ابو بکر داخل ہوئے اور مجھے ڈانٹا اور کہا: شیطانی کام رسولؐ کے پاس، پس رسولؐ نے ابو بکر سے کہا۔۔: جانے دو اور جب وہ دونوں (رسولؐ اور ابو بکر) دوسری طرف متوجہ ہوئے تو لونڈیاں نکل گئیں۔

عائشہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: عید کے روز حبشی

(کالے) تماشہ کر رہے تھے پس یا تو میں نے رسولؐ سے دریافت کیا یا آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کی ہاں، تو مجھے اپنی پشت پر اس طرح اٹھایا کہ میرا رخسار ان کے رخسار پر تھا۔ آنحضرتؐ نے کہا: بنی ارفدہ (حبشیو) تم اپنے رقص کو جاری رکھو یہاں تک کہ عائشہ نے کہہ دیا میں تھک گئی تو آپؐ نے فرمایا بس اتنا کافی ہے میں نے کہا ہاں، آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب النکاح کے باب "نظر المراۃ الی الحبش ونحوھم من غیر ریبہ" میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے نبیؐ کو دیکھا کہ وہ مجھے اپنی ردا میں چھپا رہے ہیں اور میں ان حبشیوں کا تماشہ دیکھ رہی تھی کہ جو مسجد میں ہلڑ مچائے ہوئے تھے یہاں تک کہ مجھے بھی دیکھنے کا اشتیاق ہوا۔ یہاں تک کہ میرا بھی جی چاہنے لگا میں ناچنے لگوں۔

اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب صلوٰۃ العیدین کے باب "الرخصۃ فی اللعب" میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ عید کے روز حبشی ناچتے ہوئے مسجد میں آئے تو نبیؐ نے مجھے بلایا پس میں نے اپنا سر ان کے کاندھے پر رکھکر ان کا تماشہ دیکھنے میں اس طرح کھو گئی کہ ان کی طرف سے آنکھیں ہی نہ ہٹیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب النکاح کے باب "ذھاب النساء والصبیان الی العرس" میں انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: نبیؐ نے دیکھا کہ عورتیں اور بچے شادی میں کھیل کود رہے ہیں پس آپؐ دیکھنے کے اشتیاق میں کھڑے ہو گئے اور کہا کہ: تم مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو۔

بخاری کے شارح کہتے ہیں کہ اشتیاق میں کھڑے ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ بھی ان کے کھیل سے مسرور ہو رہے تھے۔

"منشیات اور شراب خوری کی تہمت سے بچنے کے لئے دوا کا نام دے کر پینے کے سلسلہ میں چند نمونے"

نبیؐ نبیذ پیتے تھے "معاذاللہ"

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب النکاح کے باب "قیام المراۃ علی الرجال فی العرس وخدمتهم بالنفس" میں اور اسی طرح باب "النقیع والشراب الذی لایسکر فی العرس" میں ابوحازم سے اور انھوں نے سہل سے روایت کی ہے کہ جب ابواسید ساعدی نے شادی کی تو نبیؐ اور ان کے اصحاب کو دعوت دی لیکن ان کے لئے کھانا تیار نہ کیا اور خود بھی ان کے پاس نہ آیا (ہاں) اسید کی ماں نے شب میں کچھ کھجوریں پتھر کے چھوٹے برتن میں بھگو دی تھیں وہ نبیؐ اور ان کے سامنے پیش کیا جب نبیؐ فارغ ہو چکے تو تحفہ کے طور پر ان کھجوروں کے پانی سے سیراب کیا گیا۔

اس روایت سے وہ یہ بات ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ــــ (معاذاللہ) نبیؐ شراب پیتے تھے۔ شاید نبیذ سے غیر مشہور نبیذ مراد ہو۔ کیونکہ عرب کی یہ عادت تھی کہ وہ پانی کی بو زائل کرنے کے لئے اس میں کھجوریں ڈال دیتے تھے پس وہ حقیقتاً نبیذ نہیں ہے۔ بعض لوگوں کا نظریہ ہے کہ اس کا استعمال صحیح ہے۔ مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الاشربہ کے باب "اباحۃ النبیذ الذی لم یشتد ولم یصر مسکرا" میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔ یہیں سے شراب خوری کی ابتدا ہوئی اور یہیں سے حکام نے یہ حکم لگایا کہ جب تک وہ نشہ آور نہ ہو حلال ہے۔

"کچھ اور چیزیں جن میں بنی امیہ اور بنی عباس ملوث تھے ۔ ۔ ۔"

نبیؐ اور ابتذال !-

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الحج کے باب "الزیارت یوم النحر" میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: ہم نے نبیؐ کے ہمراہ حج کیا اور قربانی کے روز صفیہ کو حیض آگیا اور نبیؐ نے ان کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہا جو مرد اپنی بیوی سے کرتے ہیں تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ حائض ہے۔

تعجب ہے اس نبیؐ پر کہ جو ایسے محترم مقام پر اپنی زوجہ سے مجامعت کرنا چاہتے ہیں اور آپ کی دوسری زوجہ کو اس کی اطلاع ہو جاتی ہے اور وہ آنحضرتؐ کو یہ بتاتی ہے کہ وہ حائض ہے اور خود نبیؐ نہیں جانتے ہیں۔

نبیؐ اور حیا

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الفضائل کے باب "فضائل عثمان ابن عفان" میں زوجۂ نبیؐ عائشہ اور عثمان سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے بیان کیا ہے کہ ابوبکر نے رسولؐ کے پاس پہونچنے کی اجازت طلب کی درآنحالیکہ آپؐ عائشہ کی چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے پس آپؐ نے ابوبکر کو داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی اور ایسے ہی لیٹے رہے ابوبکر کی حاجت پوری ہو گئی تو واپس چلے گئے عثمان کہتے ہیں کہ کچھ دیر کے بعد عمر نے اجازت چاہی آپؐ نے انھیں بھی اجازت دے دی وہ داخل ہوئے لیکن آپؐ لیٹے ہی رہے ان کی

ضرورت پوری ہوگئی تو وہ بھی لوٹ گئے پھر عثمان کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اذن چاہا تو آپؐ بیٹھ گئے اور عائشہ سے کہا تم بھی اپنا لباس صحیح کر لو۔ پس جب میرا مقصد بھی پورا ہوگیا تو میں بھی لوٹ آیا تو عائشہ نے کہا: یا رسولؐ اللہ مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں نے آپ کو ابوبکر و عمر کی آمد پر اتنا اہتمام کرتے ہوئے نہیں دیکھا جیسا کہ عثمان کی آمد پر دیکھا ہے۔ رسولؐ نے فرمایا: عثمان بہت شرمیلے انسان ہیں میں اس بات سے ڈرتا تھا کہ اگر میں انھیں اجازت دے دوں اور خود اسی حالت میں لیٹا رہوں تو وہ واپس نہ چلے جائیں۔

یہ کون سا نبی ہے کہ اس کے اصحاب ملنے آتے ہیں اور وہ اپنی زوجہ کی چادر پہنے لیٹا ہے۔ اور دوسری طرف ان کی زوجہ معمولی لباس پہنے بیٹھی ہیں یہاں تک کہ عثمان کے آتے ہی آپ اٹھ بیٹھتے ہیں اور اپنی زوجہ سے کہتے ہیں کہ لباس صحیح کر کے بیٹھو!

نبیؐ اور برہنگی!

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الصلوٰۃ کے باب "کراھۃ التعری فی الصلواۃ" میں اور اسی طرح مسلم نے کتاب الحیض کے باب "الاعتناء بحفظ العورۃ" میں جابر ابن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ:

رسولؐ ہم لوگوں کے ساتھ کعبہ کے لئے پتھر لا رہے تھے کہ آپؐ لنگی باندھے ہوئے تھے آپ کے چچا عباس نے آپؐ سے کہا بھتیجے لنگی اتار لو اور اسے کندھے پر رکھ کر اس پر پتھر رکھو! پس آپؐ نے لنگی اتار کر کندھے پر رکھ لی تھوڑی دیر کے بعد غش کھا کے گر پڑے تو آپؐ کو عریاں دیکھا گیا۔

قارئین اس رسولؐ پر ان بیہودہ تہمتوں کو ملاحظہ فرمائیں کہ جس نے حیا کو ایمان کا ستون قرار دیا ہے جو کنواری لڑکیوں سے زیادہ حیادار تھے اہلسنت نے اس رکیک روایت پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ اس گڑھی ہوئی روایت کے ذریعہ آپؐ پر شرمگاہ کے کھولنے کی بھی تہمت لگادی۔ کیا ان کے نزدیک، رسولؐ اللہ (معاذ اللہ) اتنے نافہم ہیں کہ وہ اپنے چچا کی باتوں میں آگئے اور اپنے جسم کو لوگوں کے سامنے کھول دیا۔

ان شیطانوں اور ابلیسوں کے ان اقوال سے خدا بچائے کہ جو خدا اور رسولؐ پر بہتان باندھتے ہیں۔ یہ وہ رسولؐ ہے کہ جس کی شرمگاہ کو آپؐ کی ازواج نے بھی کبھی نہ دیکھا جبکہ ان کے لئے شرع نے اس کی اجازت دی ہے اس کے باوجود عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی رسولؐ کی شرمگاہ نہیں دیکھا ہے[۱] پس جب ازواج کے ساتھ آپؐ کا یہ برتاؤ تھا کہ جو آپؐ کے ساتھ حمام یا برتن میں غسل کرتی تھیں ان سے آپؐ اپنی شرمگاہ کو چھپائے رکھتے تھے اور ان میں سے کسی نے کبھی آپؐ کی شرمگاہ نہ دیکھی تو اصحاب اور عام لوگوں کے لئے ایسا کیونکر ممکن ہے۔

ہاں یہ سب حدیثیں بنی امیہ کی گڑھی ہوئی ہیں وہ لوگ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور جب ان کا خلیفہ و امیر کسی شاعر کے غزلیہ کلام سے وجد میں آجاتا تھا وہ کھڑا ہو جاتا تھا۔ اور شاعر کی شرمگاہ کو کھول کر اس کا عضو تناسل چوم لیتا تھا۔ تو اس کے لئے نبیؐ کی برہنگی کوئی عجیب بات نہیں ہے اور یہ نفسیاتی مرض ان سے دنیا میں پھیل گیا اور آج یہ بے حیائی معمولی چیز سمجھی جانے

---

[۱] سنن ابن ماجہ جلد ۱ ص ۶۱۹

جانے لگی ہے ان کے لئے اخلاق وحیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے ہر جگہ عریانیت کے اڈے اور سینٹر بنے ہوئے ہیں جہاں مرد وعورت اس نعرہ کے تحت جمع ہوتے ہیں، "پروردگار جیسے تو نے ہمیں پیدا کیا ہے ہم اب بھی اسی حالت میں ہیں۔

"احکام شرعیہ اور دین سے کھلواڑ کے چند نمونے ..."

نبیؐ سے نماز میں سہو ہوتا ہے

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الادب کے باب "ما یجوز من ذکر الناس" میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ کے باب "السہو فی الصلوۃ والسجود لہ" میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: نبیؐ نے ہمارے ساتھ نماز ظہر کی دو رکعت ادا کی پھر مسجد کے سامنے والی لکڑی پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے لوگوں میں ابو بکر وعمر بھی اس وقت موجود تھے وہ دونوں آپؐ سے پوچھنے کے لئے دوڑے اور وہ لوگوں کے بیچ سے تیزی سے نکل گئے۔ لوگوں نے کہا نماز قصر ہو گئی لوگوں میں ایک اور شخص موجود تھا جسے نبی ذوالیدین کہہ کر پکارتے تھے، اس نے کہا یا نبیؐ اللہ کیا آپ نماز بھول گئے تھے۔ یا قصر پڑھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں اور نہ قصر پڑھی ہے، لوگوں نے کہا: یا رسولؐ اللہ آپ بھول گئے تھے۔ تب آپ نے فرمایا: ذوالیدین صحیح کہہ رہا تھا

اس کے بعد آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیرا اور تکبیر کہہ کے سجدہ ہی کے برابر یا اس سے طویل سجدہ کیا اس کے بعد پھر تکبیر کہہ کے سجدہ میں گئے اور ایسے ہی سجدہ بجالائے اس کے بعد سر اٹھایا اور تکبیر کہی۔ [1]

---

[1] صحیح بخاری و صحیح مسلم کتاب لولو و مرجان میں جلد ۱ ص ۱۱۵

افسوس! کہ رسولؐ سے نماز میں سہو ہو اور انھیں معلوم نہ ہو کہ میں نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے اور جب ان سے کہا جائے کہ آپ نے قصر پڑھی ہے تو آپ فرمائیں؛ نہ میں بھولا ہوں اور نہ قصر پڑھی ہے۔ یہ اہلسنت نے رسولؐ پہ خلفاء کو تہمت سے بچانے کے لئے بہتان لگایا ہے۔ کیونکہ وہ اکثر نشہ کی حالت میں نماز پڑھانے آتے تھے انھیں یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ہم نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے اور ان کے امیر کا واقعہ تاریخی کتابوں میں مشہور ہے کہ اس نے نماز صبح چار رکعت پڑھانے کے بعد نمازیوں کی طرف متوجہ ہوکر کہا اور پڑھاؤں یا اتنی کافی ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الاذان کے باب "اذا اقام الرجل عن یسار الامام" میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ:

میں میمونہ کے پاس تھا اور اس شب میں نبیؐ بھی میمونہ ہی کے یہاں تھے آپؐ نے وضو کیا اور نماز پڑھنے لگے میں بھی ان کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے داہنی طرف کر دیا پھر تیرہؐ رکعت نماز پڑھی پھر سو گئے یہاں تک کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی اور جب بھی آپؐ سوتے تھے۔ خراٹوں سے سوتے تھے پھر موذن نے اذان دی تو بغیر وضو کئے نماز پڑھی۔

عمرو نے کہا میں نے یہ بات بکیر کو بتائی تو انھوں نے کہا کریب نے بھی مجھ سے ایسے

رسولؐ کی طرف ایسی جھوٹی احادیث کی نسبت دے کر بنی امیہ اور بنی عباس کے امراو سلاطین وضو اور نماز کی اہمیت کو کم کر رہے تھے یہاں تک کہ ہمارے درمیان یہ مثل مشہور ہو گئی کہ "صلواۃ القیاد فی الجمعہ والاعیاد" امیر و

حاکم جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھتے ہیں۔

نبیؐ اور حلف شکنی!

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب المغازی کے باب "قدوم الاشعریین واھل الیمن" میں قصہ عمان وبحرین میں ابوقلابہ سے انھوں نے زہدم سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ جب ابوموسیٰ آئے تو شہروالوں نے انکا احترام کیا اور ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے وہ مرغ مسلم کھارہے تھے وہیں پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا ابوموسیٰ نے اسے کھانے کے لئے کہا تو اس نے کہا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم غلاظت کھارہے ہو، پس ابوموسیٰ نے کہا آؤ ہم نے رسولؐ کو اسے کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ اسے نہیں کھاؤں گا ابوموسیٰ نے کہا تمھیں قسم کے بارے میں بتائیں، نبیؐ کے پاس ایک اشعری آیا پس ہم نے نبیؐ سے مطالبہ کیا کیا کہ ہمیں لے چلیں تو نبیؐ نے اس کو لے جانے سے انکار کر دیا پھر ہم نے مطالبہ کیا تو نبیؐ نے قسم کھائی کہ ہم نہیں لے جائیں گے۔ پس ہمیں پانچ فربہ اونٹنیاں دینے کا حکم دیا جب ہم نے اسے لے لیا تو ہم نے کہا کہ نبیؐ نے قسم کے سلسلہ میں بے اعتنائی کی ہے ہم اس کے بعد کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ پس میں آیا اور کہا اے نبیؐ اللہ آپ نے قسم کھائی تھی کہ ہمیں نہیں لے جائیں گے اور لے جارہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں میں وہی قسم کھاتا ہوں کہ جس میں خیر ہو اور میں نے وہی کیا جس میں خیر تھا۔

اس نبیؐ کو ملاحظہ فرمائیے جس کو خدا نے اس لئے بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو یہ بتائیں کہ اپنے عہدوں کی حفاظت کریں، برادری کا پاس رکھیں اور قسم

نہ توڑیں، ہاں کفارہ دے کر توڑ سکتے ہیں لیکن نبیؐ لوگوں کو جس چیز کا حکم دیتے خود اسے انجام نہیں دیتے ہیں جبکہ خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿لا يؤاخذكم الله باللغوِ في أيمانكم ولكنْ يؤاخذكم بما عقّدتم الأيمان فكفّارته إطعامُ عشرةِ مساكينَ من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتُهم أوتحريرُ رقبةٍ فمن لم يجد فصيامُ ثلاثة أيّامٍ ذلك كفّارة أيمانكم إذا حلفتمْ واحفظوا أيمانكم كذلك يُبيّنُ الله لكم آياته لعلكم تشكرون﴾ سورۂ مائدہ، آیت ر۸۹

خدا تم سے بے مقصد قسمیں کھانے پر مواخذہ نہیں کرتا ہے لیکن جن قسموں کی گرہ دل نے باندھی ہے ان کی مخالفت کا کفارہ دس مسکینوں کے لئے اوسط درجہ کا کھانا ہے۔ جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کا کپڑا یا ایک غلام کی آزادی ہے پھر اگر یہ سب ناممکن ہو تو تین روزے رکھو کہ یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے جب بھی تم قسم کھا کر اس کی مخالفت کرو۔ لہذا اپنی قسموں کا تحفظ کرو کہ خدا اس طرح اپنی آیات کو واضح کرکے بیان کرتا ہے کہ شاید تم اس کے شکر گذار بندے بن جاؤ

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ولا تنقضُوا الأيمانَ بعد توكيدها﴾

اور اپنی قسموں کو ان کے استحکام کے بعد ہرگز مت توڑو۔

لیکن انھوں نے رسولؐ کی کسی فضیلت و شرافت کو نہ چھوڑا!

قسم کے کفارہ میں عائشہ نے چالیس غلام آزاد کئے

رسول کہاں ہیں ؟ (دیکھیں) کہ ان کی زوجہ عائشہ ایک قسم کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کرتی ہیں! کیا عائشہ رسول کی بہ نسبت خدا سے زیادہ ڈرتی ہیں۔ [۱]

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الادب کے باب الہجرہ اور رسول کے اس قول کے سلسلہ میں کہ "کسی مومن کے لئے تین روز تک اپنے برادر مومن سے بول چال بند رکھنا جائز نہیں ہے" روایت کی ہے کہ عائشہ نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے اس بیع یا عطا کے بارے میں جو انھیں عائشہ نے عطا کیا تھا کہا: کہ ہم اس میں عائشہ کو تصرف کرنے سے روک دیں گے، تو عائشہ نے کہا کہ کیا اس نے یہ کہا ہے ؟ لوگوں نے کہا ہاں: عائشہ نے کہا کہ میں خدا سے اس بات کی نذر کرتی ہوں کہ ابن زبیر سے کبھی نہیں بولوں گی۔ پس جب قطع کلامی کو طویل عرصہ گذر گیا تو ابن زبیر نے ان سے معذرت چاہی عائشہ نے کہا: ہرگز نہیں، قسم خدا کی میں کبھی بھی معاف نہ کروں گی اور نہ اپنی قسم، توڑوں گی، پس جب اور زیادہ زمانہ گذر گیا تو ابن زبیر نے مسور ابن مخرمہ اور عبدالرحمن ابن الاسود ابن عبد یغوث سے اس سلسلہ میں گفتگو کی، واضح رہے کہ یہ دونوں قبیلہ زہرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور کہا میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے عائشہ کے پاس پہونچا دو کیونکہ ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مجھ سے قطع کلامی

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۷، ص ۹۰

کی نذر کریں۔ وہ دونوں اس کو چھپا کر اپنے ساتھ لے گئے اور عائشہ سے اندر آنے کی اجازت چاہی اور ان دونوں نے سلام کیا۔ اور کہا ہم اندر آسکتے ہیں؟ عائشہ نے کہا چلے آؤ۔ انھوں نے کہا ہم سب چلے آئیں؟ کہا، ہاں سب چلے آؤ، عائشہ یہ نہیں جانتی تھیں کہ ان کے ساتھ ابن زبیر بھی ہے۔

پس جب وہ داخل ہوئے تو ابن زبیر بھی پیچھے پیچھے داخل ہو گئے تو عائشہ نے منہ پھیر لیا۔ تو یہ رو رو کر التماس کرنے لگے، مسور اور عبدالرحمٰن اس وقت تک گڑگڑاتے رہے جب تک کہ انھوں (عائشہ) نے بات نہیں کی۔ ان دونوں نے کہا آپ جانتی ہیں کہ نبیؐ نے تین روز سے زیادہ قطع کلامی سے منع فرمایا ہے۔ جب عائشہ کو انھوں نے بہت زیادہ سمجھایا اور دباؤ ڈالا تو عائشہ نے ان کی بات مان لی اور روتے ہوئے کہا کہ میں نے ان سے کلام نہ کرنے کی نذر کی تھی اور نذر بہت سخت چیز ہے۔ لیکن وہ لوگ اس وقت تک وہاں سے نہ ٹلے جب تک کہ عائشہ نے ابن زبیر سے بول چال شروع نہ کی۔ پھر عائشہ نے اپنی نذر توڑنے کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کئے وہ اپنی نذر کو یاد کرتی تھیں اس کے بعد روتیں کہ آنسو سے دوپٹہ تر ہو جاتا تھا۔

باوجودیکہ عائشہ کی قسم صحیح نہیں تھی کیونکہ نبیؐ نے مسلمان کے لئے اپنے بھائی سے تین روز سے زیادہ بول چال بند کرنے کو حرام قرار دیا ہے لیکن عائشہ نے اس پر عمل نہیں کیا اور بعض قسم کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کئے۔ یہ چیز اس بات کی طرف بھی ہماری راہنمائی کرتی ہے کہ یہ عائشہ ہی کی ذاتی دولت تھی ورنہ عائشہ چالیس غلام یا ان کی قیمت کی مالک کیسے بن سکتی تھیں یہ کوئی آسان بات نہیں تھی اور تاریخ نے کوئی ایسا واقعہ نقل نہیں کیا کہ رسولؐ نے اپنی پوری حیات میں غلاموں کی اتنی بڑی تعداد آزاد کی ہو۔

انھوں نے کوئی برائی اور خامی ایسی نہیں چھوڑی جس کی نسبت رسول کی طرف نہ دی ہو اور اس کی وجہ صرف اپنے امرا کے کرتوتوں کو تنقید سے بچانا تھی۔ خدا انھیں غارت کرے انھوں نے بہت برا کام کیا ہے۔

"احکام شرعیہ کی بے احترامی کے سلسلہ میں انھیں بری الذمہ قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

نبیؐ احکام خدا میں جیسے چاہتے ہیں تبدیلی کرتے ہیں

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الصوم کے باب "اغتسال الصائم" میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الصیام کے باب "تغلیظ تحریم الجماع فی نھار رمضان علی الصائم و وجوب الکفارۃ الکبریٰ فیہ وانھا تجب علی الموسر والمعسر" میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ:

ہم لوگ رسول کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور کہا: یا رسول اللہ میں ہلاک ہوا! فرمایا تمھیں کیا ہو گیا؟ اس نے کہا: میں اپنی زوجہ سے ہمبستری کر لی حالانکہ میں روزہ سے تھا۔ رسول نے فرمایا کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا تم پے در پے دو ماہ روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، راوی کہتا ہے کہ وہ شخص تھوڑی دیر نبیؐ کے پاس ٹھہرا تھا ہم بھی بیٹھے تھے کہ نبیؐ نے اسے کھجور کا رس دیا کہ اس میں کھجوریں بھی پڑی تھیں ـــــــ فرمایا: سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا میں ہوں، فرمایا: تو اسے تصدق کر دے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ مجھ سے بڑا بھی کوئی فقیر ہے؟

قسم خدا کی کوئی گھرانہ میرے گھر سے زیادہ فقیر نہیں ہے۔ بس نبیؐ کو ہنسی آگئی یہاں تک کہ دندان (مبارک) ظاہر ہو گئے۔ پھر فرمایا: جاؤ اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

احکام و حدودِ خدا کی گت ملاحظہ فرمائیے، خدا نے اپنے خوش حال بندوں پر غلام آزاد کرنا اور اگر غلام آزاد نہیں کر سکتے تو ان پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا اور جو فقیری کی وجہ سے کھانا بھی نہیں کھلا سکتے تو ان پر دو مہینوں کے روزے واجب کئے ہیں یہ ان فقیروں کا کفارہ ہے کہ جن کو غلام آزاد کرنے اور مسکینوں کو کھانا کھلانے بھر کا پیسہ نصیب نہیں ہوتا ہے لیکن یہ روایت تو خدا کے ان حدود کو پامال کرتی ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کئے ہیں۔

ہمارے لئے مجرم کا یہی کہنا کافی ہے کہ رسولؐ اس طرح مسکرائے کہ دانت نظر آنے لگے گویا حکم خدا کو اس کے لئے آسان کر دیا اور صدقہ لینا مباح کر دیا

کیا خدا و رسولؐ پر اس سے بڑا بہتان بھی باندھا جا سکتا ہے کہ گناہ کرنے والے کی سزا کے بجائے معاف کر دیا اس سے بھی زیادہ گناہگاروں فاسقوں، اور منحرف لوگوں کو جری بنایا جا سکتا ہے۔

ایسی ہی روایات کی بنا پر تو دین خدا اور اس کے احکام کھلونا بن کے رہ گئے اور زناکار اپنے اس فعل شنیع پر فخر اور محافل و شادیوں میں زانی کے نام کے گانے گائے جانے لگے اسی طرح ماہ رمضان میں روزہ توڑنے والا روزہ داروں کا منہ چڑھاتا ہے۔

جیسا کہ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الایمان والنذور کے کے باب "اذا حنث ناسیاً" میں عطا سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت

کی ہے کہ ایک شخص نے نبیؐ سے کہا کہ میں نے رمی جمرات سے قبل طواف زیارت کر لیا۔ نبیؐ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔ ایک دوسرے شخص نے کہا: میں نے قربانی سے پہلے سر منڈا لیا۔ آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔ تیسرے نے کہا: میں نے رمی جمرات سے قبل قربانی کر لی، فرمایا: کوئی اشکال نہیں ہے۔

اور عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے روایت ہے کہ ہمارے درمیان نبیؐ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ فلاں سے قبل میرا ایسا ایسا خیال تھا، پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہا: میں ان تینوں (سر منڈانے، قربانی اور رمی جمرا کے بارے میں ایسا خیال رکھتا تھا۔ نبیؐ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے تینوں کو ایک ہی روز میں انجام دیا جاتا ہے پس جب ان میں سے کسی نے کسی کے بارے میں سوال کیا تو کہا، بجالاؤ، بجالاؤ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ جب آپ ان روایات کو پیش کریں گے تو بعض معاندین آپ کے سامنے ڈٹ کے کہیں گے دین خدا آسان ہے اس میں تنگی نہیں ہے۔ اور رسول اللہ نے فرمایا ہے: آسانی کو اختیار کرو اور تنگی سے بچو!

اگر چہ یہ بات حق ہے لیکن مراد باطل ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خدا نے ہمارے لئے سہولتیں رکھی ہیں اور حرج میں مبتلا نہیں کیا ہے لیکن اس قرآن مجید اور سنت نبوی کے ذریعہ ہم تک احکام و حدود پہونچائے ہیں اور اقتضائے وقت کے لحاظ سے ہیں چھوٹ بھی دی ہے جیسے پانی کے فقدان اور بیماری کے خوف کے وقت تیمم کی اجازت مرحمت کی اسی طرح مقتضائے وقت کے لحاظ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت دی، چنانچہ سفر میں روزہ نہ رکھنے اور نماز

قصر پڑھنے کی رخصت دی یہ سب چیزیں صحیح ہیں لیکن ہم احکام خدا کی مخالفت کرتے ہیں اور وہ اس طرح کہ ہم وضو و تیمم کی ترتیب کو بدل دیں ہاتھوں کو چہرہ سے قبل دھوئیں یا پیروں کا مسح سر سے پہلے کریں یہ جائز نہیں ہے۔

لیکن گڑھنے والوں کا ارادہ تو یہ ہے کہ رسولؐ کو اتنا گرادو کہ ہمارے لئے راستہ کھل جائے۔ آج بھی بہت سے لوگ (جب ان سے فقہی مسائل میں آپ بحث کریں گے تو وہ) کہتے ہیں کہ برادرم کوئی جبر نہیں ہے ہم کو صرف نماز پڑھنا ہے جیسے بھی ہو سکے نماز پڑھو۔

عجب بات تو یہ ہے کہ بخاری نے اسی صفحہ پر جس پر رسولؐ کا یہ قول "افعل افعل ولا حرج" انجام دو کوئی حرج نہیں ہے"، درج کیا ہے ایک واقعہ تحریر کیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسولؐ حدود سے تجاوز کر کے بہت دور نکل گئے تھے، ابوہریرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں، ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھی رسولؐ بھی مسجد کے گوشہ میں تشریف فرما تھے۔۔ وہ شخص نماز کے بعد رسولؐ کے پاس آیا اور سلام کیا تو آپؐ نے فرمایا: "دوبارہ نماز پڑھو! تم نے نماز نہیں پڑھی ہے وہ واپس گیا، نماز ادا کی، اور آکر سلام کیا آپؐ نے پھر فرمایا: نماز پڑھو! تم نے صحیح نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ نماز ادا کی اور رسولؐ ہر بار اس سے یہی کہتے رہے، پھر سے نماز پڑھو! تم نے نماز نہیں پڑھی ہے۔ پس اس شخص نے کہا یا رسول اللہ آپؐ مجھے سکھا دیجئے۔ تو آپؐ نے اسے بتایا کہ رکوع و سجود کو اطمینان سے بجالاؤ پھر رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو اور سجدہ کے بعد اطمینان سے بیٹھو! دوبارہ پھر اطمینان سے سجدہ بجالاؤ اور اس کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاؤ اسی طرح پوری نماز پڑھو۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التوحید کے باب قول اللہ ،
عز وجل ,,فاقرؤوا ماتیسر من القرآن ،، میں عمر ابن خطاب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے حیات رسول میں ہشام ابن حکیم کو سورۂ فرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا ان کی قرأت پر میں نے جو غور کیا تو بہت سے حروف تھے جن کی تعلیم رسول نے ہمیں نہیں دی تھی۔ میں نے چاہا کہ نماز ہی سے اسے گریبان پکڑ کر گھسیٹ لوں مگر سلام پھیرنے تک صبر کیا اور پھر اپنی ردا سے جکڑ کر پوچھا یہ سورہ تمھیں کس نے پڑھایا ہے۔ اس نے کہا: رسول نے، میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو ہمیں تو اس کی تعلیم نہیں دی جو تم پڑھ رہے تھے۔

میں اسے لے کر رسول کی خدمت میں پہونچا اور عرض کی میں نے اسے اس سورۂ فرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا کہ جو آپ نے ہمیں نہیں سکھایا ہے آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو! اے ہشام پڑھو، پس اس نے وہی تلاوت کی جو میں نے سنی تھی پس رسول نے فرمایا: یہ سورہ اسی طرح نازل ہوا تھا۔ اس کے بعد رسول نے فرمایا: اے عمر تم پڑھو! پس میں نے وہی قرأت کی جو مجھے سکھائی تھی۔ آپ نے فرمایا: یہ سورہ ایسے ہی نازل ہوا ہے۔ بے شک یہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے جس طرح ممکن ہو پڑھو!

کیا اس روایت کے بعد اس میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ گڑھنے والوں نے رسول کی قداست پر دھبہ لگانے کی کوشش کی ہے یہاں تک کہ قرآن کے بارے میں بھی آپ کی شخصیت کو اس طرح مخدوش کرنا چاہا ہے کہ آپ نے صحابہ کو مختلف قرأتیں سکھائیں اور ہر ایک سے کہدیا یہ سورہ ایسے ہی نازل ہوا ہے۔ اگر قرأت میں اتنا بڑا اختلاف نہ ہوتا تو عمر ہشام کو نماز کے درمیان ہی سے گھسیٹنے اور انھیں دھمکانے کی کوشش نہ کرتے۔ اس سے ان علمائے اہلسنت

کی روش یاد آگئی کہ جو دوسروں کے لئے اسی قرات کو جائز سمجھتے ہیں جس کا انھیں علم ہے اس کے علاوہ دوسری قرات جس کا انھیں علم نہ ہو وہ کسی کے لئے بھی جائز نہیں سمجھتے۔ ایک روز میں آیۂ ﴿اذکروا نعمَتي التي أنعمتُ عليكم﴾ کی تلاوت کر رہا تھا۔ ان میں ایک صاحب مجھ پر بگڑ پڑے اور چیختے ہوئے کہا: اگر تم قرأت سے جاہل ہو تو قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو۔

میں نے کہا: میں نے قرآن کے ٹکڑے کیسے کر دیتے؟

اس نے کہا: اُذکُرُ نِعْمَتِیْ ہے نہ نَعْمَتِیُ

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الاستقراض وادا الدین کے باب "الخصومات" میں عبدالملک ابن میسرہ سے مرسل طریقہ سے روایت کی ہے کہ میں نے ایک شخص کو نبیؐ کی قرات کے خلاف ایک آیت کی قرأت کرتے ہوئے سنا تو اسے پکڑ کر نبیؐ کے پاس لایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: تم دونوں صحیح ہو۔[1]

شعبہ کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا کہ: اختلاف پیدا نہ کرنا کیونکہ تم سے پہلے والوں نے اختلاف کیا تو ہلاک ہو گئے۔

سبحان اللہ! رسولؐ ان کے درمیان کیسے اختلاف کو ہوا دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ تم دونوں صحیح ہو؟ اور انھیں ایک قرأت پر جمع نہیں کرتے کہ جس سے اختلاف کی جڑ کٹ جائے۔

اور اس کے بعد فرماتے ہیں: اختلاف پیدا نہ کرو کیونکہ تم سے پہلے والوں نے اختلاف کیا تو وہ ہلاک ہو گئے۔ خدا کے بندو! خدا تم پر رحم

---

[1] بخاری جلد ۳ ص۸۸

کرے ہمیں یہ بتائے کیا یہ تناقض نہیں ہے؟ کیا لوگوں میں (اس لحاظ سے) رسولؐ کی بات سے اختلاف نہیں ہوا؟ یہ تو اختلاف پر جری بناتا ہے۔ حاشا۔ رسولؐ اللہ اس اختلاف سے بری ہیں جس سے عقلیں نفرت کرتی ہیں۔

کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے جو کہتا ہے:

﴿ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً﴾ سورۂ نساء، آیت ۸۲

اگر یہ قرآن خدا کے علاوہ کسی دوسرے کا کلام ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

کیا امت مسلمہ میں متعدد قرأتوں سے بڑا اور پرخطر کوئی اختلاف ہے کہ جس نے قرآن کے معنی کو مختلف تفاسیر و آراء میں تقسیم کر دیا ہے پس واضح آیتِ وضو مختلف فیہ ہو گئی ہے۔

۔ معاذ اللہ ۔ نبیؐ بچوں کی سی حرکت کرتے ہیں اور جو سزا کا مستحق نہیں ہوتا ہے اسے سزا دیتے ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب المغازی کے باب "مرض النبیؐ و وفاتہ" اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب السلام کے باب "کراھۃ التداوی للدود" میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ:

ہم نے مرض میں نبیؐ کو زبردستی دوا پلادی تو آپ نے اشارہ سے منع کیا کہ مجھے دوا نہ پلاؤ، ہم نے کہا مریض تو دوا سے کراہت کرتا ہی ہے لیکن جب آپؐ کو افاقہ ہوا تو فرمایا: کیا میں نے منع نہیں کیا تھا کہ مجھے دوا نہ پلاؤ؟ ہم نے کہا مریض دوا سے کراہت

کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا پورا گھر مجھے دوا پلانے میں لگا تھا اور
میں مجبور دیکھ رہا تھا۔ صرف عباس اس میں تمھارے شریک
نہیں تھے۔

تعجب ہے نبیؐ کو افترا کرنے والے لوگوں نے ایسا بچہ بنا دیا کہ جو کڑوی دوا پینے سے بھاگتا اور پریشان ہوتا ہے۔ اور اشارہ سے دوا پلانے سے منع کرتا ہے۔ لیکن وہ زبردستی انھیں دوا پلا دیتے ہیں۔ اور جب افاقہ ہوتا ہے تو آپؐ ان سے فرماتے ہیں: کیا میں نے تمھیں منع نہیں کیا تھا کہ تم مجھے دوا نہ پلاؤ؟ پس سب نے معذرت کی اور کہا: ہم یہ سمجھے کہ مریض تو دوا سے کراہت کرتا ہی ہے۔ اور سب نے جمع ہو کر دوا پلادی اور نبیؐ دیکھتے رہے کہ کوئی مجھے ان لوگوں سے چھڑا دے اور اس کام میں سب شامل تھے صرف آپ کے چچا عباس مستثنیٰ تھے۔ کیونکہ وہ اس وقت موجود نہ تھے۔

جناب عائشہ نے قصہ کو کامل طور پر نقل نہیں کیا ہے، نبیؐ نے ان لوگوں کے بارے میں کچھ فرمایا نہیں۔ (معلوم نہیں) یہ دوا پلانے کا کام مردوں کے درمیان انجام پایا تھا یا عورتوں کے درمیان انجام پذیر ہوا تھا۔

نبیؐ قرآن کی بعض آیتوں کو ختم کرتے ہیں

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الفضائل القرآن کے باب "نسیان القرآن" میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الصلوٰۃ المسافرین و قصرہا، کے باب "الامر بتعهد القرآن وکراهة قول نسیت آیة کذا" میں اسامہ سے اور انھوں نے ہشام ابن عروہ سے اور انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے

عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: رسول اللہ نے ایک شخص کو ایک سورہ کی رات میں تلاوت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: خدا اس پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں آیت یاد دلائی جسے میں بھول گیا تھا۔

جیسا کہ بخاری نے دوسری روایت میں علی ابن مسہر سے اور انھوں نے ہشام سے اور انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے عائشہ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ نبیؐ نے رات کے وقت مسجد میں کسی شخص کو قرأت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: خدا اس پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلائی جسکو میں فلاں فلاں سورہ سے حذف کر چکا تھا۔

یہی وہ نبیؐ ہیں جن کو خدا نے قرآن دے کر بھیجا اور یہی (قرآن) ان کا دائمی معجزہ بھی ہے۔ اور یہی وہ نبیؐ ہیں جو اسے تدریجی نزول سے پہلے پورا قرآن ایک ساتھ نازل ہوا تھا اسی وقت سے اسکی حفاظت کر رہے تھے۔ خداوند عالم ان کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿لا تحرّك به لسانك لتعجل به﴾

آپ قرآن کی تلاوت میں عجلت کے ساتھ زبان کو حرکت نہ دیں

نیز فرماتا ہے:

﴿وإنّه تنزيلُ ربّ العالمين نزل به الروح الأمين على قلبك لتكون من المنذرين بلسانٍ عربيٍ مبين وإنّه لفي زبر الأوّلين﴾

سورہ شعراء، آیت ۱۹۶

ترجمہ: اور یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل ہونے والا ہے اسے جبرئیل امین لیکر نازل ہوئے ہیں یہ آپ کے قلب پر نازل ہوا ہے تاکہ آپ لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں یہ واضح عربی زبان میں ہے اور اس کا ذکر سابقین کی کتابوں میں موجود ہے

لیکن جھوٹوں، دجالوں اور گڑھنے والوں نے ان سب چیزوں کو ٹھکرا دیا اور آپ کی طرف ایسی باطل و نازیبا باتوں کی نسبت دی جنھیں نہ عقل قبول کرتی ہے نہ ذوق سلیم، مسلمان محققین کا یہ حق ہے کہ رسولؐ کے بارے میں موجود اس قسم کی روایات "کہ جن سے احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں خصوصاً وہ کتابیں جنھیں صحاح ستہ کہا جاتا ہے ایسی باتوں سے مملو ہیں،، کی تردید کریں۔ ہم دور نہ جائیں صرف بخاری و مسلم کو دیکھیں کہ جو اہلسنت کے درمیان کتاب خدا کے بعد صحیح ترین کتاب شمار ہوتی ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ وہ قداست رسولؐ کو داغدار بتاتی ہیں تو دوسری کتابوں کا تو ذکر ہی کیا ہے یہ سب ان دشمنانِ خدا و رسولؐ کی گڑھی ہوئی حدیثیں ہیں جو معاویہ اور اس کے بعد بنی امیہ کے حکام کے قریبی تھے ان لوگوں نے اتنی جھوٹی احادیث گڑھیں کہ کتابیں بھر گئیں ان حدیثوں کے گڑھنے کا مقصد عظمت رسولؐ کو گھٹانا تھا۔ کیونکہ وہ ایک طرف تو خدا کی جانب سے رسولؐ پر نازل ہونے والی ہر چیز پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ دوسری طرف وہ اپنے سرداروں کے ان افعال شنیعہ کو بھی تنقید سے بچانا چاہتے تھے جنھیں مسلمانوں کی تاریخ نے محفوظ کیا ہے۔ رسولؐ نے ابتدائے بعثت ہی میں ان لوگوں کے چہرے سے نقاب ہٹا دی تھی اور ان سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی تھی۔ انھیں مدینہ سے بھگا دیا تھا چنانچہ طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ نبیؐ نے ابو سفیان کو گدھے پر سوار دیکھا کہ جس کی لجام معاویہ پکڑ کر چل رہا تھا اور یزید (ابوسفیان) کا بیٹا ہنکار رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا خدا اس کے سوار ہنکانے والے اور آگے آگے چلنے والے پر لعنت کرے[1]

---

[1] تاریخ طبری جلد ۱۱ صفحہ ۳۵۷

امام احمد نے اپنی مسند میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ ایک مرتبہ سفر میں رسولؐ کے ہمراہ تھے کہ دو افراد کو گاتے ہوئے سنا گیا جو ایک دوسرے کا جواب دے رہے تھے، نبیؐ نے فرمایا دیکھو یہ کون ہیں، لوگوں نے بتایا کہ معاویہؓ اور عمرو ابن عاص ہیں تو رسولؐ نے ہاتھوں کو بلند کیا اور فرمایا: پروردگارا انھیں برباد فرما، اور انھیں جہنم میں جھونک دے۔ ۱؎ ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ انھوں نے معاویہ سے کہا کہ جب تم رسولؐ کے قریب سے گذرے تھے تو میں نے رسولؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: پروردگار: اس پر لعنت فرما اور خاک کے علاوہ اسے کبھی (شکم) سیر نہ کرنا۔ ۲؎ اور حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اس خط میں جو آپؑ نے اہل عراق کے نام لکھا ہے تحریر کیا ہے:

بخدا اگر میں تن تنہا ان سے مقابلہ کے لئے نکلوں
اور زمین کی ساری وسعتیں ان سے چھلک رہی ہوں جب بھی
میں پرواہ نہ کروں اور نہ پریشان ہوں اور جس گمراہی میں
وہ مبتلا ہیں اور جس ہدایت پر میں ہوں اس کے متعلق پوری
بصیرت اور اپنے پروردگار کے فضل و کرم سے یقین رکھتا
ہوں اور میں اللہ کے حضور میں پہونچنے کا مشتاق اور
اس کے حسن ثواب کے لئے دامن امید پھیلائے ہوئے
منتظر ہوں۔ مگر مجھے اس کی فکر ہے کہ اس قوم پر بدمغز اور
بدکردار لوگ حکومت کریں اور وہ اللہ کے مال کو اپنی

۱؎ مسند امام احمد جلد ۴ ص ۴۲۱ طبرانی نے بھی کبیر میں تحریر کیا ہے۔

۲؎ مسند امام احمد جلد ۴ ص ۴۲۱، لسان العرب جلد ۷ ص ۴۰۴

املاک اور اس کے بندوں کو غلام بنالیں، نیکوکاروں سے برسرپیکار
رہیں بدکرداروں کو اپنے قبضہ میں رکھا

بادجودیکہ رسولؐ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان احادیث
ی الھیں (اہلسنت کو) کوئی خدشہ نہیں ملا ہے، کیونکہ وہ صحابہ ان احادیث
خوبی جانتا ہے لہٰذا انھوں نے ان احادیث کے مقابلہ میں اور حدیثیں
ھیں کہ جنھوں نے حق کو باطل میں تبدیل کر دیا اور رسولؐ کو ایک عام انسان
یا کہ جس پر جاہلیت کی حمیت طاری ہو جاتی ہے اور کبھی اتنے مغلوب
ضب ہو جاتے ہیں کہ ناحق کسی شخص پر سب وشتم کرنے لگتے ہیں۔ انھوں نے
ے ملعون سرداروں کے دفاع میں یہ حدیث گڑھی کہ جسے بخاری نے اپنی
ی کتاب الدعوات کے باب قول النبیؐ "من آذیتہ فاجعلہ لہ زکاۃ ورحمۃ"
اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب البر والصلہ والادب کے باب "من لعنہ
النج ..." میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:

رسولؐ کے پاس دو اشخاص آئے اور کسی ایسی
چیز کے بارے میں بحث کرنے لگے جسے میں نہیں جانتی پس
رسولؐ ان پر غضبناک ہوئے اور لعنت وسب وشتم کیا۔
جب وہ چلے گئے تو میں نے پوچھا: یا رسول اللہ ان دونوں
سے کیا غلطی ہوگئی تھی؟ آپؐ نے فرمایا: تم کیا کہہ رہی ہو؟
میں نے کہا آپؐ نے ان پر لعنت کی ہے، فرمایا
کیا تم نہیں جانتی ہو کہ میں نے اپنے رب سے شرط کر رکھی ہے کہ
پروردگارا میں بشر ہوں پس اگر میں کسی مسلمان
پر لعنت کروں یا اسے برا بھلا کہوں تو تو اسے معاف فرما

۴۵۰

اور اسی پر لعنت کرتے تھے جو لعنت کا مستحق ہوتا ہے
قائم کرنے کے لیے کوڑے لگواتے تھے ان نیک افراد کو
واتے تھے جن کے خلاف ثبوت یا گواہی یا خود ان کا اعتراف نہ ہو
لیکن ان کا دل ان روایات کو دیکھ کر بہت جلتا تھا کہ جن
اور بنی امیہ پر لعنت کی گئی ہے لہٰذا انھوں نے لوگوں کو دھوکا دینے
کو بڑھانے کے لیے ایسی احادیث گڑھ لی ہیں اسی لیے مسلم نے
میں ان روات کو نقل کرنے کے بعد کہ جن میں نبی نے معاویہ پر لعنت کی ہے اور
خدا کی رحمت و قربت بن گئی ہیں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے
ا: میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول آ گئے تو میں دروازہ کی اوٹ میں
چھپ گیا ابن عباس کہتے ہیں رسول نے مجھے پکڑ کر فرمایا: جاؤ معاویہ کو بلا
لاؤ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں معاویہ کے پاس سے رسول کے پاس آیا عرض کی
وہ کھانا کھا رہا ہے، آپ نے فرمایا پھر جاؤ اور بلا کے لاؤ، ابن عباس کہتے ہیں
میں پھر گیا اور واپس آکر عرض کی وہ کھانا کھا رہا ہے، پس آپ نے فرمایا: خدا
اس کا پیٹ نہ بھرے۔ لہ

تاریخی کتابوں میں ہمیں یہ چیز ملتی ہے کہ امام نسائی نے الخصائص
کہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے مختص کی تھی، لکھنے کے بعد
شام گئے تو شام والوں نے ان پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تم نے معاویہ کے
فضائل کا تذکرہ کیوں نہیں کیا؟ امام نسائی نے کہا: مجھے اس کی کسی فضیلت
نہیں ہے مگر یہ کہ خدا اس کا پیٹ نہ بھرے پس یہ جملہ سن کر شام والوں نے

انھیں اتنا مارا کہ وہ شہید ہو گئے، مورخین لکھتے ہیں کہ معاویہ کو رسولؐ کی بد دعا لگ گئی یہی وجہ ہے کہ معاویہ کھاتے کھاتے تھک جاتا تھا لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا تھا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ میں بھی ان روایات سے واقف نہیں تھا جو لعنت کو رحمت اور قرب خدا قرار دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ تیونس میں ایک بزرگوار نے مجھے ان سے آشنا کیا، بزرگوار علم و آگہی کے لحاظ سے شہرت یافتہ تھے اور ہم ایک مجمع میں احادیث کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے یہاں تک کہ معاویہ ابن ابی سفیان کا تذکرہ بھی نکل آیا، وہ بزرگوار معاویہ کے بارے میں بڑے ہی فخر و غرور کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ وہ بہت زیرک اور ذکاوت و حسن تدبیر میں مشہور تھے۔ وہ پورے طور سے معاویہ کی سیاست اور جنگ میں علی کرم اللہ وجہہ پر اس کے غالب ہونے کو بیان کر رہے تھے۔ میں نے کسی طرح اس پر تو صبر کر لیا لیکن جب وہ معاویہ کی مدح سرائی اور قصیدہ خوانی میں زیادہ آگے نکل گئے تو میرے صبر کا پیمانہ ٹوٹ گیا لہٰذا میں نے ان سے کہا: رسولؐ کو معاویہ سے قطعی محبت نہ تھی بلکہ آپؐ نے معاویہ پر لعنت اور اس کے لئے بد دعا کی ہے، یہ بات سن کر حاضرین تعجب میں پڑ گئے اور کچھ میری بات سے غضبناک بھی ہوئے۔ لیکن ان بزرگوار نے پورے اعتماد کے ساتھ میری تائید کی اس سے حاضرین اور حیرت میں پڑ گئے اور موصوف سے کہنے لگے: ہم کچھ نہیں سمجھ پا رہے ہیں! ایک طرف آپ معاویہ کی مدح سرائی کرتے ہیں اور دوسری طرف اس بات سے بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ نبیؐ نے ان (معاویہ) پر لعنت کی ہے۔ یہ دونوں کیسے ممکن ہیں؟ ان لوگوں کے ساتھ ساتھ میں نے بھی یہی سوال کیا، انھوں نے ہمیں عجیب د

عزیب جواب دیاکہ جس کا قبول کرنا مشکل ہوگیا۔ انھوں نے کہا: رسوؐل نے جوان پر سب وشتم اور لعنت کی بیشک وہ خدا کے نزدیک رحمت ورافت ہے۔ مجمع نے حیرت سے پوچھا وہ کیسے؟ کہا: اس لئے کہ رسوؐل نے فرمایا ہے کہ میں بھی سارے انسانوں کی طرح ایک انسان ہوں اور میں نے خدا سے یہ دعا کی ہے کہ میری لعنت کو رحمت ورافت بنا دے۔ پھر انھوں نے اپنی بات کہتے ہوئے اضافہ کیا: یہاں تک کہ جس کو رسوؐل نے قتل بھی کیا ہے وہ دنیا ہی سے جنت میں چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد میں نے ان سے تنہائی میں اس حدیث کا حوالہ معلوم کیا تو انھوں نے مجھے صحیح بخاری اور مسلم کا حوالہ دیا اور مجھے ان احادیث کا علم ہوا۔ لیکن اس سے میرے اس یقین میں اور استحکام پیدا ہوگیا جو امویوں کی اس سازش کے سلسلہ میں قائم ہوا تھا کہ جو انھوں نے حقائق اور اپنے عیوب کی پردہ پوشی کے لئے اور عصمتِ رسوؐل کو داغدار بنانے کے لئے تھی۔

اور اس کے بعد مجھے ایسی بہت سی روایتیں ملیں جو ایسی باتوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ سازش کرنے والے بھی مطمئن ہوگئے انھوں نے اکثر باتوں کو خدا کی طرف منسوب کر دیا۔ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التوحید کے باب " قول اللہ تعالی یریدون ان یبدلوا کلام اللہ،، میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسوؐل نے فرمایا کہ:

جس شخص نے کوئی نیک کام انجام نہ دیا ہو، اسے مرنے کے بعد جلا دیا اس کے بدن کا نصف حصّہ خشکی میں اور نصف حصہ دریا میں قرار دو قسم خدا کی اگر خدا اس بات پر قادر ہوگا تو اسے ایسا عذاب دے گا کہ عالمین میں

کوئی نہیں دے سکتا۔ پس خدا دریا کو حکم دے گا اور جو کچھ
اس میں ہو گا جمع ہو جائے گا۔ پھر خشکی کو حکم دے گا تو اس کی
تمام چیزیں جمع ہو جائیں گی پھر کہے گا تو نے ایسا کیوں کیا
وہ کہے گا: تیری خشیت کی بنا پر، اور تو جانتا ہے پس
خدا اسے بخش دے گا۔

اور اسی صفحہ پر ابو ہریرہ کی بیان کردہ یہ روایت موجود
ہے کہ میں نے رسوؐل کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

جب کسی بندہ سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ
بسا اوقات کہتا ہے مجھ سے گناہ ہو گیا اور کہتا ہے پروردگار
میں نے گناہ کیا یا بسا اوقات کہتا ہے کہ مجھ سے گناہ ہو گیا
پس تو مجھے بخش دے۔

اس کا پروردگار کہتا ہے کہ: کیا میرا بندہ یہ
جانتا تھا کہ اس کا پروردگار ہے جو اس کے گناہ کو بخش
دے گا تو میں نے اپنے بندہ کے گناہ بخش دئے۔ پھر بندہ
ایک مدت تک گناہ نہ کرے اور پھر گناہ کا مرتکب ہو جائے
اور کہے پروردگارا مجھ سے دوسرا گناہ سرزد ہو گیا ہے پس
تو بخش دے تو خدا کہے گا کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس
کا کوئی (رب) ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے پس میں نے
اپنے بندہ کو معاف کیا۔ پھر جب تک خدا چاہے وہ گناہوں
سے باز رہے اور گناہ کر بیٹھے اور کہے پالنے والے میں نے

دوسرے گناہ کا ارتکاب کیا پس تو اسے بھی معاف کر دے
پھر خدا کہتا ہے کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے
جو گناہوں کو بخشتا ہے میں نے اپنے بندہ کو تین مرتبہ
معاف کیا پس اب جو چاہے انجام دے ۔

خدا کے بندو ! یہ کون سا رب ہے ؟ باوجودیکہ بندہ کو پہلی دفعہ میں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا رب ہے جو گناہ معاف کر دیتا ہے ۔ لیکن اس کے رب کو اس کی مطلق خبر نہ ہوئی ہر دفعہ یہ کہتا رہا کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہوں کو بخش دیتا ہے ؟؟

یہ کون سا پروردگار ہے جو بے شمار مکرر گناہوں کو معاف فرماتا ہے ــــ اور اپنے بندہ سے کہتا ہے جو چاہو کرو ۔

ان کے منہ سے نکلی ہوئی بات بہت بڑی ہو گئی اگرچہ وہ جھوٹ ہی ہے پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائے تو کیا آپ ان کے پیچھے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیں گے ۔

جی ہاں ! ان کا یہی گمان ہے کہ رسولؐ نے عثمان کے لئے فرمایا : تم جو چاہو کرو آج کے بعد تمھارے افعال تمھیں ضرر نہیں پہونچائیں گے بقول اہلسنت کے یہ اس وقت کی بات ہے جب عثمان جیش عسرہ تیار کر رہے تھے ۔ بیشک یہ وہ پروانۂ بخشش ہے کہ جو جنت میں داخل ہونے کے لئے کنیسہ والے دیا کرتے ہیں ۔

لہٰذا یہ بات تعجب خیز نہیں ہے کہ اگر عثمان ایسے افعال ۔ بجالاتے ہیں جو ان کے خلاف بغاوت اور قتل اور بغیر غسل و کفن کے یہودیوں کے مقبرہ میں دفن کا باعث بنے ۔

۔ ،، یہ توان کی امیدیں ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہوتو دلیل پیش کرو،،۔

نبیؐ کے اقوال میں تناقض!

بخاری نے اپنی صحیح میں عبداللہ ابن عبدالوہاب سے روایت کی ہے ہم سے حماد نے ایک ایسے شخص کے بارے میں بتایا کہ جس کو نیکیوں کے ساتھ نہیں یاد کیا جاتا۔ اس نے کہا: میں فتنوں کی شبوں میں ایک شب اپنا اسلحہ لے کر نکلا تو ابوبکرہ میرے سامنے آگئے اور کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: رسولؐ کے ابن عم (علیؑ) کی مدد کا ارادہ ہے۔ ابوبکرہ نے کہا کہ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ:

جب دو مسلمان تلوار لے کر ایک دوسرے سے لڑیں گے تو وہ دونوں جہنم میں جائیں گے، کہا گیا کہ قاتل تو جرم کی وجہ سے جہنم میں جائے گا لیکن مقتول کی کیا خطا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کہ وہ اپنے مدمقابل کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

حماد ابن زید کہتے ہیں کہ میں نے ایوب و یونس ابن عبید کے سامنے یہ روایت اس لئے نقل کی تاکہ وہ بھی میری تائید کریں تو انھوں نے کہا کہ اس حدیث کو حسن نے احنف ابن قیس سے اور انھوں نے ابوبکرہ سے نقل کیا ہے۔ [۱]

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۹ ص ۹۲، کتاب الفتن باب ،، اذا التقیٰ المسلمان بسیفھما،،

مسلم نے بھی اپنی صحیح کی کتاب الفتن کے اسی باب میں حدیث ابوبکرہ کو احنف ابن قیس سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں اس شخص کی مدد کی غرض سے نکلا پس ابوبکرہ سے میری ملاقات ہوگئی اس نے کہا: کہاں جارہے ہو؟ میں نے کہا: اس شخص کی مدد کو جارہا ہوں، اس نے کہا کہ لوٹ جاؤ کیونکہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ:

جب دو مسلمان ایک دوسرے کے مقابلہ میں تلوار لے کر نکل آئیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنم میں داخل ہوں گے پس میں نے کہا یا رسولؐ اللہ! یہ تو قاتل ہے مقتول کا قصور کیا ہے؟ فرمایا: وہ بھی اپنے بھائی کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ [1]

ان گڑھی ہوئی احادیث سے، قاری ان اسباب کو بخوبی سمجھ لے گا کہ ان احادیث کو کیوں گڑھا گیا ہے، اور رسولؐ کے ابن عم سے ابوبکرہ کی عداوت بھی آشکار ہو جاتی ہے اور یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کو رسوا کرنے کے لئے اس نے کیا کیا اور اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ باطل کے مقابلہ میں حق کی نصرت کرنے والے صحابہ کے حوصلوں کو اس طرح پست کیا، ان کے لئے اس حدیث کی سی حدیثیں گڑھ دیں کہ جنھیں نہ عقلیں قبول کرتی ہیں نہ قرآن صحیح قرار دیتا ہے اور نہ ہی سنت کی رو سے درست ہیں خداوند عالم کا ارشاد ہے،

﴿فقاتلوا التي تبغي حتى تفيء إلى أمر الله﴾

---

[1] اس حدیث کو بخاری نے کتاب الایمان کے باب "المعاصی" میں نقل کیا ہے۔

اس گروہ سے مل کر جنگ کریں جو زیادتی کرنے
والا ہے۔ یہاں تک کہ وہ بھی حکم خدا کی طرف واپس آجائے
الحجرات، آیت ر ۹

ظالموں اور بغاوت کرنے والوں سے جنگ کرنے کا حکم واضح ہے اسی لئے آپ بخاری کے شارح کو اس حدیث کی اس طرح حاشیہ آرائی کرتے ہوئے دیکھیں گے۔

ملاحظہ فرمائیے کیا یہ حدیث بغاوت سے مقابلہ
کرنے کے سلسلہ میں حجت ہے؟ جب کہ خدا کا یہ قول
موجود ہے کہ باغی گروہ سے جنگ کرتے رہو۔ یہاں تک
کہ وہ حکم خدا کی طرف واپس آجائے۔

اور جو حدیث کتاب خدا کے خلاف ہوتی ہے وہ جھوٹی ہوتی ہے اسے دیوار پر مار دینا چاہئیے۔ نبیؐ کی صحیح حدیث حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں یہ ہے۔

جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔
بارالٰہا اس کے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن رکھ
اس کی مدد کرنے والے کی مدد فرما اسے رسوا کرنے والے کو
ذلیل کر اور حق کو اس کے ساتھ ساتھ موڑ دے۔

پس علیؑ سے محبت رسولؐ سے محبت کے مترادف ہے۔ اور تمام مسلمانوں پر حضرت علیؑ کی مدد کرنا واجب ہے اور انھیں رسوا کرنا باطل کی مدد اور حق کو ذلیل کرنا ہے۔

اگر آپ بخاری کی حدیث میں غور فرمائیں گے تو دیکھیں گے

کہ مجہول راویوں کا ایک سلسلہ ہے جن کے اسماء درج نہیں کئے ہیں۔ حماد نے ہم سے ایک نامعلوم شخص کے وسیلہ سے یہ حدیث بیان کی ہے اور اس کی واضح دلالت اس بات پر ہے کہ مجہول اشخاص ان منافقین میں سے ہیں جو علی علیہ السلام سے بغض رکھتے ہیں اور ان کے فضائل کو چھپانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور ان کے خلاف پروپیگنڈہ میں مشغول رہتے ہیں۔ اور سعد ابن ابی وقاص کہ جس نے حق کی نصرت کرنے سے منع کیا کہتا ہے: مجھے تلوار دو (اس کے بعد کہا) یہ علی حق ہے اور یہ علی باطل ہے میں اس سے ضرور جنگ کروں گا ایسے ہی اور بہت سے تال میل ہیں جنھوں نے حق کو باطل سے ملا دیا اور روشن راہوں کو تاریکی میں تبدیل کر دیا ہے

واضح رہے ہمیں احادیث کی متعدد کتابوں میں یہ چیز ملتی ہے کہ رسولؐ نے بہت سے صحابہ کو جنت کی بشارت دی ہے خصوصاً ان دس افراد کو جو مسلمانوں کے درمیان عشرۂ مبشرہ کے نام سے مشہور ہیں۔

احمد اور ترمذی و ابوداؤد نے روایت کی ہے بیشک نبیؐ نے فرمایا:

ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ، طلحہ، زبیر،
عبدالرحمٰن ابن عوف، سعد ابن ابی وقاص، سعید ابن زید
اور ابوعبیدہ ابن جراح جنتی ہیں۔ [۱]

اور نبیؐ کا یہ قول بھی صحیح ہے کہ:

خاندان یاسر کو بشارت دے دو کہ تمھاری

---

[۱] مسند احمد جلد ۱ ص ۱۹۳، صحیح ترمذی جلد ۳ ص ۱۸۳، سنن ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۶۴

وعدہ گاہ جنت ہے۔

آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ،

جنت چار افراد، علیؑ، عمار، سلمان و مقداد

کی مشتاق ہے۔

اور مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ رسولؐ نے عبداللہ ابن سلام کو جنت کی بشارت دی ہے اور آپؐ کا یہ فرمان بھی درست ہے کہ حسنؑ و حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں نیز جعفر ابن ابیطالب جنت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کرنے والا قول صحیح ہے۔ اور فاطمہؑ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں، یہ بھی صحیح ہے کہ ان کی مادر گرامی خدیجہ کو جبرئیل نے جنت میں قصر کی بشارت دی، اسی طرح صہیب رومی کو جنت کی بشارت دی، بلال حبشی اور سلمان فارسی کو جنت کی بشارت دی۔

جب اتنے افراد کو جنت کی بشارت دی ہے تو پھر جنت کی بشارت کے سلسلہ میں احادیث کو انھیں دس افراد (عشرہ مبشرہ) سے کیوں مختص کیا جاتا ہے۔ آپ ہر اس مجمع اور محلس میں کہ جس میں جنت کی بات بیان ہو رہی ہو عشرہ مبشرہ کا ذکر لازمی سماعت فرمائیں گے۔

ہمیں ان کی اس بات پر حسد نہیں ہے اور نہ ہی ہم خدا کی اس وسیع رحمت کو محدود کر سکتے ہیں جو ہر شئی پر محیط ہے لیکن اتنی بات ضرور کہتے ہیں کہ یہ تمام حدیثیں اس حدیث کے معارض ہیں جس میں رسولؐ نے دو مسلمانوں کو آپس میں تلوار سے لڑنے پر قاتل و مقتول دونوں کو جہنمی کہا ہے۔ اس لئے اگر ہم اس حدیث کو تسلیم کر لیتے ہیں تو حدیث بشارت دھواں بن کر اڑ جائے گی کیونکہ ان میں سے معظم افراد نے ایک دوسرے سے

جنگ وجدال کیا اور بعض نے بعض کو قتل کیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت میں عائشہ کی قیادت میں ہونے والی جنگ جمل میں طلحہ وزبیر قتل ہوئے اور ہزاروں مسلمانوں کے قتل کا سبب بنے۔

اسی طرح عمار یاسر، معاویہ ابن ابوسفیان کی بھڑکائی ہوئی جنگ صفین میں شہید ہوئے اور جب عمار اپنی تلوار سے علیؑ ابن ابیطالب کی نصرت کر رہے تھے اس وقت انھیں باغی گروہ نے قتل کیا جیساکہ اس سلسلہ میں رسولؐ کی حدیث بھی موجود ہے۔ اسی طرح سید الشہدا جوانانِ جنت کے سردار اور آپ کے ساتھیوں نے اپنی تلوار سے یزیدؑ ابن معاویہ کے لشکر کا مقابلہ کیا اور یزید نے سب کو قتل کر دیا علیؑ ابن الحسینؑ کے علاوہ کوئی نہ بچا۔

پس ان کذابوں کی رائے کے لحاظ سے یہ قاتل و مقتول، دونوں جہنمی ہیں۔ کیونکہ انھوں نے تلوار سے ایک دوسرے کا مقابلہ کیا ہے۔

یاد رہے کہ اس حدیث کی نسبت اس کی طرف نہیں دی جاسکتی جو اپنی خواہش نفس سے کچھ کہتا ہی نہیں تھا بلکہ وہ وہی کہتا تھا جو اس پر وحی کی جاتی تھی۔ جیساکہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ یہ حدیث عقل و منطق کے خلاف ہے، اور کتاب خدا و سنت رسولؐ کے متناقض ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے جھوٹ کے پلندوں سے بخاری و مسلم کیسے غافل رہے اور ادراک سے کیونکر خبردار نہیں ہوئے، یا ایسی احادیث ہی ان کا مذہب و عقیدہ ہے۔

فضائل میں تناقض

دیگر انبیاء و مرسلین پر فضیلت کے سلسلہ میں صحاح میں کچھ متناقض حدیثیں بھی پائی جاتی ہیں اور کچھ ایسی حدیثیں بھی صحاح میں موجود ہیں جو رسولؐ سے موسیٰ کے درجہ کو بڑھاتی ہیں۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ یہ احادیث عمر اور عثمان کے زمانہ خلافت میں مسلمان ہونے والے یہودیوں جیسے، کعب الاحبار، تمیم الداری اور وہب ابن منبہ وغیرہ نے بعض صحابہ جیسے ابوہریرہ، انس ابن مالک کے نام سے گڑھ کر رائج کر دی ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التوحید کے باب قولہ تعالیٰ، ﴿وکلّم الله موسی تکلیما﴾ انس ابن مالک سے شب معراج کے سفر، پھر ساتویں آسمان پر پہونچنے وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ پہونچنے اور محمدؐ اور امت محمدؐ پر پچاس نمازوں کے واجب ہونے کے سلسلہ میں ایک طویل حکایت، نقل کی ہے یہ پچاس نمازیں تو موسیٰ کے طفیل میں معاف ہوگئیں اور صرف پانچ، نمازیں فرض کی گئیں اس حکایت میں صریح کذب اور کفر موجود ہے جیسے خداوند عالم قریب ہوا، اور آگے بڑھا یہاں تک کہ دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ ایسے خرافات موجود ہیں لیکن اس روایت میں ہمارے لحاظ سے جو چیز اہمیت کی حامل ہے وہ یہ ہے کہ جب محمدؐ نے ساتویں آسمان کے دروازہ کو کھولا تو دیکھا کہ جناب موسیٰ تشریف فرما ہیں کہ جنھیں خدا نے خود سے ہمکلامی کی سرفرازی میں ساتویں آسمان کی رفعت پر ساکن کیا۔ جب موسیٰ نے یہ دیکھا تو عرض کیا، پروردگار میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھ پر کسی

کو فوقیت دی جائے گی۔

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الایمان کے باب بدء الوحی الی رسول اللہ میں اور بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدء الخلق کے باب " ذکر الملائکہ صلواۃ اللہ علیھم " میں پہلے قصہ سے مشابہ ایک اور حکایت نقل کی ہے جو رات کے سفر اور معراج کو بیان کرتی ہے لیکن اس میں جناب موسیٰ کو چھٹے آسمان پر اور جناب ابراہیم کو ساتویں آسمان پر دکھایا گیا ہے اس میں یہ ٹکڑا اہم ہے، رسول فرماتے ہیں:

پس ہم چھٹے آسمان پر آئے آواز آئی یہ کون ہے؟ جواب دیا گیا جبرئیل، اور کہا گیا تمھارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمدؐ، آواز آئی کیا ان تک پیغام پہونچا دیا گیا؟ کہا: جی ہاں! پھر مرحبا کہا گیا۔ اس کے بعد موسیٰ کی خدمت میں پہونچے اور سلام کیا، انھوں نے مجھے میرے بھائی اور نبی کہکے خوش آمدید کہا جب میں وہاں سے آگے بڑھ گیا تو جناب موسیٰ رونے لگے، ندا آئی تمھارے رونے کا سبب کیا ہے؟ کہا: اس لڑکے کو میرے بعد مبعوث کیا گیا اور یہ میری امت سے زیادہ اپنی امت کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الایمان کے باب " ادنی اھل الجنۃ منزلۃ فیھا " میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول نے فرمایا:

روز قیامت میں لوگوں کا سردار بنوں گا کیا تم جانتے ہو یہ کیسے ہوگا؟ تمام اولین و آخرین کو ایک ایسی جگہ

جمع کیا جائے گا کہ جہاں سے پکارنے والے کو سب دیکھیں گے اور اس کی آواز بھی سنیں گے۔۔۔۔

سورج ان سے قریب تر ہو جائے گا لوگوں کی اضطرابی ناقابل برداشت ہو جائے گی، لوگ کہیں گے کیا تمھیں اپنی حالت کی خبر نہیں ہے؟ کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ تمھارے رب کی بارگاہ میں کون تمھاری شفاعت کر سکتا ہے؟ پس بعض، بعض سے کہیں گے تم آدم کے پاس جاؤ، لوگ آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے آپ ابوالبشر ہیں آپ کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور آپ کے اندر اپنی روح پھونکی ہے، اور ملائکہ کو حکم دیا تو انھوں نے آپ کو سجدہ کیا، آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ ہماری حالت نہیں دیکھ رہے ہیں کیا آپ کو ہماری بگڑتی ہوئی کیفیت کا اندازہ نہیں ہے پس آدم فرمائیں گے، آج میرا رب شدید غضبناک ہے۔ نہ اس سے قبل اتنا غضبناک ہوا تھا اور نہ اس کے بعد اتنا غضبناک ہو گا۔ اور یہ وہی خدا ہے کہ اس نے مجھے درخت کے پاس جانے سے منع کیا تھا لیکن میں نے اس پر عمل نہ کیا۔ ..نفسی نفسی، میرے علاوہ کسی دوسرے کو ڈھونڈ لو، نوح کے پاس چلے جاؤ، یہ روایت بہت طویل ہے (اور ہم نے ہمیشہ اختصار کو مدنظر رکھا ہے) یہاں تک کہ لوگ نوح کے پاس پہونچیں گے، پھر ابراہیم کے پاس

اس کے بعد موسیٰ و عیسیٰ کے پاس جائیں گے اور سب نفسی، نفسی کہیں گے اور عیسیٰ کے علاوہ سب اپنی خطاؤں کا تذکرہ کریں گے لیکن عیسیٰ بھی نفسی، نفسی پکاریں گے اور کہیں گے میرے علاوہ کسی اور کو تلاش کرو، محمدؐ کے پاس جاؤ، رسولؐ فرماتے ہیں کہ: لوگ میرے پاس آئیں گے۔ پس میں عرش کے نیچے جاکر اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ میں سر رکھدونگا، اس کے بعد خداوند عالم میرے لئے محامد وحسن الثنا کے دروازے کھول دے گا کہ اس سے قبل کسی کے لئے نہ کھولے ہونگے پھر ندا آئے گی، اے محمد! سر اٹھاؤ۔ تم سوال کرو عطا کیا جائے گا، شفاعت کرو تمھاری شفاعت قبول کی جائے گی، پس میں سر اٹھاؤں گا۔ اور کہوں گا: امتی یا رب، امتی، ندا آئے گی اے محمد اپنی امت کے ہمراہ باب ایمن سے جنت میں داخل ہو جاؤ، اب ان پر کوئی حساب نہیں ہے۔ اس کے علاوہ وہ دوسرے دروازوں سے بھی داخل ہوں گے پھر رسولؐ فرماتے ہیں قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جنت کے دروازوں کے پٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور حمیر کے درمیان کا فاصلہ یا مکہ اور بصرہ کے درمیان کا فاصلہ ہے۔

ان احادیث میں رسولؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز وہ لوگوں کے سردار ہوں گے! اور موسیٰ فرماتے ہیں پروردگار مجھے گمان بھی نہیں

تھا کہ میری منزلت کو کوئی پہونچے گا۔ اور کہتے ہیں: موسیٰ گریہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں خدایا یہ لڑکا میرے بعد مبعوث کیا گیا اور اپنی امت کے ساتھ جنت میں میری امت سے زیادہ افراد کے ساتھ داخل ہوگا۔

ان احادیث سے ہماری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ آدم سے لے کر عیسیٰ تک نوح و ابراہیم و موسیٰ کی شمولیت کے ساتھ تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام قیامت کے روز خدا سے شفاعت نہیں کریں گے۔ اس کے لئے خدا نے محمدؐ کو مخصوص کیا ہے، ہم سب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں اور اس طرح محمدؐ کو سارے انسانوں پر فضیلت دیتے ہیں، لیکن اسرائیلیوں اور ان کے اعوان وانصار بنی امیہ نے محمدؐ کی اس فضیلت کو برداشت نہیں کیا یہاں تک کہ انھوں نے موسیٰ کی برتری کے لئے روایات گڑھیں جیسا کہ ہم سابقہ بحثوں میں شب معراج محمدؐ سے موسیٰ کا قول ملاحظہ کرچکے ہیں اور جب خدا نے رسولؐ پر پچاس نمازیں واجب کی تھیں تو موسیٰ نے آپ سے کہا تھا۔ میں لوگوں کو آپ سے زیادہ جانتا ہوں۔ اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ رسولؐ پر موسیٰ کی فضیلت کے لئے خود نبیؐ کی زبان سے احادیث گڑھ لیں ان میں سے بعض آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التوحید کے باب "فی المشیئۃ والارادۃ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ" میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا:

ایک مسلمان اور ایک یہودی میں تو، تو، میں، میں ہو گئی مسلمان نے کہا قسم اسکی جس نے محمدؐ کو عالمین پر منتخب کیا اور یہودی نے کہا: قسم اس کی جس نے موسیٰ کو عالمین پر منتخب کیا۔ یہ سنتے ہی مسلمان نے یہودی کو

ایک طمانچہ رسید کیا۔ یہودی رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا اور مسلمان کا قصہ بیان کیا۔ تو نبیؐ نے فرمایا: تم مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دیا کرو کیونکہ روزِ قیامت تمام لوگ غش میں پڑے ہوں گے اور سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا جبکہ موسیٰ عرش پر بیٹھے ہوں گے۔ بس میں نہیں جانتا کہ وہ بھی غش کھانے والوں میں شامل تھے اور مجھ سے قبل افاقہ ہوگیا۔ یا خدا نے انھیں اس سے مستثنیٰ کیا ہے۔

بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک یہودی طمانچہ کھا کے نبیؐ کی خدمت میں آیا اور کہا: یا محمدؐ انصار میں سے آپ کے ایک صحابی نے میرے منہ پر طمانچہ مارا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اسے بلاؤ۔ جب وہ آیا تو آپؐ نے فرمایا: تم نے اس کے منہ پر طمانچہ کیوں مارا؟ اس نے کہا: یا رسولؐ اللہ میں یہودی کے پاس سے گذرا تو میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا کہ قسم اس کی جس نے موسیٰ کو تمام لوگوں پر منتخب کیا ہے۔ میں نے کہا محمدؐ پر بھی؟ بس مجھے غصہ آگیا اور میں نے طمانچہ مار دیا۔

آپؐ نے فرمایا تم مجھے انبیاء پر فضیلت نہ دیا کرو کیونکہ قیامت کے دن تمام لوگوں پر غشی طاری ہوگی۔ اور سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا تو میں موسیٰ کو عرش کا پایا پکڑے ہوئے دیکھوں گا میں نہیں جانتا کہ انھیں مجھ سے پہلے افاقہ ہوگیا ہوگا یا انھیں صاعقۂ طور کی جزا دی جائے گی۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب تفسیر القرآن میں سورۂ یوسف کی آیۂ فلما جاء الرسول کے سلسلہ میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسولؐ نے فرمایا:

خدا لوط پر رحم کرے کہ انھوں نے رکن شدید کے

پاس پناہ لے لی تھی ۔ اگر مجھے یوسف کی طرح قید میں ڈال
دیا جاتا تو بھی میں قبول کرتا جبکہ میرا رتبہ ابراہیم سے زیادہ
بلند ہے کیونکہ خدا نے ان سے " اولم تومن " کہا ۔ "کیا تم ایمان
نہیں لائے

ان حدیث گڑھنے والوں نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ رسوؐل کو اپنے پروردگار کے بارے میں شکوک بنا کر پیش کیا ۔ پس نہ انھیں شفاعت کا حق ہے نہ ان کے لئے مقام محمود ہے ، اور نہ ہی دیگر انبیاء پر کوئی فضیلت ہے اور نہ ہی وہ اپنے اصحاب کو جنت کی بشارت دے سکتے ہیں ۔ کیونکہ وہ خود اپنے متعلق بھی نہیں جانتے کہ روز قیامت ان کا کیا ہوگا ۔ آئیے میرے ساتھ بخاری کی روایت پڑھیئے اور تعجب کیجئے یا نہ کیجئے اختیار ہے ۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الکسوف کے باب " الجنائز " میں خارجہ ابن زید ابن ثابت سے روایت کی ہے کہ انصار کی ایک عورت ام العلاکہ جس نے رسوؐل کی بیعت کی تھی وہ کہتی ہے کہ نبیؐ نے مہاجرین کو تقسیم کیا تو ہمارے حصہ میں عثمان ابن مظعون آئے ہم نے انھیں اپنے گھر میں جگہ دی ، انھیں ایسا درد لاحق ہوا کہ وہ اسی میں چل بسے ، انتقال کے بعد غسل دیا گیا اور انھیں کے کپڑوں میں کفنا دیا گیا (جب) رسوؐل داخل ہوئے تو میں نے کہا : اے ابو سائب خدا تم پر رحم کرے میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا نے آپ کو معظم کیا ۔ نبیؐ نے فرمایا : تمھیں کیسے معلوم کہ خدا نے اسے معظم کیا ؟ میں نے کہا : میرے ماں باپ آپ پر قربان پس خدا کس کو معظم کرے گا ۔ آپ نے فرمایا :

قسم خدا کی میں رسوؐل ہوتے ہوئے بھی یہ نہیں

جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

وہ عورت کہتی ہے قسم خدا کی اس کے بعد کوئی کبھی پاک نہ کیا جائے گا۔

قسم خدا کی یہ تو تعجب خیز بات ہے! پس جب رسولؐ بھی خدا کی قسم کھا کے یہ کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ میرا کیا ہوگا تو اس کے بعد کیا باقی بچتا ہے۔

حالانکہ قول خدا ہے کہ:

﴿بل الإنسان على نفسه بصيرة﴾

بلکہ انسان خود بھی اپنی حالت کو بخوبی جانتا ہے۔

اور خدا اپنے نبیؐ کے لئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿إنا فتحنا لك فتحاً مبيناً ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطاً مستقيماً وينصرك الله نصراً عزيزاً﴾

بیشک ہم نے آپ کو کھلی فتح عطا کی ہے تاکہ خدا آپ کے اگلے پچھلے تمام الزامات کو ختم کردے اور اپنی نعمت کو تمام کردے اور راہ آپ کو سیدھے راستہ کی ہدایت دیدے اور بہترین طریقہ سے آپ کی مدد کرے۔

اور جب مسلمان کا جنت میں داخل ہونا رسولؐ کی اطاعت واتباع اور ان کی تصدیق پر موقوف ہے تو پھر ہم اس حدیث کی کیسے تصدیق کر دیں کہ جو نعوذ باللہ بنی امیہ کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے کہ جو ایک دن بھی اس بات پر ایمان نہیں لائے کہ محمدؐ اللہ کے برحق رسولؐ ہیں۔ وہ رسولؐ کو ایسا بادشاہ سمجھتے تھے جو اپنی ذہانت کی بنا پر لوگوں پر کامیاب

ہو گیا۔ اس بات کی صراحت معاویہ و یزید اور ان کے خلفاء و حکام نے کی ہے

نبیؐ علم اور طب میں تناقض کرتے ہیں!

بیشک علم اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ بعض امراض متعدی ہیں اسے بیشتر لوگ جانتے ہیں یہاں تک کہ غیر مہذب افراد بھی اس سے واقف ہیں لیکن جب یونیورسٹی میں تعلیم پانے والے طلباء کے سامنے یہ بات کہی جائے گی کہ رسولؐ اس کا انکار کرتے تھے تو وہ آپؐ کا مذاق اڑائیں گے۔ اور انھیں رسولؐ اسلام پر طعن کرنے کا موقع مل جائے گا خصوصاً ان میں سے ایسے اساتذہ کہ جو ایسی چیزوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ لیکن بہت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ جو احادیث بخاری اور مسلم نے نقل کی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ چھوت اور متعدی امراض کا وجود ہی نہیں ہے۔ اور ایسی احادیث بھی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ متعدی امراض کا وجود ہے۔ اس لئے ہم نے یہ سرخی قائم کی ہے۔ کہ نبیؐ تناقض (گوئی) کرتے ہیں۔ ہمارا اس بات پر ایمان نہیں ہے کہ رسولؐ نے اپنے افعال یا اقوال میں ایک مرتبہ بھی تناقض کیا ہے۔ لیکن قاری کی توجہ مبذول کرنے اور عادت کے مطابق یہ عنوان قائم کیا ہے۔ تاکہ قاری معصوم رسالتمآب کی طرف منسوب جھوٹی اور گڑھی ہوئی احادیث سے خبردار ہو جائے۔ اور اس قسم کی احادیث نقل کرنے کے ہمارے مقصد کو بھی سمجھ جائے کہ نبیؐ کی تنزیہ اور آپؐ کی اس علمی منزلت کی نشاندہی کرنا ہے جو تمام جدید علوم پر سبقت رکھتی ہے۔ کوئی ایسا صحیح نظریہ نہیں ہے جو نبیؐ کی صحیح حدیث کے معارض ہو۔ اور اگر معارض ہو تو ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہ حدیث

رسولؐ پر بہتان ہے۔ ایک طرف، اور دوسری طرف یہی حدیث کبھی اس دوسری حدیث کے معارض ہوتی ہے کہ جو علمی نظریہ کے مطابق ہوتی ہے۔ پس اس صورت میں دوسری کو قبول کرنا اور پہلی کو چھوڑنا واجب ہے اور یہ بات محتاج بیان نہیں ہے۔

اس کی مثال میں حدیث عدوی کو پیش کرتا ہوں کہ جو بحث کا اہم عنصر ہے اور یہی ہمارے لئے صحابہ، روات، اور حدیث گڑھنے والوں کی صحیح عکاسی کرتی ہے نہ کہ رسالتمآبؐ کی تناقض گوئی۔ کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے پس میں بخاری کی نقل کردہ دو حدیثوں پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ اہلسنت کے نزدیک یہی صحیح ترین کتاب ہے تاکہ تاویل کرنے والے متعدد گروہوں میں تقسیم نہ ہو سکیں اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ حدیث بخاری کے نزدیک ثابت نہیں ہے اور اس کے برخلاف دوسرے محدثین کے نزدیک ثابت ہے۔ قاری کو معلوم ہے کہ اس باب میں میں نے بخاری سے احادیث میں تناقض کی مثال پیش کرنے پر اکتفا کی ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الطب کے باب الھامہ میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ:

> نہ کوئی متعدی مرض ہے نہ صفر و ہامہ کوئی شئی ہے۔ ایک دیہاتی نے کہا: یا رسول اللہ ان اونٹوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو ریت میں ہرنوں کی طرح پھرتے ہیں اور ان میں جب کوئی خارش والا اونٹ شامل ہوجاتا ہے تو سب کو یہ مرض لاحق ہوجاتا ہے؟ رسولؐ نے فرمایا کہ پہلے اونٹ کو یہ مرض کہاں سے لگا تھا؟

ملاحظہ فرمائیے کہ اس دیہاتی نے اپنی فطرت کے ذریعہ کس طرح متعدی مرض کا پتہ لگایا ہے کہ جب ایک کھجلی والا اونٹ دوسرے اونٹوں میں مل جاتا ہے تو انھیں بھی وہ مرض لگ جاتا ہے۔ اب رسولؐ کے پاس کوئی ایسا جواب نہیں ہے جس سے اس دیہاتی کو مطمئن کر سکیں لہٰذا الٹا اس سے سوال کرتے ہیں کہ پہلے اونٹ کو یہ مرض کہاں سے لگا تھا؟

یہاں مجھے اس طبیب کا واقعہ یاد آگیا کہ جس کے پاس ایک عورت اپنے چیچک کے مریض بچہ کو لے کر آئی تھی (بچہ کو دیکھ کر) طبیب نے پوچھا: تمھارے گھر یا پڑوس میں کوئی ایسا شخص ہے جو خسرہ کا مریض ہو؟ عورت نے کہا: ہرگز نہیں، طبیب نے کہا شاید اسے مدرسہ سے یہ مرض لگ گیا ہے عورت نے فوراً جواب دیا ہرگز نہیں کیونکہ یہ مدرسہ میں داخل نہیں ہوا ہے اس لئے کہ یہ ابھی پانچ سال کا ہے، طبیب نے کہا: شاید تم اسے اپنے عزیز واقارب میں لے کر گئی تھیں، یا تمھارے رشتہ دار تمھارے یہاں آئے تھے ان میں یہ جراثیم تھے۔ عورت نے پھر نفی میں جواب دیا۔ اس وقت طبیب نے کہا: یہ جراثیم ہوا سے اس تک پہونچے ہیں۔

جی ہاں! ہوا جراثیم اور متعدی امراض کو منتقل کرتی ہے کبھی ہوا کے سبب پورا گاؤں یا شہر مرض کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ اس کے لئے آپریشن وانجکشن وغیرہ بنائے گئے ہیں پس یہ تمام چیزیں اس (رسولؐ) سے کیسے پوشیدہ رہیں جو وحی کے علاوہ کچھ کہتا ہی نہیں ہے؟ یہ تو رب العالمین کے رسولؐ ہیں کہ جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ زمین وآسمان کی کوئی چیز بھی خدا سے مخفی نہیں ہے۔ وہ تو سننے اور جاننے والا ہے۔ اسی لئے ہم اس حدیث کی تردید کرتے ہیں۔ اسے کبھی قبول نہیں کر سکتے، ہاں! بخاری کی اس

حدیث کو تسلیم کرتے ہیں۔ جو انھوں نے اسی باب اور اسی صفحہ پر ابی سلمہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے ابوہریرہ سے سنا کہ رسولؐ نے فرمایا کہ:

کوئی تیمار داری کرنے والا مریض کے پاس

سے اٹھ کر صحت مند کے پاس نہ جائے۔

ابوہریرہ نے اس حدیث سے پہلی حدیث کا انکار کیا تو ہم نے کہا: کیا تم نے یہ نہیں کہا ہے کہ کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا تو وہ حبشی زبان میں بڑبڑانے لگے ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں نے اس طرح ابوہریرہ کو حدیث بھولتے نہیں دیکھا تھا۔

ان دونوں حدیثوں ــ کہ کوئی مرض متعدی نہیں اور تیمار داری کرنے والے کو صحت مند کے پاس نہیں جانا چاہیئے ــ کے ساتھ بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح کی کتاب السلام کے باب "لاعدوی، طیرہ ولاھامہ ولا صفر ولانوء، ولاغول ولایوردن، ممرض علی مصح" میں بھی نقل کیا ہے۔

ان احادیث میں سے ہم اس حدیث "کہ تیمار داری کرنے والے کو صحت مند کے پاس اٹھ کر نہیں جانا چاہیئے" کو صحیح سمجھتے ہیں۔ یہ قولِ رسولؐ ہے کیونکہ رسولؐ تناقض نہیں کر سکتے تھے۔ اور یہ حدیث کہ "کوئی مرض متعدی نہیں ہے" رسولؐ پر بہتان ہے کیونکہ اس حدیث سے ان کا طبیعی حقائق سے جاہل ہونا سمجھ میں آتا ہے۔ اسی لئے بعض صحابہ نے دونوں حدیثوں میں تناقض سمجھ کر ابوہریرہ سے بحث کی اور پہلی حدیث کے بارے میں سوال کیا تو ابوہریرہ کو اس بھنور سے نکلنے کا کوئی راستہ ہاتھ نہ آیا۔ تو وہ حبشی زبان میں بڑبڑانے لگے۔ شارح بخاری کہتے ہیں کہ انھوں نے غصہ کی حالت میں ایسی گفتگو کی جو لائفہم تھی!

اور جو چیز ہمیں تاکید کے ساتھ اس بات کو یاد کراتی ہے کہ رسوؐل جدید علوم کو پہلے سے جانتے تھے خصوصاً متعدی امراض کو۔ وہ یہ کہ آپؐ نے مسلمانوں کو طاعون، جذام اور وبا وغیرہ سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الانبیاء کے باب "حدثنا ابو الیمان" میں اور اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب السلام کے باب "الطاعون والطیرۃ والکھانۃ وغیرھا" میں اسامہ ابن زید سے روایت کی ہے کہ رسوؐل نے فرمایا کہ:

طاعون ایک رجس ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر یا تم سے پہلے والے لوگوں پر بھیجا گیا تھا پس جب تم کسی جگہ کے بارے میں یہ سنو کہ وہاں طاعون ہے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر اس جگہ طاعون پھیل جائے جہاں تم موجود ہو تو اس سے فرار کی غرض سے وہاں سے نہ نکلو۔

دوسری حدیث میں ہے وہاں سے جلدی سے نکل جاؤ۔

اسی معنی میں رسوؐل کا یہ قول صحیح ہے کہ:

مجذوم سے ایسے بھاگو، جیسے شیر سے!

نیز آپؐ کا یہ قول:

پانی پیتے وقت برتن میں سانس نہ لو۔

ایسے ہی آپؐ کا یہ فرمان:

جب کسی برتن کو کتا چاٹ لے تو اس برتن کو

چھ مرتبہ پانی سے اور ایک مرتبہ خاک سے پاک کرو۔

یہ سب کچھ امت کو نظافت وطہارت اور حفظان صحت کے اسباب کی تعلیم کی بنا پر ہے۔ رسولؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ؛ جب کسی چیز میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے دو۔

اس میں تو ہم کھلم کھلا تناقض پاتے ہیں یہاں تک کہ ہامہ کے سلسلہ میں بھی کہ جس سے عرب بدشگونی لیتے تھے "ہامہ ایک پرندہ ہے جو رات میں اڑتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ الّو ہے۔ مالک ابن انس نے یہی معنی بیان کئے ہیں۔ پس جب نبیؐ یہ کہتے ہیں کہ ھامہ سے کچھ نہیں ہوتا تو پھر تعویذ کس لئے بناتے ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدء الخلق کے باب "یزفون النسلان فی المشی"[1] میں سعید ابن جبیر سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ: رسولؐ حسنؑ وحسینؑ کے لئے تعویذ بناتے تھے ہمارے جد ابراہیم بھی اسماعیل واسحاق کے لئے اس طرح بناتے تھے:

أعوذ بكلمات الله التامّة من كلِّ شيطان وهامّة
ومن كل عينٍ لامّة

جی ہاں ہم نے اس فصل میں بعض ان متناقض احادیث کی مثال پیش کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ جو رسولؐ کی طرف منسوب ہیں جبکہ رسولؐ ان سب سے بری ہیں

---

[1] بخاری جلد ۳ ص ۱۱۹

ایسی اور سیکڑوں متناقض احادیث ہیں جنھیں بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے ۔ فی الحال ۔ ہم ان سے قطع نظر کرتے ہیں ۔ کیونکہ ہم نے ہمیشہ قارئین کو اختصار و اشارہ کا عادی بنایا ہے ، محققین کو اس سلسلہ میں تحقیق کرنا چاہئے ، عنقریب خدا ان کے ذریعہ احادیث رسول کو پاک کر دے گا اور انھیں اجر عظیم عطا کرے گا اور وہ لوگ حق کو باطل سے الگ کرنے کا سبب قرار پائیں گے اور نئی نسل کے سامنے قیمتی بحثیں پیش کریں گے کہ جو پیغام اسلام کا آئینہ دار ہونگی ۔

﴿یا أیها الذین آمنوا لا تکونوا کالذین آذوا موسی فبرّأهُ الله ممّا قالوا وکان عند الله وجیهاً یا أیها الذین آمنوا اتّقوا الله وقولوا قولاً سدیداً یُصلح لکم أعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع الله ورسولهُ فقد فاز فوزاً عظیماً﴾ سورۂ ، احزاب ، آیت ۷۱

ایمان لانے والو خبردار ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے مومنین کو اذیت دی تو خدا نے انھیں ان کے قول سے بری ثابت کر دیا اور وہ اللہ کے نزدیک وجیہ انسان تھے ۔ ایمان والو ! اللہ سے ڈرو اور نپی تلی بات کہو تاکہ وہ تمھارے اعمال کی اصلاح کر دے اور تمھارے گناہوں کو معاف کر دے اور جو خدا اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ عظیم کامیابی پر فائز ہوگا ۔

آٹھویں فصل

بخاری و مسلم سے متعلق

اہلسنت والجماعت کے نزدیک ان دونوں کتابوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دینی مباحث میں عامہ کے یہی اساسی اور اولین مصادر ہیں حالانکہ بعض محققین کے لئے یہ مشکل پیدا ہو گئی کہ وہ اس متناقض اور رکیک چیز کی کیسے صراحت کر دیں جو انھیں ان مصادر میں ملتی ہیں، وہ انھیں تلخ گھونٹ کی طرح پی جاتے ہیں اور خوف کے مارے قوم کو اس سے آگاہ نہیں کرتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں ان دونوں کتابوں کا بہت احترام ہے حقیقت یہ ہے کہ بخاری و مسلم کو بھی کبھی یہ بات گوارا نہ تھی کہ علماء میں سے کوئی ان کے مرتبہ تک پہونچے

ہم نے ان کے اوپر تنقید کرنے اور ان کے مطاعن سے پردہ اٹھانے کا ارادہ صرف اس لئے کیا ہے تاکہ اپنے نبیؐ کی طہارت وعصمت کو ثابت کیا جا سکے۔ اور جب اس مقصد کی خاطر اس طرح کی تنقید سے صحابہ بھی نہ

بچ سکے تو مسلم اور بخاری رسولؐ کے پاس بیٹھنے والوں سے تو افضل نہیں ہیں۔

ہمارا مقصد رسولؐ عربی کی تنزیہ ہے اور ہم آپؐ کی عصمت کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے جبکہ آپؐ علی الاطلاق تمام لوگوں سے اعلم و اتقی ہیں اور ہمارا اعتقاد ہے کہ خداوند عالم نے آپؐ کو منتخب کیا تاکہ آپؐ عالمین کے لئے رحمت بن جائیں اور تمام جن وانس پر آپؐ کو مبعوث کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خداوند عالم نے ہم سے ان کی تقدیس و تنزیہ کا مطالبہ کیا ہے۔ اور ان کے سلسلہ میں مطاعن سے منع کیا ہے اور اسی لئے ہم اور تمام مسلمانوں سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ کہ ان چیزوں کو چھوڑ دیں جو ان کے خلق عظیم کے متنافی ہیں۔ اور ہر وہ چیز جو ان کی عصمت کے خلاف اور ان کی باعظمت شخصیت کے، شایان شان نہ ہو۔ پس صحابہ، تابعین، تمام محدثین اور سارے مسلمان یہاں تک کہ سب لوگ ان کے فضل و بزرگی کے مرہون منت ہیں۔ پس تنقید کرنے والے، اور تعصب رکھنے والے کا عنقریب جیسا کہ ان کی عادت ہے ہر نئی چیز سے خون کھولے گا، لیکن ہمارا مقصد تو خدا اور رسولؐ کی رضا حاصل کرنا ہے اور وہ ذخیرہ، خزانہ اور اس دن کا توشہ ہے جس دن مال واولاد کچھ کام نہ آئے گا مگر یہ کہ کوئی قلب سلیم کے ساتھ آئے۔

ان تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ ان سچے مومنوں کی عزت افزائی کرنا بھی ہے جو خدا اور رسولؐ کے اقدار سے واقف ہوئے ہیں اور حکام و خلفاء و سلاطین کو نظروں میں نہیں لائے۔

مجھے یاد ہے کہ میں اس وقت شدید مخالفتوں میں گھر گیا تھا جب میں نے بخاری کی اس حدیث کہ "جناب موسیٰ نے ملک الموت کو طمانچہ مارا

اور اس کی آنکھیں پھوڑ دیں ، پر تنقید کی تھی یہاں تک کہ مجھے دین سے خارج اور کافر کہا گیا ۔ اور کہا گیا تم کون ہوتے ہو جو بخاری پر تنقید کر رہے ہو ؟ اور شور وغل مچاتے ہوئے میرے چاروں طرف جمع ہوئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے میں نے کتاب خدا کی کسی آیت پر تنقید کر دی ہے ۔

حقیقت تو یہ ہے جب تحقیق کرنے والا اندھی تقلید کی قید سے آزاد اور بے ہودہ تعصب سے بے پرواہ ہو کر بخاری و مسلم کا مطالعہ کرے گا تو یقیناً اسے ان میں عجیب وغریب چیزیں نظر آئیں گی جو عرب کے بدؤں کی عقل کی عکاسی کرتی ہیں ان کے افکار جمود کا شکار ہیں وہ خرافات اور قصہ کہانیوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی فکر ہر عجیب وغریب شئی کی طرف مائل ہوتی ہے ۔ اور یہ کوئی عجیب نہیں اور نہ ہی ہم اس کو ذہنی کجی کہہ سکتے ہیں ۔ کیونکہ ان کا زمانہ جدید ٹیکنالوجی کا زمانہ نہیں تھا اور نہ ہی ٹیلیویزن اور ٹیلیفون کا دور تھا اور نہ ہی میزائیل وغیرہ کا عہد تھا ۔

اور ہمارا ارادہ یہ بھی نہیں ہے کہ ان تمام چیزوں کو رسالتمآب سے ملا دیں کیونکہ اس میں بہت بڑا فرق ہے یہ (رسولؐ) وہ ہیں جنھیں خدا نے غیر تعلیم یافتہ لوگوں میں بھیجا یہ ان پر خدا کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور چونکہ یہ خاتم الانبیا والمرسلین ہیں اس لئے خدا نے ان کو اولین و آخرین کے علم سے نوازا ہے ۔

جیسا کہ ہم محترم قارئین کی توجہ اس طرف مبذول کرا چکے ہیں کہ بخاری کی وہ تمام روایات جو رسولؐ کی طرف منسوب ہیں وہ نبیؐ کی حدیث نہیں ہیں ، بخاری نے نبیؐ کی کوئی حدیث نقل کی اور پھر اس کے بعد بعض صحابہ کی رائے قلمبند کر دی جس سے قارئین کو یہ توہم ہوتا ہے کہ رائے بھی رسولؐ کی حدیث ہے جبکہ

وہ رسولؐ کی حدیث نہیں ہے۔

مثال کے طور پر میں ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الحیل کے باب "النکاح جلد ۸ صـ۶۲" میں ابوہریرہ سے اور انھوں نے رسولؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ:

کنواری لڑکی کو بغیر اذن کے نکاح نہیں کرنا چاہیئے
اور شادی شدہ کو مشورہ سے پہلے نکاح نہیں کرنا چاہیئے.
کہا گیا: یا رسولؐ اللہ اس اذن کی کیا کیفیت ہے؟ فرمایا: اس کی خاموشی، بعض افراد نے کہا ہے کہ اگر کنواری اجازت نہ دے جبکہ اس نے شادی نہ کی ہو اور کوئی شخص حیلہ بازی سے دو جھوٹے گواہوں سے گواہی دلوائے کہ میں نے اس عورت سے شادی کی ہے تو قاضی اس نکاح کو صحیح قرار دے گا جبکہ اس کا شوہر یہ جانتا ہے کہ یہ گواہی باطل ہے پس اس سے ہمبستری کرنے میں اشکال نہیں ہے اور یہ نکاح صحیح ہے۔

ذرا بخاری کی یہ حرکت ملاحظہ فرمائیے کہ حدیث رسولؐ کے بعد لکھتے ہیں کہ بعض افراد نے کہا ہے۔ پس بعض مجہول افراد کی گواہی سے نکاح صحیح ہوگیا، قارئین کو یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ رسولؐ کا نظریہ ہے جبکہ یہ غلط ہے،

دوسری مثال: بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدء الخلق کے باب "مناقب المهاجرين وفضلهم" میں عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: ہم رسولؐ کے زمانہ میں ابوبکر کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے اور ان کے بعد عمر کو ان کے بعد عثمان کو ان کے بعد تمام اصحابِ نبیؐ

برابر تھے کسی کو کسی کے اوپر فضیلت نہیں تھی۔

یہ عبداللہ ابن عمر کی رائے ہے وہی اس کے ذمہ دار ہیں ورنہ یہ کیسے ممکن ہے جبکہ رسولؐ کے بعد سب سے افضل علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں۔ اور ان کا کہیں ذکر نہیں ہے اور عبداللہ ابن عمر ان کو عام لوگوں میں شمار کرتے ہیں؟

اسی لئے آپ عبداللہ ابن عمر کو امیر المومنینؑ کی بیعت سے انکار کرتے پائیں گے جب کہ علیؑ ان کے مولا ہیں کیونکہ علیؑ جس کے مولا نہیں ہیں وہ مومن نہیں ہے۔ [۱]

اور نبیؐ نے آپؑ کے بارے میں فرمایا ہے: علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ۔ [۲] جبکہ عبداللہ ابن عمر دشمن خدا و رسولؐ اور عدو مومنین حجاج ابن یوسف جیسے فاسق و فاجر کی بیعت کرتے ہیں، ہم اس قسم کی بحث نہیں چھیڑنا چاہتے لیکن قارئین کے سامنے بخاری اور ان جیسوں کے خیالات و نفسیات کو پیش کرنے کیلئے مجبور ہیں اسی بخاری نے باب مناقب المہاجرین میں یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ گویا وہ سادے انداز میں قارئین کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں یہ رسولؐ کی رائے ہے جبکہ وہ عبداللہ عمر کی رائے ہے کہ جو علی علیہ السلام کے دشمن ہیں۔

عنقریب ہم ذہین قارئین کے سامنے حضرت علیؑ سے متعلق تمام چیزوں میں بخاری کا موقف پیش کریں گے اور یہ بھی بتائیں گے کہ وہ علیؑ کے فضائل چھپانے میں کتنے کوشاں تھے اور عیب لگانے کے در پے تھے۔

---

[۱] صواعق محرقہ ص ۱۰۱

[۲] صحیح ترمذی جلد ۵ ص ۲۹۷، مستدرک الحاکم جلد ۳ ص ۱۲۴

جیسا کہ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدء الخلق کے باب
"حدثنا الحمیدی" میں محمد ابن حنفیہ سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا
میں نے اپنے والد سے کہا رسولؐ کے بعد سب سے زیادہ افضل کون ہے؟ انھوں نے
فرمایا: ابوبکر۔ میں نے عرض کی: ان کے بعد؟ فرمایا: عمر، (محمد حنفیہ کہتے ہیں)
میں ڈرا کہ کہیں عمر کے بعد عثمان کا نام پیش کریں اس لئے میں نے پہلے ہی
کہدیا کہ ان کے بعد آپؑ نے فرمایا: میں تو مسلمانوں میں سے عام شخص ہوں۔
جی ہاں! انھوں نے یہ حدیث گڑھ کر فرزند علیؑ ابن ابیطالب
محمد ابن حنفیہ کی طرف منسوب کردی ہے یہ بالکل وہی حدیث ہے جو پہلے ابن عمر
کی زبانی نقل ہو چکی ہے نتیجہ دونوں کا ایک ہی ہے اگرچہ محمد ابن حنفیہ کو ڈر تھا کہ کہیں
ان کے پدر گوار تیسرے نمبر پر عثمان کا نام نہ پیش کردیں۔ لیکن ان کے والد نے
ان کی بات کی یہ کہکر تردید کی کہ میں تو عام انسان ہوں۔ اس سے یہ بات ثابت
ہوتی ہے کہ عثمان حضرت علیؑ سے افضل ہیں۔ کیونکہ اہلسنت میں کوئی شخص بھی
یہ نہیں کہتا ہے کہ عثمان مسلمانوں میں سے ایک شخص تھا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ سب سے
افضل ابوبکر پھر عمر اور ان کے بعد عثمان تھے پھر ہم اصحاب نبیؐ کو مساوی سمجھتے
ہیں۔ کسی کو ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے۔ کیونکہ دوسرے لوگ
مساوی ہیں۔

کیا آپ کو بخاری کی روایت کردہ ان احادیث پر تعجب نہیں
ہوتا، ان کی تمام احادیث کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے حضرت علیؑ کو ہر فضیلت
سے عاری ثابت کرنا کیا اس سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بخاری ہر اس چیز کو
لکھتے ہیں جس سے بنی امیہ، بنی عباس اور ان حکام کے منشا کے موافق ہوتی
ہے جن کی پوری کوشش اہل بیتؑ کی ہتک میں صرف ہوئی ہے جو شخص حقیقت

سے آشنا ہونا چاہتا ہے اس کے لئے یہ ٹھوس دلیلیں ہیں۔

بخاری و مسلم ابوبکر و عمر کی فضیلت بیان کرتے ہیں

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدء الخلق کے باب "حدثنا الیمان" [1] میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب "فضائل ابی بکر الصدیق" میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: رسوؐل نے نمازِ صبح ادا کی پھر لوگوں کے پاس آئے اور فرمایا:

جب کوئی گائے پر سوار کر اسے ہنکاتا ہے تو وہ گائے کہتی ہے کہ ہم اس لئے پیدا نہیں کئے گئے ہیں بلکہ ہم تو کھیتی کے لئے خلق کئے گئے ہیں، لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! گائے بھی بولتی ہے؟ آپ نے فرمایا: بیشک میں اور ابوبکر و عمر اس پر ایمن بنائے گئے ہیں جبکہ ابوبکر و عمر وہاں موجود نہ تھے اور جب کوئی شخص اپنی بھیڑ بکریوں کو چھوڑ دیتا ہے اور بھیڑیا کسی کی بکری اٹھالے جاتا ہے اور پھر وہ شخص تلاش کر کے اسے بھیڑئے سے چھڑا لیتا ہے تو بھیڑیا اس سے کہتا ہے آج تو تم نے اسے مجھ سے بچا لیا لیکن قیامت کے روز اسے کون بچائے گا اس دن میرے علاوہ کوئی اس کا نگہبان نہ ہوگا لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! کہیں بھیڑیا بھی بات کرتا ہے ؟

---

[1] بخاری جلد ۲ ص ۱۴۹

آپؐ نے فرمایا: بیشک مجھے اور ابوبکر و عمر کو اس پر امین بنایا گیا ہے۔ اور ابوبکر و عمر وہاں نہیں تھے۔

یہ حدیث بھی دونوں خلفاء کے فضائل کے لئے گڑھی گئی ہے ورنہ رسولؐ کے صحابی آپؐ کے قول کی کیوں تکذیب کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کو یہ کہنا پڑا کہ مجھے اور ابوبکر و عمر کو اس پر امین بنایا گیا ہے پھر راوی کے اس بتاکید کلام کو ملاحظہ فرمائیے کہ وہاں ابوبکر و عمر موجود نہ تھے۔ یہ ایسے مضحکہ خیز فضائل ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ لیکن لوگ ڈوبنے والے کی طرح تنکے کا سہارا ڈھونڈتے ہیں، اور جب حدیث گڑھنے والوں کو ان (خلفاء) کے لئے کوئی خاص بات نہیں ملتی تو وہ اپنی طرف سے اس قسم کے فضائل گڑھ دیتے ہیں کہ جو خیالی اور ذہنی ایجاد ہوتے ہیں۔ ان کی بنیاد کسی علمی، منطقی اور تاریخی دلیل پر قائم نہیں ہوتی ہے جیسا کہ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل اصحاب النبیؐ کے باب "قول النبیؐ۔ لو کنت متخذ اخلیلا" میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب "من فضائل ابی بکر الصدیق" میں عمر ابن عاص سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے اسے ذات سلاسل کے لشکر میں بھیجا پس میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ سب سے زیادہ محبوب آپ کو کون ہے؟ فرمایا: عائشہ، میں نے کہا مردوں میں؟ فرمایا: ان کے باپ، میں نے کہا ان کے بعد، فرمایا: عمر ابن خطاب اس کے بعد تمام لوگ، مساوی ہیں۔

گڑھنے والوں نے یہ حدیث اس وقت گڑھی جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ۸ھ میں (یعنی وفات نبی سے دو سال قبل) نبیؐ نے غزوۂ ذات سلاسل کے لئے عمرو ابن عاص کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا کہ جس میں ابوبکر و عمر بھی شامل تھے۔ اس حدیث سے اس شخص کا منہ بند

کرنے کی کوشش کی ہے کہ جو یہ کہہ سکتا تھا کہ عمرو ابن عاص اس سے افضل تھا لہٰذا حدیث ڈھالنے والوں نے خود عمرو ابن عاص ہی کی زبان سے روایت گڑھی اور عائشہ کو اس طرح خاموش کیا کہ ایک طرف سے شک کو دور کیا اور دوسری طرف عائشہ کو مطلق افضلیت ملی۔

یہی وجہ ہے کہ آپ امام نووی کو مسلم کی شرح میں یہ تحریر کرتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہ ابوبکر و عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کے عظیم فضائل کی تصریح ہے اور اس میں اہلسنت کے لئے واضح دلیل موجود ہے کہ صحابہ میں سب سے افضل ابوبکر ہیں ان کے بعد عمر ہیں۔

اس روایت پر بھی دوسری ضعیف روایات کی طرح دجالوں نے اکتفا نہ کی بلکہ علیؑ ابن ابیطالب کی زبان سے بھی ایک روایت گڑھ دی اور اپنے زعم (ناقص) میں انھوں نے اس کو ایک طرف شیعوں پر حجت قرار دیا ہے کہ جو علیؑ کو تمام صحابہ میں افضل سمجھتے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کو یہ فریب دیا کہ علیؑ کو ابوبکر و عمر سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل اصحاب النبیؐ کے باب "مناقب عمر ابن خطاب" میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الفضائل الصحابہ کے باب "فضائل عمر" میں علیؑ اور ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ: عمر کو تخت پر لٹایا گیا اور لوگ ان کے تخت کے ارد گرد جمع ہو گئے اور ان کے لئے دعا کی میں بھی ان میں موجود تھا لیکن میری طرف کوئی متوجہ نہیں تھا۔ ایک شخص میرا کندھا پکڑے ہوئے تھا، وہ علیؑ تھے انھوں نے کہا خدا عمر پر رحم کرے پھر فرمایا: تمہارے بعد مجھے کوئی شخص عزیز نہیں ہے کہ جو تمہاری طرح اپنے عمل کے ساتھ خدا سے ملاقات کرے، اور قسم خدا کی مجھے یقین ہے کہ خدا آپ کو آپ کے دوست (محمدؐ)

کے جوار میں جگہ عطا کرے گا، مجھے یاد ہے کہ میں نے نبیؐ کو بار ہا ارشاد فرماتے سنا کہ: میں اور ابوبکر و عمر (فلاں جگہ) گئے میں اور ابوبکر و عمر (فلاں جگہ) داخل ہوئے میں اور ابوبکر و عمر فلاں جگہ کے لئے نکلے

جی ہاں! اس کا جعلی ہونا تو واضح ہے، اس سے اس سیاست کی بھی بو آرہی ہے جس نے فاطمہؑ زہرا کو (ہر معاملہ سے) الگ کیا، انھیں باپ کے پہلو میں دفن نہ ہونے دیا اگر چہ وہی سب سے پہلے آپؐ سے ملحق ہونے والی تھیں" تھیں۔ شاید راوی، میں (محمدؐ) اور ابوبکر و عمر گئے، میں اور ابوبکر و عمر داخل ہوئے، میں اور ابوبکر و عمر نکلے کے بعد اس جملہ کا اضافہ کرنا بھول گیا کہ میں اور ابوبکر و عمر ایک ساتھ دفن ہوں گے۔

اس قسم کی گڑھی ہوئی روایات سے کہ جن کو تاریخ اور واقعات جھٹلا رہے ہیں احتجاج کرنے والے نے پرہیز کیا جبکہ اس سلسلہ میں مسلمانوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ علیؑ و فاطمہؑ کی طول حیات میں ابوبکر و عمر نے ان پر ظلم کیا ہے۔

پھر اگر آپ روایت میں غور فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ راوی علیؑ کو ایک اجنبی شخص کی صورت میں پیش کرتا ہے جو کہ ایک اجنبی کی میت پر غم دور کرنے کے لئے آیا ہے تو دیکھتا ہے کہ لوگ اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور دعائیں مانگ رہے ہیں پس وہ ابن عباس کا کندھا پکڑے ہوئے ہیں گویا آہستہ سے کچھ ان کے کان میں کہنے کے لئے پیچھے کھینچتے ہیں جبکہ مفروض یہ ہے کہ علیؑ سب سے آگے تھے اور انھوں نے سب کے ساتھ نماز پڑھی تھی اور دفن تک ساتھ ساتھ تھے۔

ہر تاریخ داں جانتا ہے کہ بنی امیہ کے زمانہ میں معاویہ کے حکم سے لوگوں

کے درمیان حدیث گڑھنے کے سلسلہ میں مقابلہ ہوتا تھا، واضح رہے کہ معاویہ علی ابن ابیطالب کے فضائل کے مقابلہ میں ابوبکر و عمر کے فضائل کو بڑھانا چاہتا تھا، سو راوی کے ذہن کے لحاظ سے ضعیف، مضحکہ خیز، متناقض حدیثیں وجود میں آگئیں، کیونکہ حدیث گڑھنے والوں میں تیمی بھی تھے جو ابوبکر پر کسی کو فوقیت نہیں دیتے تھے، ان میں عدوی بھی تھے جو عمر پر کسی کو ترجیح نہیں دیتے تھے اور بنی امیہ تو عمر کی شخصیت کو رسولؐ کی شخصیت سے زیادہ عظمت دیتے تھے اس سلسلہ میں وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے، اکثر انھوں نے عمر کی مدح میں ایسی احادیث گڑھیں جن میں انھیں ابوبکر پر فضیلت دی ہے۔

قارئین آپ کے سامنے کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں :-

مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب "فضائل عمر" میں اور بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الایمان کے باب، "تفاضل اھل الایمان فی الاعمال" میں ابو سعید خدری سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ رسولؐ نے فرمایا:

میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور ایسے قمیص پہنے ہوئے ہیں کہ جو سینوں تک یا اس سے بھی کم ہیں، عمر ابن خطاب کو میرے سامنے لایا گیا تو دیکھا کہ وہ ایسی قمیص پہنے ہوئے ہیں جسے وہ کھینچ رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے اس کی کیا تاویل کی؟ آپؐ نے فرمایا: اس سے مراد دین ہے۔

پس نبیؐ نے جو خواب کی تاویل کی ہے "دین" تو اس لحاظ سے عمر ابن خطاب تمام لوگوں سے افضل ہیں، کیونکہ ان بیچاروں کے پستانوں تک بھی دین نہیں پہونچا ہے، یعنی ان کے قلوب سے دین آگے نہیں بڑھا ہے۔ جبکہ عمر سر سے لے کر پیر کے انگوٹھے تک دین سے مملو ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ وہ دین کو کھینچتے ہوئے چلتے ہیں۔ ابوبکر صدیق کی ان کے سامنے کیا حیثیت ہے جن کے ایمان کا پلہ پوری امت کے ایمان سے بھاری ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب العلم کے باب فضل العلم میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب فضائل عمر میں ابن عمر سے روایت کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا کہ:

> میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے دودھ کا کاسہ لایا گیا ہے، پس میں نے اتنا پیا کہ میرے ناخن سے ایک چشمہ پھوٹ نکلا، باقی میں نے عمر ابن خطاب کو دے دیا۔ لوگوں نے دریافت کیا: آپؐ نے اس کی کیا تاویل کی؟ فرمایا: علم،

میں کہتا ہوں کیا صاحبان علم اور جاہل برابر ہیں؟ اور جب ابن خطاب دین کے معاملہ میں ابوبکر اور پوری امت پر فوقیت لے گئے ہیں تو اس روایت کی رو سے وہ علمی اعتبار سے سب سے آگے نکل گئے اور رسولؐ کے بعد وہ اعلم الناس ہیں۔

اب ایک فضیلت اور باقی رہ گئی جس کی طرف لوگ رغبت

کرتے ہیں اور اس سے آراستہ ہونا چاہتے ہیں اور یہ ان صفات حمیدہ میں سے ہے جس کو خدا اور رسولؐ اور تمام لوگ دوست رکھتے ہیں اور سب ہی اس تک پہونچنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ہے شجاعت، روایت گڑھنے والوں کے لئے اس سلسلہ میں بھی کوئی حدیث گڑھنا ضروری تھی۔ لہذا انھوں نے ابوحفص کے بارے میں حدیث تراشی۔

بخاری اپنی صحیح کی کتاب فضائل اصحاب النبیؐ کے باب "قول النبیؐ لو کنت متخذ اخلیلا" میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب فضائل عمر میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے نبیؐ سے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے:

میں نے خواب میں ایک کنواں دیکھا کہ جس پر ڈول پڑا تھا میں نے جتنا مجھ سے ہو سکا پانی کھینچا پھر ڈول ابن ابی قحافہ (ابوبکر) نے لیا، اس نے ایک یا دو ڈول کھینچا اس کے کھینچنے میں ضعف تھا خدا اس کی کمزوری کو معاف کرے پھر ڈول ابن خطاب نے لیا میں نے اس سلسلہ میں کسی کو ان سے بہتر نہ پایا یہاں تک کہ لوگوں کو ایک جگہ جمع کر دیا۔

جب دین مرکز ایمان و اسلام اور تقویٰ و تقرب خدا کو ابن خطاب نے سمیٹ لیا اور اسے اپنے پیچھے کھینچتے ہوئے چلتے ہیں جبکہ دوسرے لوگوں کے سینے تک ہی محدود رہا، ان کے اجسام کے دوسرے حصے ایمان سے خالی ہیں اور علم بھی عمر ابن خطاب تک سے مخصوص ہے جو بچ گیا اس میں سے انھوں نے دوسرے لوگوں کے لئے کچھ نہ چھوڑا اور رسولؐ کا عطا کیا

ہوا سارا ہی پی گئے یہاں تک کہ اپنے دوست ابوبکر کی بھی پرواہ نہ کی (اس میں کوئی شک نہیں ہے جو علم عمر کو عطا کیا ہوا تھا اسی کے ذریعہ وفات نبیؐ کے بعد انھوں نے احکام خدا میں رد و بدل کی، لاریب ان کا اجتہاد اسی علم کا مرہون منت ہے) اور جبکہ قوت و شجاعت کو بھی عمر ابن خطاب سے مختص کیا گیا ہے اور ابوبکر نے بھی ان سے یہ کہا تھا کہ تم مجھ سے زیادہ قوی ہو لیکن تم نے مجھ پر زبردستی کی، خدا بخشے ابوبکر کو کہ انھوں نے ضعف کے باوجود خلافت پر عمر سے پہلے ہاتھ مارا، بنی امیہ اور بنی عدی میں سے عمر کے یار و مددگاروں نے خوش حالی مال غنیمت، فتوحات ایسے ابوبکر کے زمانہ میں نہ دیکھے جیسے ان کے زمانہ میں دیکھے

جی ہاں! دنیا کی زندگی میں یہ سب عمر کا رہین منت ہے لیکن آخرت میں لوگوں کو ان کے لئے جنت کی ضمانت لینی چاہئے تھی وہ بھی ابوبکر سے بلند و بالا درجہ والی جنت کی لہٰذا لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدء الخلق کے باب "ماجاء فی صفۃ الجنۃ انہا مخلوقۃ" میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب فضائل عمر میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا ایک مرتبہ ہم رسولؐ کی خدمت میں تھے کہ آپؐ نے فرمایا:

مجھے نیند کے عالم میں جنت دکھائی گئی وہاں ایک قصر میں ایک عورت وضو کر رہی تھی، میں نے پوچھا یہ قصر کس کا ہے؟ جواب ملا، عمر ابن خطاب کا، میں نے اس کی غیرت کو دیکھا تو منہ پھیر کر چلدیا (یہ بات سن کر) عمر رونے لگے، اور کہا: یارسولؐ اللہ! آپ پر رشک کیا ہے۔

محترم قارئین ان ترتیب وار جھوٹی روایات کو آپ سمجھ گئے ہونگے ویسے میں نے عمر ابن خطاب کے فضائل کے سلسلہ کی ہر ایک روایت میں سے ایک مشترک عبارت نقل کر دی ہے اور وہ ہے رسولؐ کا یہ قول کہ جب میں عالم خواب میں تھا ہر ایک روایت میں یہ خواب لفظ موجود ہے۔ ایک مرتبہ فرماتے ہیں جب میں سو رہا تھا تو دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا گیا ہے جب میں سو رہا تھا تو میرے پاس دودھ لایا گیا۔ جب میں محو خواب تھا تو ایک کنواں دیکھا جب میں نیند کے عالم میں تھا تو جنت دکھائی گئی، شاید حدیث کے راوی کو بہت زیادہ خواب دکھائی دیتے تھے لہٰذا اس نے نبیؐ کی زبانی (اپنی طرف سے) حدیثیں گڑھ لیں، اور کتنی جھوٹی حدیثیں جب آپؐ کی زندگی میں ہی آپؐ کی طرف منسوب کی جاتی تھیں تو آپؐ کی وفات کے بعد کیا عالم ہوا ہوگا۔ یقیناً امت بدل گئی تھی، لوگ ایک دوسرے سے قتال کرتے تھے ٹکڑوں اور گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے ہر ایک گروہ جو اس کے پاس تھا اس سے خوش تھا۔ لیکن ایک چیز جو باقی رہی اور جسے مورخین اور عمر کے یار و انصار نے نقل کیا ہے وہ ہے ان کے اخلاق میں سختی و شدت اور تند مزاجی کہ جس کی وجہ سے عمر تمام لوگوں پر سختی کرتے تھے اور جس کا ایسا مزاج ہوتا ہے لوگ اس سے محبت نہیں کرتے چنانچہ ارشاد خداوند عالم ہے:

﴿ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا
من حولك﴾ سورۂ آل عمران، آیت ۱۵۹
اگر آپ سخت مزاج ہوتے تو لوگ آپ کے
پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔

لیکن عمر کے چاہنے والوں نے معیاروں کو بدل ڈالا، وہ نقص کو منقبت اور

رذیلت کو فضیلت قرار دینے لگے انھوں نے کم عقلی ، بے وقوفی میں نبیؐ کی عظمت گھٹانے والی روایات گڑھ دیں، اس نبیؐ کے سلسلہ میں جس کے بارے میں خدا گواہی دے رہا ہے کہ رسوؐل بدخُلق اور سخت مزاج نہیں ہیں بلکہ وہ نرم مزاج ہیں اور ان کی نرمی لوگوں کے لئے رحمت خدا ہے ، بیشک آپ خلق عظیم پر فائز ہیں ، مومنوں پر مہربان و رحیم و رحمۃ للعالمین ہیں اس سلسلہ میں ہمیں انہی احمقوں سے سننا چاہیئے وہ کیا کہتے ہیں ۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدء الخلق کے باب " صفۃ ابلیس وجنودہٗ ،، میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب فضائل عمر میں سعد ابن وقاص سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ عمر نے رسوؐل کی خدمت میں باریابی کے لئے اجازت چاہی آپؐ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں بلند آواز میں باتیں کر رہی تھیں لیکن جب انھوں نے عمر کی آواز سنی تو جلدی سے اپنا حجاب صحیح کر کے اٹھ کھڑی ہوئیں ، رسوؐل نے عمر کو اجازت مرحمت کی ، عورتوں کی اس گھبراہٹ سے رسوؐل مسکرانے لگے ، عمر نے کہا : یا رسوؐل اللہ خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے کیا بات ہے ؟ آپؐ نے فرمایا : مجھے ان عورتوں پر ہنسی آرہی ہے جو ابھی کچھ دیر قبل میرے پاس تھیں انھوں نے جیسے تمھاری آواز سنی ویسے ہی اپنا حجاب صحیح کیا ، عمر نے کہا یا رسوؐل اللہ انھیں مجھ سے زیادہ آپ سے ڈرنا چاہیئے اس کے بعد کہا : اے عورتو تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسوؐل سے نہیں ڈرتیں ؟ انھوں نے کہا تم رسوؐل سے زیادہ بدخلق اور سخت مزاج ہو ، رسوؐل نے فرمایا : قسم اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تمھارے پاس ہرگز شیطان نہیں آئے گا ۔

ان کے منہ سے نکلی ہوئی بات بہت بڑی ہوگئی ہے اگرچہ

وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ جھوٹ ہوتا ہے، روایت کی قباحت ملاحظہ فرمائیے عورتیں عمر سے خوف کھاتی ہیں لیکن رسولؐ سے نہیں ڈرتیں اور آپؐ کی آواز پر آواز بلند کرتی ہیں، آپؐ کا احترام نہیں کرتی ہیں، آپؐ کے سامنے پردہ نہیں کرتیں۔ لیکن عمر کی آواز سنتے ہی خاموش ہو جاتی ہیں پردہ صحیح کرتی ہیں، قسم خدا کی ان احمقوں کی باتوں پر مجھے تعجب ہے، انھوں نے صراحت کے ساتھ رسولؐ کو بدخلق اور سخت مزاج بنا دیا ہے کیونکہ عمر رسولؐ سے افظ (زیادہ بدخلق) اغلظ (زیادہ سخت مزاج) ہیں یہ دونوں (افظ و اغلظ) اسم تفضیل کے صیغہ ہیں پس اگرچہ دونوں رسولؐ کے لئے فضیلت ہیں تو عمر رسولؐ سے افضل ہیں اور یہ رذیلت ہیں تو مسلمان اور ان کے راس و رئیس بخاری و مسلم نے ایسی حدیثوں کو کیونکر قبول کیا ہے؟

پھر انھوں نے اسی پہ اکتفا نہ کی بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ رسولؐ کے سامنے شیطان کھیلتا ہے اور ان سے ذرا خوف نہیں کھاتا ہے بیشک شیطان ہی عورتوں کو ابھارتا ہے، یہاں تک کہ وہ نبیؐ کی آواز پر آواز بلند کرتی ہیں اپنا حجاب اتار پھینکتی ہیں لیکن رسولؐ کے گھر میں عمر کے داخل ہوتے ہی شیطان بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

اے غیور مسلمان! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان کے نزدیک رسولؐ کی کیا قدر و قیمت ہے، اور شعوری یا لاشعوری طور پر رسولؐ سے عمر کو افضل قرار دیتے ہیں، اس بات کو آج بھی اس وقت ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہ جب وہ رسولؐ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے آپؐ کی خطاؤں کو شمار کرا رہے ہوں اور بشر کہہ کے انھیں بری کر رہے ہوں کہ جن خطاؤں کی اکثر عمر اصلاح کیا کرتے تھے اور متعدد بار عمر کی رائے

کے مطابق قرآن بھی نازل ہوا ہے۔ اہلسنت اس پر بدر کے قیدیوں اور تابیر نخل وغیرہ سے استدلال کرتے ہیں۔

لیکن جب آپ ان کے سامنے یہ کہیں گے کہ مولفۃ القلوب کا حق معطل کر کے یا متعہ نساء و متعہ حج کو حرام کر کے اور عطایا میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دے کر عمر نے خطا کی ہے تو آپ دیکھیں گے کہ ان کی ناک چڑھ گئی اور آنکھیں سرخ ہو گئی ہیں اور پھر آپ کے دین سے خارج ہونے کا فوراً حکم لگائیں گے اور کہیں گے کہ تم کون ہو کہ جو سیدنا عمر فاروق "جو حق و باطل میں فرق کرتے ہیں" پر تنقید کر رہے ہو، آپ کے لئے ان کی بات کو تسلیم کرنے کے علاوہ چارہ نہیں رہے گا اور آپ دوبارہ ان سے گفتگو کرنے کی کوشش نہیں کریں گے ورنہ اذیت سے دوچار ہونا پڑے گا۔

عمر کی عزت بچانے کے لئے بخاری حدیث میں تدلیس کرتے ہیں

جی ہاں! جب محقق بخاری کی حدیثوں کی تحقیق کرے گا تو ان میں سے اکثر کو مبہم پائے گا، وہ تصور کرے گا کہ شاید یہ حدیث ناقص ہے کبھی بخاری متعدد ابواب میں انھیں اسانید کے ساتھ ایک حدیث کو مختلف الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔ اور یہ تمام باتیں عمر کی شدید محبت کی وجہ سے وجود میں آتی ہیں اور شاید بخاری کی طرف اہلسنت کی رغبت کا باعث بھی یہی ہے۔ اسی لئے وہ بخاری کو تمام کتابوں پر فوقیت دیتے ہیں کتاب خدا کے بعد

ان کے نزدیک بخاری صحیح ترین کتاب ہے اور دوسری وجہ بخاری کی محبوبیت کی یہ ہے کہ بخاری نے حضرت علیؑ کے فضائل کو بہت کم بیان کیا ہے ایک طرف بخاری کا دل چسپ مشغلہ حدیث کی کاٹ چھانٹ ہے مگر جب اس حدیث سے عمر کی شخصیت پر حرف آتا ہو جیسا کہ فضائل علیؑ سے متعلق احادیث میں کیا ہے ہم عنقریب آپ کے سامنے ان کی کچھ مثالیں پیش کریں گے۔

عمر کی حقیقت کا انکشاف کرنے والی حدیثوں میں

تدلیس

۱۔ مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الحیض کے باب تیمم میں تحریر کیا ہے کہ:

ایک شخص عمر کے پاس آیا اور کہا: میں مجنب ہو گیا تھا۔ اور پانی نہ مل سکا، عمر نے کہا: نماز نہ پڑھو، عمار نے کہا: اے امیر المومنین کیا آپ کو وہ وقت یاد نہیں ہے جب میں اور آپ ایک سریہ میں مجنب ہو گئے تھے اور پانی نہیں مل سکا تھا آپ نے تو نماز چھوڑ دی تھی، لیکن میں نے خاک میں لیٹ کر نماز ادا کی تھی اور نبیؐ نے (میرے بارے میں) فرمایا تھا کہ تمہارے لئے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارنا اور پھر پھونک کر ان سے چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کرنا کافی ہے، عمر نے کہا: اے عمار خدا سے ڈرو! عمار نے کہا اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو میں اسے بیان نہیں کروں گا۔ اس روایت کو ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور احمد ابن حنبل نے مسند میں اور نسائی نے اپنی سنن میں اور بیہقی و ابن ماجہ وغیرہ نے کلی طور پر نقل کیا ہے۔

واضح رہے کہ بخاری نے نقل حدیث کی امانت میں خیانت کی ہے جیسا کہ عمر کی عزت بچانے کے سلسلہ میں حدیث میں تدلیس کرنا ان کی عادت ہے کیونکہ وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ لوگوں کو فقہ اسلامی سے خلیفہ کی جہالت کا علم ہو، آپ کے سامنے وہ روایت پیش کی جاتی ہے جس میں بخاری نے تصرف کیا ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب التیمم کے باب "التیمم هل ینفخ فیهما" میں روایت کی ہے کہ: ایک شخص عمر ابن خطاب کے پاس آیا اور کہا: میں مجنب ہو گیا ہوں اور مجھے پانی نہیں ملا ہے، عمار یاسر نے عمر ابن خطاب سے کہا: کیا آپ کو وہ واقعہ یاد نہیں ہے، ہمارے اور آپ کے ساتھ بھی ایک سفر میں ایسا ہی ہوا تھا۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ بخاری نے عمر کے قول "تم نماز نہ پڑھو" کو اڑا دیا کیونکہ اس میں ان کی گرفت تھی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بخاری نے اس کی تخلیص اس لئے کی ہے تاکہ لوگ عمر کے مسلک سے آگاہ نہ ہونے پائیں جو کہ نبیؐ کی حیات میں بھی شک میں مبتلا رہتے تھے اور قرآن و سنت کی نصوص کے مقابلہ میں اجتہاد کیا کرتے تھے، سو وہ اپنے اسی مسلک پر باقی رہے، یہاں تک کہ مسلمانوں کے امیر بن گئے (پھر کیا تھا) اپنے مسلک کو مسلمانوں کے درمیان پھیلانا شروع کر دیا، ابن حجر کہتے ہیں "یہ عمر کا مشہور مذہب ہے"، اس پر دلیل یہ ہے کہ وہ اس مسلک پر مصر تھے اسی بنا پر عمار نے ان سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کروں۔

۲ - حاکم نے مستدرک جلد ۲ کے ص۱۲۱ پر انس سے ایک

روایت نقل کی ہے جسے ذہبی نے اپنی تلخیص میں صحیح قرار دیا ہے۔ انس ابن مالک کہتے ہیں کہ عمر نے منبر سے یہ آیت پڑھی :

فأنبتنا فيها حباً وعنباً وقضباً وزيتوناً ونخلاً
وحدائق غلباً وفاكهة وأباً،

ہم ان سب کو سمجھ گئے لیکن معلوم نہیں اب کیا ہے پھر کہا :

تم اس کا اتباع کرو جس کی ہدایت کتاب (خدا) نے کی ہے اور جس کو تم نہیں جانتے اسے اس کے پروردگار پر چھوڑ دو !

اس روایت کو سورۂ عبس کی تفسیر کے سلسلہ میں اکثر مفسرین نے نقل کیا ہے۔ مثلاً سیوطی نے درمنثور میں اور زمخشری نے کشاف میں، ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اور رازی نے اپنی تفسیر خازن میں نقل کیا ہے۔

لیکن بخاری نے اپنی عادت کے مطابق لوگوں کو اس بات سے جاہل رکھنے کے لئے کہ خلیفہ اَبّ کے معنی نہیں جانتے تھے حدیث کو اس طرح کتر بیونت کے ساتھ نقل کیا ہے :

انس ابن مالک کہتے ہیں کہ ہم عمر کے پاس (موجود) تھے، انھوں نے کہا: ہمیں تکلف سے ڈرایا گیا ہے [1]۔ جی ہاں بخاری ہر اس حدیث میں کاٹ چھانٹ کرتے ہیں جس سے عمر کی تنقیص کی بو آتی ہے، ظاہر ہے کہ قاری بریدہ حدیث سے اشیا کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے۔ بخاری تو

---

[1] صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب "مایکرہ من کثرۃ السوال والتکلف مالا یغنیہ وقول اللہ تعالیٰ "لا تسالوا عن اشیاان تبدلکم تسوکم"

اس بات کی پردہ پوشی کرتے ہیں کہ عمر اَبّ کے معنی نہیں جانتے تھے لہٰذا کہتے ہیں کہ ہمیں تکلف سے ڈرایا گیا ہے۔

۳ ۔ ابن ماجہ نے سنن کی جلد ۲ ص ۲۲۷ اور حاکم نے مستدرک کی جلد ۲ ص ۵۹ اور ابو داؤد نے اپنی سنن کی جلد ۲ ص ۴۰۲ اور بیہقی نے اپنی سنن کی جلد ۶ ص ۲۶۴ اور ابن حجر نے فتح الباری میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

> ایک پاگل عورت جو زنا کی مرتکب ہوئی تو عمر کے پاس لائی گئی عمر نے اس سلسلہ میں لوگوں سے مشورہ کیا اور اس کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا، جب حضرت علی علیہ السلام نے اس عورت کو (اس حالت میں) دیکھا تو پوچھا اس کا کیا قصور ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ فلاں خاندان کی پاگل عورت زنا کی مرتکب ہوئی ہے اور عمر نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے، آپ نے فرمایا: اسے واپس لے جاؤ جب لوگ واپس لے گئے تو حضرت علیؑ نے عمر سے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ مجنون سے عقل آنے تک اور سونے والے سے بیدار ہونے تک اور بچے سے بالغ ہونے تک قلم تکلیف اٹھا لیا گیا ہے۔

یہ بات سن کر عمر نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور اور کہا اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ [۱]

---

[۱] تذکرۃ الخواص، ابن جوزی ص ۵۷

لیکن بخاری نے اس روایت میں بھی عمر کی گرفت محسوس کی اور تراش خراش سے کام لیا، تو لوگوں کو یہ بات کیسے معلوم ہو کہ عمر ان حدود سے ناواقف تھے جو کتاب خدا میں مرقوم ہیں اور جنھیں رسولؐ نے بیان فرمایا ہے؟ جس شخص کی یہ حالت ہو وہ منصب خلافت پر کیونکر متمکن ہو سکتا ہے، اور بخاری بھی اس روایت کو کیسے ذکر کر سکتے ہیں جبکہ اس میں علیؑ ابن ابیطالب کی فضیلت ہے، علیؑ انھیں ہر اس چیز کی تعلیم دینے کی کوشش کرتے تھے جو وہ نہیں جانتے تھے اور عمر نے خود اس بات کا اس طرح اعتراف کیا ہے کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا، اب ہمیں بخاری کو دیکھنا چاہیئے کہ اس نے اس روایت میں کس طرح تحریف و تدلیس کی ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب "المحاربین من اھل الکفر والردہ" کے باب "لا یرجم المجنونۃ" میں (بخاری کی سند کا تذکرہ کئے بغیر) کہتے ہیں کہ:

> علیؑ نے عمر سے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ مجنونہ سے افاقہ ہونے تک اور بچہ سے باتمیز ہونے تک اور سونے والے سے بیدار ہونے تک کے لئے قلم تکلیف اٹھالیا گیا ہے۔

جی ہاں! احادیث و روایات میں بخاری کی کاٹ چھانٹ کا یہ زندہ مثال ہے۔ وہ ہر اس حدیث میں کتر بیونت سے کام لیتے ہیں جس سے عمر کی رسوائی ہوتی ہے۔

اسی طرح اس حدیث میں قطع و برید سے کام لیتے ہیں جس میں حضرت علیؑ کی فضیلت یا منقبت ہوتی ہے ان کے اندر ایسی

حدیث کامل طور پر نقل کرنے کی طاقت ہی نہیں ہے ۔

۴ ۔ مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الحدود کے باب "حد شارب الخمر" میں انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ : نبیؐ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی لی تھی، پس آپؐ نے دو مرتبہ چالیس کوڑے لگوائے، انس کہتے ہیں کہ : ابو بکر نے بھی ایسے ہی کیا، لیکن جب عمر کا زمانہ (خلافت) آیا تو انھوں نے لوگوں سے مشورہ کیا تو عبد الرحمٰن ابن عوف نے کہا کہ : اسّی کوڑوں والی حدود میں کچھ کمی کی جائے اس کو عمر نے منظور کر لیا ۔

بخاری اپنی عادت کے مطابق اس بات کا اظہار نہیں کرنا چاہتے ہیں کہ عمر حدود خدا سے ناواقف تھے اور انھیں اس حد کے بارے میں لوگوں سے مشورہ کرنے کا کیا حق پہونچتا ہے جس پر رسولؐ عمل کر چکے ہوں اور ان کے بعد ابو بکر نے عمل کیا ہو ۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الحدود کے باب "ماجاء فی ضرب شارب الخمر" میں انس ابن مالک سے نقل کیا ہے کہ نبیؐ شراب پینے والے کو بھال چڑھی ہوئی چھڑی سے پٹواتے اور ابو بکر نے چالیس کوڑا لگواتے تھے ۔

۵ ۔ جن محدثین و مورخین نے مرض و وفات نبیؐ کو قلم بند کیا ہے اور جنھوں نے یہ تحریر کیا ہے کہ نبیؐ نے ان سے کس طرح قلم و دوات طلب کیا تاکہ وہ ان کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوں، اور اس دن نام "رزیۃ الخمیس" پڑ گیا اور عمر ابن خطاب نے اس میں کس طرح روڑا اٹکایا اور کہا کہ رسولؐ (معاذ اللہ) ہذیان بک رہے ہیں ۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الجہاد کے باب "ھل یستشفع الی اھل الذمۃ ومعاملتھم" میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الوصیت کے باب "ترك الوصیۃ لمن لیس لہ شی یوصی بہ" میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا : ہائے روز جمعرات، وہ روز جمعرات کیا ہے پھر اتنا روئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی، اس کے بعد فرمایا جمعرات کے دن رسولؐ کے درد میں شدت ہوئی تو آپؐ نے فرمایا : مجھے کاغذ دو تاکہ میں تمھارے لیے ایک نوشتہ لکھ دوں کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے، پس لوگ (اس سلسلہ میں) جھگڑنے لگے، جبکہ نبیؐ کے سامنے جھگڑنا مناسب نہیں تھا۔ اور کہا ہذیان بک رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا : مجھے چھوڑ دیں اپنی جگہ صحیح ہوں، وہ چیز صحیح نہیں ہے جس کی طرف تم مجھے دعوت دے رہے ہو آپؐ نے وفات کے وقت تین وصیتیں فرمائیں : جزیرۃ العرب سے مشرکوں کو نکالنا جس طرح میں وفود کے ساتھ برتاؤ کرتا ہوں اسی طرح نیک برتاؤ کرنا تیسری وصیت کو میں بھول گیا ہوں۔

جی ہاں یہ جمعرات کے دن کی وہ مصیبت ہے جس میں عمر نے سیاسی کھیل کھیلا اور رسولؐ کے آڑے آکر نوشتہ نہ لکھنے دیا، نبیؐ کی شان میں ایسا فحش جملہ استعمال کیا جو سراسر قرآن کے مخالف ہے، وہ جملہ یہ تھا کہ نبیؐ ہذیان بک رہے ہیں، یہاں بخاری و مسلم نے وہ صحیح عبارت نقل کی ہے جو عمر کے اقوال ہیں اور ان کے کلمات ہیں اس لیے کوئی ردو بدل نہیں کی ہے کیونکہ اس میں عمر کا نام نہیں تھا اور اس قول شنیع کی نسبت نامعلوم شخص کی طرف دی ہے۔

لیکن جہاں بھی روایت میں اس حیثیت سے عمر کا نام آتا ہے

کہ انھوں نے یہ جملے استعمال کئے ہیں تو بخاری و مسلم کے لئے اس روایت کو ایسے ہی چھوڑ دینا بہت شاق گذرتا ہے کیونکہ اس میں خلیفہ کی فضیحت ہے جو ان کی حقیقت کو آشکار کرتی ہے۔ اور یہ چیز اس بات سے پردہ ہٹاتی ہے کہ انھوں نے رسولؐ کے سامنے کتنی جسارتیں کی ہیں جو شخص آپ کی طول حیات میں بیشتر مواقع پر آپ کے سامنے آیا ہے اس کے بارے میں بخاری و مسلم وغیرہ اس بات کو جانتے تھے کہ مسلمانوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے لئے یہی ایک جملہ کافی ہے، اس سے خلیفہ کے معتقد اہلسنت ان کے مخالف ہو جائیں گے، اس لئے بخاری و مسلم وغیرہ نے تدلیس پر تکیہ کیا، اس قسم کے واقعات میں ان کی یہ کوشش معروف ہے، انھوں نے کلمۂ ہذیان کو درد کی شدت سے بدل دیا ہے۔ اور اس نازیبا عبارت کو چاٹ گئے ہیں۔ اب ہم آپ کے سامنے خود اس مصیبت کے بارے میں بخاری و مسلم کی روایات پیش کرتے ہیں:

> ابن عباس کہتے ہیں کہ: جس وقت رسولؐ پر احتضار کی کیفیت طاری ہوئی تھی اس وقت گھر میں بہت سے لوگ جمع تھے ان میں عمر ابن خطاب بھی تھے، نبیؐ نے فرمایا: لاؤ تمہارے واسطے ایک نوشتہ لکھ دوں کہ جس سے تم کبھی گمراہ نہ ہوگے، عمر نے کہا: نبیؐ پر درد کی شدت ہے اور تمہارے پاس کتاب خدا ہے، ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے، اس سے لوگوں میں اختلاف پھیل گیا، بعض کہتے تھے، نبیؐ کو قلم دوات دے دو تاکہ تمہارے لئے نوشتہ لکھ دیں کہ جس سے تم گمراہ نہ ہو اور بعض عمر کے

قول کو دہراتے تھے۔ جب نبیؐ کے پاس شور و ہنگامہ زیادہ
ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جاؤ (عبداللہ
ابن مسعود کہتے ہیں کہ) ابن عباس کہہ رہے تھے کہ بیشک
رسولؐ کو نوشتہ لکھنے سے روک دینا اور شور و غل مچانا،
سب سے بڑی مصیبت ہے۔ ؎

چونکہ مسلم نے اپنے استاد بخاری سے روایات لی ہیں اس لئے ہم بخاری کو اپنا مخاطب قرار دیتے ہیں، اگرچہ آپ (بخاری) نے عبارت میں کاٹ چھانٹ کر ڈالی ہے اور حقائق کی پردہ پوشی کی حتی المقدور کوشش کی ہے لیکن آپ کے سید و سردار عمر کے سلسلہ میں آپ پر حجت قائم کرنے کے لئے وہی کافی ہے جو آپ نے نقل کیا ہے۔ کیونکہ لفظ ھجر کے معنی ہذیان کے ہیں اور "قد غلب علیہ الوجع" بھی کبھی یہی معنی دیتا ہے۔ کیونکہ صاحب نظر اس بات کو جانتا ہے، یہاں تک کہ آج بھی لوگ کہتے ہیں کہ وہ معذور ہے کیونکہ اس پر حمیت طاری ہو گئی ہے اور اول فول بکنے لگا ہے۔

خصوصاً ہم اس پر عمر کے کلام "تمہارے پاس کتاب خدا ہے وہی کافی ہے" کا اضافہ کرتے ہیں، عمر کے اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ رسولؐ کا کام تمام ہو گیا اور ان کا وجود کالعدم ہے۔

میں ہر باضمیر عالم سے ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں کہ اگر وہ فقط اس واقعہ پر غور کرے اور اس کے عواقب و تہہ میں نہ جائے تو بھی وہ

؎ صحیح بخاری کتاب المرض قول "المریض قوموا عنی" جلد ۷، ص ۹ مسلم
کتاب الوصیۃ باب ترک الوصیۃ جلد ۵ ص ۷۶

خلیفہ سے بدظن ہو جائے گی کیونکہ اسی خلیفہ نے امت کو ہدایت سے محروم کیا اور ضلالت میں ڈھکیل دیا۔

ہم حق بات کہنے سے اس وقت تک نہیں ڈریں گے جب تک اس سے رسولؐ اور ان کے بعد قرآن و اسلامی مفاہیم کا دفاع ہوتا رہے گا۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿فلا تخشَوُا النّاسَ واخشَونِ، ولا تشتروا بآياتي ثمناً قليلاً، ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هُمُ الكافرون﴾ سورۂ مائدہ، آیت ۴۴

لوگوں سے نہ ڈرو! مجھ (خدا) سے ڈرو! معمولی پونجی کے عوض میری نشانیوں کو نہ بیچو اور خدا کے نازل کردہ دستور کے مطابق حکم نہیں کرتے ہیں وہی لوگ کافر ہیں۔

نہیں معلوم بعض علماء اس علم و ارتقاء کے زمانہ میں بھی حقائق پر پردہ ڈالنے کی کیوں کوشش کرتے ہیں اور اس کیلئے خواہ مخواہ کی تاویلیں کیوں تراشتے ہیں، نہ ان (تاویلوں) میں کوئی دم ہوتا ہے اور نہ ہی وہ مطمئن کرتی ہیں۔

آپ کے سامنے ایک عالم محمد فواد عبد الباقی کی اختراع پیش کرتا ہوں انھوں نے "اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان" کی شرح میں جہاں رزیۂ یوم الخمیس کا تذکرہ کیا ہے وہاں رسولؐ کے دوات وقلم طلب کرنے والے واقعہ کی شرح[1] کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ:

---

[1] اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان جلد ۲ ص ۱۶۶

رسولؐ نے قلم و دوات طلب کیا تھا رسولؐ نے جو کتاب طلب کی تھی اس سے آپؐ کی مراد وہ چیز تھی جس پر لکھا جاتا ہے مثلاً کاغذ اور چھال تھی اور کتاب سے آپ کی مراد ظاہراً ابوبکر کی خلافت پر نص کرنا تھا لیکن جب لوگ جھگڑنے لگے اور آپ کے مرض میں بھی شدت ہوگئی تو آپؐ نے اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے کہ ابوبکر کو تو میں نماز میں قائم مقام بنا چکا ہوں اب اس کی تجدید کی کوئی ضرورت نہیں ہے (پھر لفظ ہجر یعنی ہذیان کی شرح کرتے ہیں) کہتے ہیں: ہجر (ہذیان) کے بارے میں ابن بطال کا خیال ہے کہ ہجر (ہذیان) کے معنی اختلاط کے ہیں اور ابن التین کا نظریہ ہے کہ اس کے معنی ھَذَی کے ہیں لیکن یہ آپ کی شان کے خلاف ہے، ایک احتمال یہ بھی ہے کہ رسولؐ تمہیں چھوڑے جا رہے ہیں یہاں ہجر وصل کی ضد ہے کیونکہ ان پر الٰہی واردات وارد ہو چکی تھیں۔ اسی لئے آپؐ نے رفیق اعلیٰ سے فرمایا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ جملہ استفہامیہ تھا ہمزہ حذف ہو گیا، یعنی کیا مرض کی وجہ سے ان کا کلام بدل گیا اور مخلوط ہو گیا ہے، اس سلسلہ میں یہ بہترین قول ہے، اس کو خبر نہیں قرار دیا جا سکتا ہے ورنہ اس کے معنی فحش یا ہذیان ہوں گے جبکہ اس جملہ کے قائل عمر ہیں اور ان کے بارے میں یہ خیال بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔

جناب عالم جلیل ہم آپ کی اس بات کو رد کرتے ہیں ظن (گمان)

حق کے سلسلہ میں ذرہ برابر فائدہ نہیں پہونچاتا ہے۔ ہمارے لئے آپ کا یہی اعتراف کافی ہے کہ اس فحش کے قائل عمر ہیں، اور آپ کی قیاس آرائی کہ رسولؐ ابوبکر کی خلافت کے بارے میں لکھنا چاہتے تھے اور اس سلسلہ میں عمر کو اعتراض تھا؟ جبکہ عمر ہی نے ابوبکر کی خلافت مستحکم کی ہے۔ انھوں نے ہی لوگوں سے قہر وغضب کے ساتھ بیعت کرائی، یہاں تک کہ فاطمہؑ کے گھر کو جلانے کی دھمکی دی۔ اے عالم جلیل کیا آپ کے علاوہ بھی کوئی اس کا دعویدار ہے؟

قدیم وجدید علماء کے نزدیک یہ بات مشہور ہے کہ حضرت علیؑ رسولؐ کی خلافت کے لائق تھے اگرچہ انھوں نے اس بارے میں نص کا اعتراف نہیں ہے۔ آپ کے لئے بخاری کا یہی قول کافی ہے کہ: لوگوں نے عائشہ کے سامنے کہا کہ علیؑ (رسولؐ کے) وصی ہیں، عائشہ نے کہا ان سے کب وصیت کی تھی جبکہ رسولؐ میرے سینہ پر سر رکھے ہوئے تھے، انھوں نے ہاتھ دھونے کا برتن مانگا لیکن میری گود میں ان کا سر تھا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے محسوس ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے تو کس وقت علیؑ سے وصیت کی؟

بخاری نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کیونکہ اس میں عائشہ نے وصیت کا انکار کیا ہے اور یہ چیز ہی بخاری کے لئے باعث سکون ہے لیکن ہمارا نظریہ تو یہ ہے کہ جن لوگوں نے عائشہ کے سامنے یہ کہا تھا کہ رسولؐ نے علیؑ کو وصیت کی ہے، وہ سچے تھے کیونکہ عائشہ نے بھی ان کی تکذیب و تردید نہیں کی اور نہ ہی وصیت کی نفی کی ہاں انھوں نے انکار کی صورت میں یہ پوچھا کہ انھوں نے علیؑ کو کب وصیت کی؟ اس سلسلہ میں عائشہ کے لئے ہمارا جواب یہ ہے کہ رسولؐ نے انھیں بزرگ صحابہ کے سامنے اور تمھاری عدم موجودگی میں وصیت کی تھی۔ اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ ان صحابہ نے عائشہ کو

یہ بتایا تھا کہ آپؐ نے علیؑ کو کب وصیت کی تھی۔ لیکن مسلط حکام نے انھیں ایسے واقعات نقل کرنے سے منع کر رکھا تھا جیسا کہ تیسری وصیت کے لئے ممانعت تھی جس کو انھوں نے بھلا دیا، سیاست حقیقت کو چھپانے میں تھی خود عمر نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ انھوں نے رسولؐ کو نوشتہ لکھنے سے منع کیا کیونکہ عمر جانتے تھے کہ نوشتہ علیؑ کی خلافت سے مختص ہے ــــ

ابن ابی الحدید نے عمر ابن خطاب اور عبداللہ ابن عباس کے درمیان میں ہونے والی اس گفتگو کو درج کیا ہے۔ عمر ابن عباس سے سوال کرتے ہیں کہ کیا اب بھی علیؑ کے دل میں خلافت کی تمنا ہے؟ ابن عباس نے کہا ہاں! عمر نے کہا: رسولؐ نے مرض الموت میں ان (علیؑ) کے نام کی تصریح کرنا چاہی تھی لیکن میں نے اسلام پر ترس کھا کر انھیں اس سے منع کر دیا۔ [1]

مولانا صاحب اب حقیقت سے کیوں فرار کر رہے ہیں۔

اظہار حق سے پہلو تہی کیسی، تاریکی کا زمانہ بنی امیہ اور بنی عباس کے ساتھ گیا۔ آپ اس تاریکی کو پردہ ڈال کر اور بڑھا رہے ہیں، آپ دوسروں کو حقیقت کے ادراک اور اس تک رسائی سے منع کر رہے ہیں، جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اگر اس کی بنیاد حسن نیت پر ہے تو آپ کے لئے خدا سے میری دعا ہے کہ وہ تمھاری ہدایت کرے اور آپ کی بصیرت کو کھول دے۔

۶ ـ بخاری نے اکثر نبیؐ کی ان احادیث میں تبدیلی و تدلیس کی ہے جن میں ابوبکر و عمر کی توہین و تنقیص محسوس کی ہے لیجئے بخاری کو تاریخ کا ایک

---

[1] شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید جلد ۱۲ ص ۲۱ پر ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ اس واقعہ کو صاحب تاریخ بغداد نے لکھا ہے۔

مشہور واقعہ جس میں رسولؐ نے ایک حدیث بیان کی تھی پسند نہیں آیا اور اسے پوری طرح نقل نہیں کیا کیونکہ اس سے علیؑ کی ابوبکر پر فضیلت ثابت ہو رہی تھی۔

اہلسنت کے علماء نے اپنی صحاح و مسانید میں، مثلاً ترمذی نے اپنی صحیح میں حاکم نے مستدرک میں، احمد ابن حنبل نے مسند میں، امام نسائی نے خصائص میں، طبری نے تفسیر میں، جلال الدین سیوطی نے اپنی درمنثور میں، ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں اور زمخشری نے کشاف میں روایت کی ہے کہ:

رسولؐ نے ابوبکر کو (مکہ) بھیجا اور وہاں ان کلمات (خدا و رسولؐ مشرکوں سے بری ہیں) کو پڑھنے کا حکم دیا، ان کے پیچھے پھر علیؑ کو روانہ کیا، اور انھیں ان کلمات کو پڑھنے کا حکم دیا، پس علیؑ نے ایام تشریق میں کھڑے ہو کر ان کلمات کو پڑھا کہ: مسلمانو! جن مشرکین سے تم نے عہد و پیمان کیا ہے اب ان سے خدا و رسولؐ کی طرف سے مکمل بیزاری کا اعلان ہے، پس چار مہینے تک کہیں بھی سیر کرو، یاد رکھو! کہ خدا سے بچ کر نہیں جا سکتے ہو اور خدا کافروں کو ذلیل کرنے والا ہے، اس سال کے بعد مشرکوں کو حج نہیں کرنے دیا جائے گا اور نہ ہی عریانی کی حالت میں کسی کو طواف کی اجازت دی جائے گی۔

ابوبکر لوٹ آئے اور عرض کی یا رسول اللہ کیا میرے بارے میں کوئی چیز نازل ہوئی ہے؟ فرمایا: نہیں لیکن میرے پاس جبرئیل آئے تھے اور انھوں نے یہ فرمایا تھا کہ اس پیغام کو تم یا وہی شخص پہونچا سکتا ہے جو تم سے ہے۔

بخاری نے اپنی عادت کے مطابق اس واقعہ کو بھی اسی انداز سے نقل کیا ہے چنانچہ اپنی صحیح کی کتاب تفسیر القرآن کے باب "قولہ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر" میں فرماتے ہیں کہ: مجھے حمید ابن عبدالرحمٰن نے خبر دی ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ اسی حج میں دیگر اعلان کرنے والوں کے ساتھ ابوبکر نے مجھے بھی بھیجا اور ہمیں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ عریانی کی حالت میں کسی کو طواف کرنے دیا جائیگا حمید ابن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ پھر رسولؐ نے علیؑ ابن ابیطالب کو وہ کلمات دے کر روانہ کیا۔ اور برأت کا اعلان کرنے کا حکم دیا، ابو ہریرہ کا کہنا ہے کہ روز نحر علیؑ نے منیٰ میں برأت کا اعلان کیا اور یہ کہا کہ اس سال کے بعد مشرکوں کو حج نہیں کرنے دیا جائے گا اور نہ ہی عریانی کی حالت میں خانۂ کعبہ کا طواف کرنے دیا جائے گا۔ لہ

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ اغراض اور مذہبی دشمنی کے تحت بخاری نے احادیث و واقعات میں کس طرح قطع و برید کی ہے، کیا اس میں جس طرح بخاری نے بیان کیا ہے اور جس انداز میں اہلسنت کے دوسرے علماء و محدثین نے قلمبند کیا ہے دونوں میں کوئی مشابہت و مماثلت ہے؟

اور یہ ہی نہیں بلکہ بخاری ابو بکر کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ انھوں (ابوبکر) نے ابو ہریرہ کو اعلان کرنے والوں کے ساتھ بھیجا کہ وہ منیٰ میں یہ اعلان کریں کہ اس سال کے بعد کسی مشرک کو حج نہیں کرنے دیا جائیگا اور نہ ہی عریانی کی حالت میں طواف کی اجازت دی جائے گی اس کے بعد

لہ۔ صحیح بخاری جلد ۵ صـ۲۰۲ کتاب: تفسیر القرآن سورۂ برأت

حمید ابن عبد الرحمٰن کے اس قول کی نوبت آتی ہے کہ رسولؐ نے علیؑ کو سورۂ برأۃ دے کر روانہ کیا اور اعلان برأۃ کا حکم دیا۔

پھر ابو ہریرہ کا قول آتا ہے کہ روز نحر یہ اعلان کرنے والوں میں کہ "اس سال کے بعد مشرکوں کو حج نہیں کرنے دیا جائے گا اور نہ ہی کسی کو عریاں حالت میں طواف کی اجازت دی جائے گی"، علیؑ بھی شامل ہو گئے۔

اس اسلوب سے بخاری علیؑ ابن ابیطالب کی فضیلت کو گھٹاتے ہیں کہ انھیں رسولؐ نے بعد میں سورۂ برأت کی تبلیغ کے لئے روانہ کیا۔ جبکہ رسولؐ نے علیؑ کو اس وقت روانہ کیا تھا جب جبرئیل خدا کا یہ حکم لیکر نازل ہوئے کہ اس مہم امر سے ابوبکر کو معزول کر دو۔ اس پیغام کو تو تم یا وہی شخص پہونچا سکتا ہے جو تم سے ہے۔ لیکن بخاری کے لئے یہ بات بہت ہی ناگوار تھی۔ ابوبکر وحیٔ خدا کے ذریعہ معزول اور علیؑ ابن ابیطالب کو ان پر مقدم کیا جائے ظاہر ہے اس بات پر بخاری کبھی خوش نہیں ہو سکتے تھے لہٰذا روایت میں تدلیس سے کام لیا۔

اور محقق اس تال میل علمی امانت میں خیانت سے کیسے خبردار نہ ہوگا خصوصاً جب وہ یہ پڑھے گا کہ ابو ہریرہ کہتے ہیں اسی حج میں ابوبکر نے مجھے ان اعلان کرنے والوں کے پاس بھیجا جنھیں روزِ قربانی بھیجا تھا۔ کیا ابوبکر عہد رسولؐ ہی میں امور تقسیم کرنے لگے تھے؟ اور یہ خود محکوم بن کر نہیں گئے تھے؟ حاکم کیسے بن گئے کہ جو صحابہ کے درمیان سے لوگوں کو اس کام کے لئے منتخب کرتے ہیں؟

ذرا بخاری کی حرکت کو ملاحظہ فرمائیے کہ کیسے ہر چیز کی اصل کو بدلتے ہیں کہ حضرت علیؑ جن کے سوا کوئی اسے انجام نہیں دے

سکتا تھا وہ تو نبیؐ کی طرف سے اس اہم امر کی انجام دہی کے لئے مبعوث ہوگئے ہیں وہ تو ابو ہریرہ ایسے دوسرے اعلان کرنے والوں میں شامل ہوگئے لیکن ابوبکر کی معزولیت اور روتے ہوئے ان کی واپسی کو بیان ہی نہیں کیا اور نہ رسولؐ کے اس قول کو نقل کیا ہے کہ "میرے پاس جبرئیل آئے تھے انھوں نے کہا ہے کہ اس پیغام کو آپ یا وہ شخص پہونچا سکتا ہے جو آپ سے ہے۔

کیوں کہ رسولؐ نے اس حدیث میں اپنے ابن عم اور وصی علیؑ ابن ابیطالب کو امت کا قائد بنایا ہے۔ اور پھر یہ بات تو واضح ہے کہ نبی کی حدیث جبرئیل کے پیغام کے مطابق ہوتی ہے کہ جس کے بعد تاویل کرنے والوں (بخاری جیسوں) کے لئے اس تاویل کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے کہ محمدؐ کی رائے بھی دوسرے لوگوں کی طرح ہے کیونکہ وہ بھی بشر ہیں ان سے بھی خطا سرزد ہوتی ہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں بخاری کے لئے بہتر یہ تھا کہ اس حدیث کو نظر انداز کریں اور اسے دوسری حدیثوں کی طرح چاٹ جائیں۔

پس آپ بخاری کو اپنی صحیح کی کتاب الصلح کے باب "کیف یکتب ھذا ما صالح فلان بن فلان" میں علیؑ ابن ابیطالب کے بارے میں رسولؐ کے قول "علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں" کو علیؑ وجعفر اور زید کے قضیہ میں درج کرتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں گے۔۔۔

جبکہ ابن ماجہ، ترمذی، نسائی اور امام احمد (صاحب کنز العمال وغیرہ) سب نے رسولؐ کے اس قول "علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں" کو حجۃ الوداع کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ لیکن بخاری نے مذکورہ باب میں درج کیا ہے۔

★

۷ ۔ اس پر ایک بات کا میں اور اضافہ کرتا ہوں اور وہ یہ کہ مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الایمان کے باب الدلیل میں تحریر کیا ہے کہ علیؑ اور انصار کی محبت ایمان اور علامت دین ہے اور ان کا بغض نفاق کی نشانی ہے۔

علیؑ سے نقل کیا ہے کہ: آپ نے فرمایا: قسم
اس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ہوا کو چلایا ۔
مجھ سے نبیؐ امی نے بتایا کہ مجھ سے وہی محبت رکھے گا جو
مومن ہوگا اور وہی بغض رکھے گا جو منافق ہوگا ۔

ترمذی نے اپنی صحیح میں اور نسائی نے اپنی سنن میں احمد ابن حنبل نے مسند میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور طبری نے ، ذخائر العقبیٰ میں، ابن حجر نے لسان المیزان میں اس حدیث کو نقل کیا ہے لیکن بخاری نے اس حدیث کو نقل نہیں کیا اگر چہ ان کے نزدیک یہ حدیث ثابت ہے جبکہ مسلم نے اسے نقل کیا ہے اور ان کے رواۃ سب ثقہ ہیں ۔ بخاری نے اس حدیث کے بارے میں پہلے یہ سوچا کہ اس حدیث سے تو اکثر صحابہ منافق ثابت ہوں گے اگر چہ وہ رسولؐ کے پاس بیٹھتے تھے لہٰذا اس کو نظر انداز کر دیا ۔

یہ اس کا قول ہے جو اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا بلکہ وحی کے مطابق کلام کرتا ہے ۔ خود یہ حدیث حضرت علیؑ کے لئے بہت بڑی فضیلت ہے کیونکہ انھیں کے ذریعہ حق کو باطل سے اور ایمان سے جدا کیا جاتا ہے حضرت علیؑ اس امت کے آیت اللہ العظمیٰ اور حجت الکبریٰ ہیں اور اس امت کے لئے وہ امتحان و آزمائش ہیں جس کے ذریعہ خدا امت محمدؐ کو آزماتا اور پرکھتا ہے ، باوجودیکہ نفاق کا تعلق باطنی اسرار سے ہے اسے وہی جانتا ہے

جو آنکھوں کی خیانت اور دلوں میں چھپے ہوئے رازوں سے واقف ہوتا ہے ظاہر ہے اسے علام الغیوب کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا ہے۔ پس خدا نے اس امت پر رحم و فضل کیا اور (آپ کو) اس امت کے لئے (مومن و منافق کی) علامت قرار دیا تاکہ جو ہلاک ہو وہ حجت کے بعد اور جو نجات پائے وہ بھی حجت کے بعد۔

میں اس سلسلہ میں بخاری کی ذہانت کی ایک مثال پیش کرتا ہوں، میرا ذاتی اعتقاد یہ ہے کہ شاید اسلاف ہی سے اہلسنت اسی خاصیت کے تحت بخاری کو دوسرے محدثین پر فضیلت دیتے ہیں بخاری کی ساری کوشش اس بات میں صرف ہوئی ہے کہ کوئی ایسی حدیث نقل نہ ہونے پائے جو ان کے مذہب کے مخالف ہو۔

چنانچہ وہ اپنی صحیح کی کتاب الہبہ وفضلہا والتحریض علیہا کے باب "ہبۃ الرجل لامرأتہ والمرأۃ لزوجہا"، میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

عبداللہ ابن عبداللہ نے مجھے خبر دی کہ عائشہ نے کہا:

جب نبیؐ کی طبیعت ناساز ہوتی اور درد میں شدت ہوئی تو آپؐ نے ازواج سے اجازت طلب کی اور کہا کہ میری تیمارداری میرے (عائشہ کے) گھر پر ہو انھوں نے اجازت دے دی تو آپؐ دو اشخاص کے سہارے وہاں سے نکلے، آپؐ کے قدم زمین پر خط دیتے جاتے تھے۔ ان دو اشخاص میں سے ایک عباس تھے ایک کوئی اور شخص تھا، پس عبداللہ نے کہا کہ میں نے ابن عباس سے عائشہ کی اس بات کا تذکرہ کیا انھوں نے بتایا: کیا

تم جانتے ہو یہ دوسرا شخص کون تھا جس کا نام عائشہ نے
نہیں لیا؟ میں نے کہا: آپ ہی بتائیے۔ انھوں نے کہا وہ علیؑ
ابن ابیطالب تھے۔

اس واقعہ کو ابن سعد نے صحیح سند سے اپنی طبقات میں تفصیل سے لکھا ہے [۱] اسی طرح سیرۃ حلبیہ اور اصحاب سنن نے بھی اس کو تحریر کیا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ ایک منٹ بھی علیؑ کی خیریت نہیں چاہتی تھیں۔

لیکن بخاری نے اس واقعہ سے اس جملہ کو اڑا دیا جس سے عائشہ کا علیؑ سے بغض ظاہر ہوتا ہے اور یہ کہ وہ (عائشہ) علیؑ کا نام لینا بھی گوارا نہیں کرتی تھیں پھر بھی جو کچھ انھوں نے لکھا ہے وہ بھی صاحبانِ عقل و خرد کے لئے کافی ہے، کسی بھی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے محقق پر یہ بات مخفی نہیں رہے گی کہ ام المومنین عائشہ اپنے مولا علیؑ ابن ابیطالب سے بغض رکھتی تھیں۔ [۲] بغض کی انتہا یہ تھی کہ جب ان کو حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کی خبر ملی تو اس وقت سجدۂ شکر کیا۔ بہر حال خدا ام المومنین پر رحم کرے اور ان کے شوہر کی عظمت کے تحت

---

[۱] طبقات، جلد ۲ ص ۲۹

[۲] ابن حجر نے صواعق محرقہ کے ص ۱۰۷ پر تحریر کیا ہے کہ دو دیہاتی عمر کے پاس اپنا جھگڑا لے کر آئے عمر نے حضرت علیؑ سے فیصلہ کرنے کی گذارش کی، ان میں سے ایک نے کہا: یہ ہمارے درمیان فیصلہ کریں گے؟ پس عمر نے جھپٹ کر اس کا گریبان پکڑا اور کہا خدا تجھے غارت کرے تجھے معلوم ہے یہ کون ہیں؟ یہ تمہارے اور تمام مومنوں کے مولا ہیں اور جس کے یہ مولا ←

انھیں بخش دے، ہم خدا کی اس رحمت کو محدود نہیں کرتے ہیں جو ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ اگر وہ جنگ و فتنے نہ ہوتے جو ہماری پراگندگی اور ہماری جمعیت کی تفریق اور ہماری ہوا اکھڑ جانے کا سبب بنی یہاں تک کہ آج ہم مستکبرین کا لقمہ اور ظالم استعمار کا نشانہ بن گئے ہیں۔

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

جن روایات سے اہلبیتؑ کی تنقیص ہوتی ہے وہ بخاری کو بہت محبوب ہیں

بہت ہی افسوس کی بات ہے کہ بخاری نے وہ راستہ اختیار کیا کہ جس کا تعلق خلفاء کے مسلک سے تھا اور جسے حکومتوں نے مضبوط و مستحکم کیا تھا۔ یا اس مکتب نے بخاری اور ان جیسے افراد کو چنا اور انھیں اپنے بادشاہ کی بادشاہت کی پائداری اور ان کے مذاہب کی ترویج کے لئے خزانہ دستون بنایا اور ان کے اجتہادات کو جیسے چاہا گھمایا۔ کیونکہ یہ مشغلہ اموی و عباسی حکومت میں بہترین تجارت اور نفع بخش مال تھا۔ ان علماء کے لئے جو خلیفہ کی تائید کے حصول میں مقابلہ بازی کیا کرتے تھے جس طریقے سے بھی ہو سکے خواہ حدیث گڑھ کے یا تدلیس کر کے۔ یہی زمانہ کی سیاست تھی، ہر ایک ان کی نظروں میں معظم اور اس سے دولت حاصل کرنے کی کوشش میں رہتا تھا۔ انھوں نے اپنی آخرت

سے نہیں ہیں وہ مومن نہیں ہے

کو دنیا کے عوض میں فروخت تو کر دیا لیکن ان کی (اس) تجارت نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا اور وہ قیامت کے دن پشیمان اور نقصان اٹھانے والوں میں ہو گئے

عوام، عوام ہے، زمانہ، زمانہ ہے آج بھی آپ اسی انداز اور اسی سیاست کو ملاحظہ کرتے ہیں کتنے بڑے بڑے عالم اپنے گھروں میں مقید ہیں جنھیں لوگ جانتے نہیں ہیں، اور کتنے جاہل خطیب، امام جماعت اور مسلمانوں کے شہروں کے حاکم بنے ہوئے ہیں، اس کا سبب حکومت کی قربت اور تائید ہے ورنہ آپ مجھے اپنے رب کی قسم کھا کے بتائیے کہ اہلبیتؑ نبیؐ کہ جن سے خدا نے رجس کو دور رکھا اور ایسا پاک رکھا جو حق ہے، سے بخاری کی عداوت و علیحدگی کی کیا تفسیر کی جا سکتی ہے؟ ائمۂ ھدیٰ سے بخاری کی دشمنی کی کیوں کر تاویل ہو سکتی ہے جبکہ بعض ائمہ خود بخاری کے زمانہ میں موجود تھے لیکن ان سے بخاری نے حدیث نہیں لی ہاں اگر کوئی حدیث لی تو وہ جو ان کی عظمت کو گھٹانے کے لئے گڑھ کر ان کی طرف منسوب کر دی گئی ہے اور ان کی عصمت کے منافی ہے جو قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ اس کی بعض مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

پھر بخاری نے ان نواصب و خوارج سے حدیثیں لی ہیں جنھوں نے اہلبیتؑ سے جنگ کی، انھیں قتل کیا، (جیسا کہ) آپ دیکھتے ہیں کہ وہ معاویہ، عمرو ابن عاص، ابو ہریرہ، مروان ابن حکم اور مقاتل ابن سلیمان کہ جسے دجال کہا جاتا ہے اور عمران ابن خطان ایسے دشمن علیؑ و عدو اہلبیتؑ سے روایت کی ہے۔ جو کہ خوارج کا شاعر اور خطیب ہے جس نے علیؑ کو قتل کرنے پر ابن ملجم کی مدح سرائی کی تھی۔

جیسا کہ بخاری نے خوارج و مرجۂ و مجسمہ اور بعض ایسے نامعلوم

لوگوں سے روایت کی ہے کہ جن کا زمانہ میں وجود ہی نہیں ہے ۔

اس طرح انھوں نے اپنی صحیح میں بعض مشہور راویوں کی طرف بعض ناہنجار قسم کے راویوں کے ذریعہ جھوٹ اور تدلیس کی نسبت دی ہے اس کی مثال وہ روایت ہے جسکو بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب النکاح کے باب "ما یحل من النساء و ما یحرم وقولہ تعالیٰ ﴿حرّمت علیکم أمّهاتکم. . .﴾ الخ میں تحریر کیا ہے ۔

دوسرے باب میں خداوند عالم کے اس قول ﴿وأحلّ لکم ما وراء ذلکم﴾ کے بارے میں (تحریر) فرماتے ہیں کہ عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ :

اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کی بہن سے زنا کرے

تو اس پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی ۔

اور یحییٰ کندی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے شعبی والبوجعفر سے نقل کیا ہے کہ :

اگر کوئی شخص کسی لڑکے سے بدفعلی کرتے تو

اس کی ماں سے نکاح حرام ہے ۔

بخاری کے شارح نے اس عبارت پر اس طرح حاشیہ لگایا ہے "بہتر یہ ہے کہ علما ایسی باتوں کو کتابوں سے صاف کرکے اپنی عظمت بڑھائیں ۔

اسی طرح بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب تفسیر القرآن کے باب "نسائکم حرث لکم" میں نافع سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: ابن عمر قرآن کی تلاوت کرتے وقت کسی سے کلام نہیں کرتے تھے، ایک روز تلاوت کے وقت میں ان کے پاس پہونچ گیا وہ سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے جب

تلاوت کر چکے تو کہا: جانتے ہو یہ (آیت) کس چیز کے بارے میں نازل ہوئی ہے میں نے کہا: نہیں، انھوں نے کہا: یہ فلاں فلاں چیز کے بارے میں نازل ہوئی ہے، پھر وہ چلے گئے۔

اور نافع نے ابن عمر سے روایت کی ہے "قالوا حرثکم انی شئتم" انھوں نے کہا: یاتیہا فی... (یعنی فلاں جانب سے....) شارح نے اس پر حاشیہ لگاتے ہوئے کہا کہ: قولہ فی.... بحذف المجرور وھو الظرف ای فی الدبر" (ان کا یہ قول کہ فلاں جانب سے.... تو یہاں مجرور کو حذف کیا ہے اور وہ ہے دبر) ایک قول یہ ہے کہ مولف نے کراہت کی بنا پر اسے حذف کیا ہے اور اسی طرح شارح نے بھی۔ [۱]

ایک روز میں پیرس کی یونیورسٹی سربون میں اخلاقِ نبیؐ کے سلسلہ میں گفتگو کر رہا تھا کہ جن کے اخلاق کی شہادت قرآن نے دی ہے اور رسالت پر مبعوث ہونے سے قبل بھی رسولؐ کا اخلاق مشہور تھا اسی لیے آپؐ کو صادق و امین کہا جاتا تھا جلسہ کو تقریباً ایک گھنٹہ گذر گیا تھا جس میں میں نے یہ وضاحت کی تھی کہ نبیؐ جنگجو نہیں تھے اور نہ ہی اپنے مذہب کے استوار کرنے میں حقوق انسانی کو پامال کرتے تھے اور طاقت کے زور پر اپنا مذہب بھی نہیں منواتے تھے جیسا کہ بعض مستشرقین کا دعویٰ ہے

اس مناقشہ کے درمیان کہ جس میں چنے ہوئے اساتذہ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کے اسپیشلسٹ خصوصاً مستشرقین شریک تھے گویا میں ایک طرح سے ان لوگوں پر چوٹ کر رہا تھا جو شبہات پیدا کرتے ہیں لیکن ان کے درمیان ایک سن رسیدہ عرب عیسائی بھی تھا میرے خیال میں وہ لبنانی تھا۔ اس نے زیرکی اور خباثت

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۶ ص ۱۲۷

دونوں کی آمیزش سے اوپر اعتراض کیا قریب تھا کہ میری ساری محنت اکارت ہو جائے۔

اس ڈاکٹر نے فصیح عربی میں کہا تم نے جو بھی جلسہ میں کہا اس میں بہت زیادہ مبالغہ سے کام لیا ہے خصوصاً عصمتِ نبیؐ کے بارے میں کیونکہ اس سلسلہ میں خود مسلمان تمھارے موافق نہیں ہیں، خود محمدؐ تمھاری موافقت نہیں کرتے ہیں، انھوں نے متعدد بار کہا ہے کہ میں بشر ہوں جس سے خطا سرزد ہو سکتی ہے، نیز مسلمانوں نے ان کی متعدد خطاؤں کو قلمبند کیا ہے۔ ہم ان کے نام شمار نہیں کرا سکتے ہیں۔ مسلمانوں کی صحیح اور معتبر کتابیں اس کی گواہی دے رہی ہیں، اس کے بعد عیسائی نے کہا: جہاں تک جنگوں کا تعلق ہے اس سلسلہ میں حاضرین تاریخ کا مطالعہ فرمائیں بلکہ اس سلسلہ میں صرف کتابوں میں محمدؐ کی جنگوں کا مطالعہ کافی ہے پھر ان کے بعد انھیں جنگوں کا سلسلہ خلفائے راشدین نے بھی جاری رکھا۔ یہاں تک کہ وہ فرانس کے مغرب میں واقع شہر PoiTiER تک پہونچ گئے۔ اور ہر جنگ میں وہ اپنے نئے مذہب کو تلوار کے زور سے منواتے تھے

حاضرین اس کی باتوں کو قبول کر رہے تھے اور تالیاں بجا بجا کر اس کی تائید کر رہے تھے۔ ان کو مطمئن کرنے کی میں نے اپنے تئیں کافی کوشش کی یہ ڈاکٹر صاحب جو کچھ کہہ رہے ہیں غلط ہے اگرچہ مسلمانوں نے یہ اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ اس سے ایک استہزائیہ قہقہہ لگا جس سے ہال گونج اٹھا۔

ڈاکٹر نے پھر مداخلت کی اور کہا کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ غیر معتبر کتابوں سے بیان کیا ہے یہ باتیں صحیح بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔

میں نے کہا یہ کتابیں سنیوں کے نزدیک صحیح ہیں لیکن شیعوں کے نزدیک ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور میں شیعہ ہوں

اس نے کہا شیعوں کی رائے ہمارے لئے مہم نہیں ہے۔
ان کو اکثر مسلمان کافر کہتے ہیں سنی مسلمان ہیں اور ان کی تعداد شیعوں کے دس برابر ہے ان کے نزدیک شیعوں کی باتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ مزید کہا: جب تم مسلمانوں میں آپس میں تفاہم ہو جائے اور اپنے نبیؐ کی عصمت کے سلسلہ میں تم اپنے نفسوں کو مطمئن کر لوگے اس وقت ممکن ہے کہ تم ہمیں مطمئن کر سکو (یہ بات اس نے مسکرا کر اہانت کے انداز میں کہی)

پھر از سر نو میری طرف متوجہ ہوا اور کہا، لیکن جہاں تک (ان کے) اخلاق حمیدہ کی بات ہے تو میں آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ حاضرین کو یہ سمجھا دیں کہ محمدؐ نے چون سال کی عمر میں شش سالہ عائشہ سے کیسے شادی کی؟

ایک بار پھر قہقہوں سے ہال گونجنے لگا اور لوگ گردن اٹھا کر میرے جواب کا انتظار کرنے لگے انھیں یہ بات باور کرانے کے لئے میں نے اپنی سی کوشش کی کہ عرب میں شادی دو مرحلوں میں ہوتی ہے، پہلا مرحلہ عقد و نکاح ہے اور دوسرا مرحلہ دخول سے متعلق ہے اور نبیؐ نے عائشہ سے چھ سال کی عمر میں نکاح کیا تھا لیکن اس وقت دخول نہیں کیا تھا بلکہ نو سال کی عمر میں دخول کیا تھا۔ میں نے کہا یہی بخاری نے لکھا ہے اگرچہ یہ بات میرے خلاف تھی۔ مجھے ذاتی طور پر اس روایت کے صحیح ہونے میں شک ہے کیونکہ لوگ اس زمانہ میں مہذب زندگی نہیں گذارتے تھے اور نہ ہی ولادت، وفات کی تاریخ لکھی جاتی تھی اور اگر روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی نو سال کی عمر میں عائشہ بالغ ہو چکی تھیں۔ آج ہم روس اور رومانیہ کی کتنی ہی لڑکیوں کو ٹیلیویژن پر جسمانی لحاظ سے کامل دیکھتے ہیں لیکن جب ان کی عمر بتائی جاتی ہے تو حیرت میں پڑ جاتے ہیں کسی کی بھی عمر گیارہ سال سے زیادہ نہیں ہوتی ہے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ نبیؐ نے عائشہ سے بالغ ہونے اور حیض دیکھنے کے بعد دخول کیا ہے کیونکہ اسلام اٹھارہ سال کو بلوغ کی حد قرار نہیں دیتا جیساکہ تمھارے فرانس میں مشہور ہے۔ بلکہ عورت کے بلوغ کی علامت اس کا حائض ہونا اور مرد کے بلوغ کی علامت منی کا خارج ہونا ہے۔ اور یہ بات آج ہمارے سامنے کہ دس سال کی عمر میں بھی بہت سے لڑکوں کی منی خارج ہوتی ہے۔ اسی طرح لڑکیاں بھی دس سال سے پہلے ہی حائض ہوجاتی ہیں

اس وقت ایک عورت کھڑی ہوئی اور اس نے میرے اوپر اعتراض کرتے ہوئے کہاکہ: اگر آپ کی بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے اور کبھی ایسا ہوتا بھی ہے اور علمی لحاظ سے صحیح ہے لیکن کمسن لڑکی سے اس بوڑھے کی شادی کو کیسے تسلیم کرلیں جس کی عمر اپنی انتہا کو پہونچ چکی ہو؟

میں نے کہا: محمد اللہ کے نبیؐ ہیں وہ جو کچھ کرتے ہیں وحی کے مطابق کرتے ہیں اور اس میں شک نہیں ہے کہ اللہ کے ہر فعل میں حکمت ہوتی ہے اگرچہ میں ذاتی طور پر اس حکمت سے ناواقف ہوں۔

عیسائی ڈاکٹر نے کہا: لیکن مسلمانوں نے اسے سنت نبیؐ بنالیا ہے۔ کتنی ہی کمسن لڑکیوں کی شادی ان کے باپ نے اپنے ہم عمر سے کردی ہے۔ اور افسوس کی بات ہے کہ آج تک یہ ریت چلی آرہی ہے

میں نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور کہا: اسی لئے تو میں نے سنی مذہب کو چھوڑ دیا اور مذہب شیعہ کو اختیار کر لیا ہے کیونکہ مسلک شیعہ عورت کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ اپنی پسند سے شادی کرے۔ ولی وسرپرست اس پر تحمیل نہیں کرسکتا ہے۔

اس نے کہا سنی، شیعہ کی بحث چھوڑیئے ہمیں عائشہ

سے محمدؐ کی شادی کو دیکھنا ہے۔ وہ حاضرین کی طرف متوجہ ہوا اور طنزیہ انداز میں کہا محمدؐ نبیؐ ہیں جن کی عمر چوّن سال ہو چکی ہے وہ اس کمسن لڑکی سے شادی کرتے ہیں جو ازدواجی زندگی کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی ہے۔ ہمیں بخاری بتاتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں گڑیا سے کھیلتی تھیں اس سے عائشہ کی طفولیت سمجھ میں آتی ہے یہی وہ اخلاق عالیہ ہے جس سے نبیؐ ممتاز ہوتا ہے؟

میں نے از سرِ نو حاضرین کو پھر اس طرح مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ بخاری کی بات کو نبیؐ پر حجت نہیں قرار دیا جا سکتا۔ لیکن اب کچھ کہنا بے سود تھا یہ لبنانی عیسائی ڈاکٹر جیسے چاہتا تھا ان (اہلسنت) کے افکار سے کھیلتا تھا۔

اور میرے لئے اس کے علاوہ چارہ کار نہ تھا کہ گفتگو کو ختم کر دیتا۔ کیونکہ وہ مجھ پر بخاری سے حجت قائم کر رہا تھا جبکہ میں بخاری کی کسی بات کو تسلیم نہیں کرتا ہوں۔

میں وہاں سے ان مسلمانوں کی حالت پر افسوس کرتا ہوا نکلا کہ جنھوں نے دشمن اسلام و پیغمبرؐ کو وہ ہتھیار فراہم کئے جنھیں وہ اب ہمارے خلاف استعمال کر رہے ہیں ان ہتھیار دینے والوں میں سرفہرست بخاری ہے اس روز میں بہت ہی رنجیدہ گھر واپس آیا اور صحیح بخاری کے صفحات پلٹنا شروع کئے تو مجھے عائشہ کے فضائل میں سب کچھ مل گیا۔ اس وقت میں نے شکر خدا ادا کیا ورنہ میں رسولؐ کی شخصیت کے بارے میں شک میں پڑا رہتا اگرچہ ان چیزوں نے پہلے مجھے شک میں مبتلا کیا تھا۔ العیاذ باللہ۔

یہاں ان بعض روایات کا تذکرہ کر دینا ضروری ہے جو مباحثہ و مناقشہ کے درمیان ہوئی تھیں۔ تاکہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ تنقید کرنے والے ہم پر بہتان نہیں باندھتے ہیں انھوں نے ہماری صحاح میں خامیاں پائیں اور انھیں ہمارے خلاف استعمال کیا ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الخلق کے باب ۔ تزویج النبیؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عائشہ وقدومہ المدینہ وبنائہ بہا، میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:

جب نبیؐ نے مجھ سے شادی کی تو اس وقت میری عمر چھ سال تھی، پھر ہم مدینہ آئے اور حرث ابن خزرج کے گھر اترے پس وہاں میرے بالوں میں گرد بھر گئی ایک روز میرے پاس میری ماں ام رومان آئیں تو اس وقت میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی وہ غضب ناک ہوئیں میں ان کے پاس آئی لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ وہ مجھ سے کیوں ناراض ہیں مجھ سے کیا چاہتی ہیں، پس انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور دروازہ پر لاکھڑا کیا، میری سانس پھول گئی تھی۔ جب تھوڑا سکون ملا تو انھوں نے میرا چہرہ اور سر دھویا اور پھر مجھے گھر میں داخل کیا، میں نے دیکھا کہ وہاں انصار کی عورتیں جمع ہیں انھوں نے مجھے دعائیں دیں میری ماں نے مجھے ان کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے میری زلفیں سنواریں پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ (و آلہ) وسلم کے سپرد کر دیا۔ اس وقت میرا سن نو برس کا تھا۔

اس قسم کی روایات کی حاشیہ آرائی کا کام میں قارئین کے سپرد کرتا ہوں۔

جیسا کہ بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الادب کے باب، "الانبساط الی الناس" میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:

میں نبیؐ کے گھر گڑیوں سے کھیلتی تھی اور میری
سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں جب رسول اللہ
آتے تھے تو وہ سہیلیاں ہٹ جاتی تھیں تو آپ انھیں میرے
پاس بھیجتے تھے وہ میرے ساتھ کھیلنے لگتی تھیں۔

اگر آپ اس قسم کی روایات کا مطالعہ کریں گے تو کیا اس کے بعد بعض مستشرقین کی تنقید پر اعتراض کر سکیں گے ؟

اپنے پروردگار کی قسم کھا کے مجھے بتائیے! جب آپ رسول کے بارے میں عائشہ کا یہ قول پڑھیں گے کہ میں نے تو آپ کے رب کو آپ کی خواہش کے متعلق جلد باز پایا۔ ؎

(سچ بتائیے) اس عورت کے متعلق آپ کے دل میں کتنا احترام باقی رہے گا۔ جو نبیؐ کی پاکیزگی میں شک کرتی ہے۔ کیا اس سے آپ کے دل میں یہ بات نہیں آئے گی کہ ان کی بے وقوفی کی دلیل ہے ان کی عقل کامل نہیں تھی۔

کیا اس کے بعد ان دشمنان اسلام پر ملامت کی جا سکے گی جو اکثر اس بات کو ہوا دیتے ہیں کہ محمدؐ عورتوں کو بہت دوست رکھتے تھے اور شہوت پرست تھے پس جب وہ بخاری میں یہ دیکھتے ہیں کہ ان کا پروردگار ان کی خواہش (نفس) کے بارے میں سرعت سے کام لیتا ہے نیز بخاری میں یہ دیکھتے ہیں کہ محمدؐ ایک گھنٹے میں گیارہ عورتوں سے جماع کرتے تھے اور انھیں تیس کی طاقت دی گئی تھی۔

تو ان مسلمانوں پر ملامت کرنی چاہیئے کہ جنھوں نے اس

؎ صحیح بخاری جلد ۶ ص ۲۴ ، کتاب تفسیر القرآن قولہ تعالیٰ ﴿ترجي من نشاء منهن﴾ ←

قسم کی خرافات کو لکھا ہے اور ان کے صحیح ہونے کا اعتراف کیا ہے بلکہ انھیں قرآن کے مثل جانا ہے کہ جس میں شک کی گنجائش نہیں ہے لیکن وہ (اہلسنت) تمام چیزوں میں مجبور ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے عقیدہ میں بھی آزاد نہیں ہیں۔ کسی چیز میں ان کا اختیار نہیں ہے۔ یقیناً یہ کتابیں ان پر اولین حکام نے تحمیل (تھوپی) کی تھیں اب ہم ان روایات کو سپرد قلم کر رہے ہیں جنھیں بخاری نے اہلبیت کی منقصت کے لئے نقل کیا ہے۔

چنانچہ اپنی صحیح کی کتاب المغازی کے باب "شہود الملائکہ بدراً" [1] میں علیؑ ابن حسینؑ سے روایت کی ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ نے خبر دی ہے کہ علیؑ نے فرمایا:

بدر کے مال غنیمت میں سے مجھے ایک اونٹنی ملی تھی اور نبیؐ نے بھی مجھے خمس میں سے کچھ دیا تھا پس جس روز فاطمہؑ بنت نبیؐ سے میری نسبت ہوئی تو میں نے بنی قینقاع کے ایک اونٹوں کو سنوارنے والے کو تیار کیا کہ وہ میرے ساتھ آئے ذخیرہ میں چلے، میرا خیال تھا کہ اسے فروخت کر کے عروسی کا ولیمہ کر دوں گا۔ جب میں اپنی اونٹنی کا کجاوہ خورجیاں، رسیاں جمع کر لیں جبکہ میری اونٹنی انصار میں سے ایک شخص کے حجرہ کے سایہ میں بیٹھی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس کا کوہان کٹا ہوا ہے۔ اور پہلو چاک ہیں۔ جگر نکال لئے

سہ وتأوي إليك من تشاء ومن ابتغيت ممّن عزلتَ فلا جناح عليك﴾

[1] بخاری، جلد ۵ ص ۱۶

گئے ہیں یہ منظر دیکھ کر میں ہکا بکا رہ گیا، میں نے کہا یہ کام کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: حمزہ ابن عبدالمطلب نے اور وہ اس گھر میں ہیں انصار میں سے کچھ ان کے ساتھی بھی موجود ہیں ان کے پاس شراب کی بوتل ہے۔ پس حمزہ نے تلوار اٹھا کر ان کے کوہان کاٹ ڈالے، اور پہلو چاک کر کے ان کے جگر نکال لئے، حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

میں نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ کے پاس زید ابن حارث بھی بیٹھے تھے۔ میری حالت سے نبیؐ نے اس کا اندازہ لگا لیا۔ اور فرمایا: تمھارے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ حمزہ نے میری اونٹنیوں کے کوہان کاٹ لئے ہیں۔ ان کے پہلو چاک کر کے جگر نکال لئے ہیں اور وہ فلاں گھر میں شرابیوں کے درمیان بیٹھے ہیں، نبیؐ نے اپنی ردا طلب کی، دوش پر ڈالی اور روانہ ہوئے۔ میں نے اور زید نے بھی آپؐ کا اتباع کیا اس گھر پر پہونچے جس میں حمزہ تھے، داخل ہونے کی اجازت طلب کی، اجازت ملی تو نبیؐ نے حمزہ کی حرکت پر انھیں لعنت ملامت کی، شراب کے نشہ سے حمزہ کی آنکھیں سرخ تھیں۔ حمزہ نے نبیؐ کو دیکھا پھر نظر اٹھا کر آپؐ کے چہرہ کی طرف دیکھا اور کہا تم میرے والد کے غلام ہو۔ پس نبیؐ سمجھ گئے کہ یہ چڑھائے ہوئے ہے لہٰذا خاموش ہو گئے اور واپس پلٹ گئے ہم بھی ان کے ساتھ نکل آئے۔

قارئین اس جھوٹ سے لبریز روایت میں غور کریں جس میں سید الشہداؑ پر سب وشتم ہے۔ کیونکہ وہ (سید الشہداء) اہلبیتؑ کے لئے باعث افتخار ہیں۔ کتنی ہی مرتبہ اپنے اشعار میں حضرت علیؑ نے جناب حمزہ پر فخر کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: حمزہ شہیدوں کے سردار میرے چچا ہیں۔ اور بارہا رسولؐ نے ان پر فخر کیا ہے اور جب وہ قتل ہوئے تو رسولؐ نے ان پر گریہ کیا۔ اور سید الشہداء کے لقب سے نوازا۔

نبیؐ کے عم حمزہ وہ ہیں جن کے ذریعہ خدا نے اسلام کو اس وقت عزت بخشی تھی جب کمزور مسلمان مخفی طور پر خدا کی عبادت کرتے تھے۔ ان کا اپنے بھتیجے کی نصرت میں قریش کے مقابلہ میں ڈٹ جانے اور قریش سورماؤں کے سامنے اسلام کا اعلان کرنے والا واقعہ مشہور ہے۔

حمزہ وہ ہیں جنھوں نے ہجرت میں سبقت کی اور اپنے بھتیجے کے لئے ہجرت کے اسباب فراہم کئے۔

حمزہ اپنے بھتیجے علیؑ کے ساتھ بدر واحد کے سورماؤں میں تھے۔ خود بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب تفسیر القرآن کے باب قولہ "ھٰذانِ خصمان اختصموا فی ربھم"[1] میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن رحمٰن کے سامنے خصومت کے لئے میں بحث کروں گا قیس کا قول ہے یہ آیت انھیں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بدر میں مبارزہ کرنے والے علیؑ، حمزہ، عبیدہ اور شیبہ ابن ربیعہ، عتبہ ابن ربیعہ اور ولید ابن عتبہ تھے۔

---

[1] ۔ صحیح بخاری جلد ۵ ص ۲۴۲

بخاری کو ایسی ہی روایات نقل کرنے میں سکون ملتا ہے جو اہلبیتؑ کی باعث افتخار چیزوں میں رخنہ پیدا کرتی ہیں اور اس قسم کی حدیث گڑھنے والوں کا سلسلہ طویل ہے۔

بخاری کہتے ہیں کہ ہم سے عبدان نے بیان کیا، ہمیں عبداللہ نے خبر دی، ہمیں یونس نے خبر دی اور ہم سے احمد ابن صالح نے بیان کیا ہم سے عَنۡبَسَہ نے بیان کیا، ہم سے یونس نے زہری کے حوالہ سے بتایا کہ ہمیں علیؑ ابن حسینؑ نے خبر دی ہے [1] ان سات اشخاص سے بخاری نے روایت نقل کی ہے قبل اس کے کہ سَنَد کا سلسلہ سیدالساجدین تک پہونچے۔ کیا زین العابدینؑ کے شایان شان یہ بات تھی کہ وہ اس قسم کی جھوٹی باتوں کو بیان کریں۔ کہ سیدالشہداء شراب پیتے تھے۔ جب وہ اسلام لاچکے تھے اور ہجرت کر چکے تھے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب مسلمان تنگدستی میں مبتلا تھے۔ جیسا کہ روایت سے واضح ہے۔ کہ وہ اونٹنیاں علیؑ کی شادی کے ولیمہ کے لئے تھیں جو کہ دو ہجری میں انجام پذیر ہوئی تھی۔ اور نبیؐ نے علیؑ کو بدر کے مال غنیمت میں سے ان کا حصہ عطا کیا تھا۔ اور کیا سیدالشہداء حمزہ کے لئے یہ زیب دیتا ہے کہ وہ زناکار عورت سے گانا سنیں اور اس کے کہنے سے بے دھڑک اونٹنیوں کو کاٹ ڈالیں۔

کیا یہ بات سیدالشہداء (حمزہ) کے شایان شان ہے کہ بلا ذبیحہ کا گوشت کھائیں اور اس کے پہلو کو شگافتہ کر کے کلیجہ نکال لیں۔

کیا یہ بات رسولؐ کو زیب دیتی ہے کہ وہ بیہودہ اور شراب

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۶

پینے والوں کے مجمع میں پہونچیں اور حمزہ پر ناراض ہوں؟

کیا سید الشہداء کے لئے یہ مناسب تھا کہ وہ شراب سے اتنے مست ہوجائیں کہ آنکھوں کا رنگ سرخ ہو جائے ۔ اور وہ رسول پر اس طرح سب و شتم کریں کہ تم میرے والد کے غلام ہو؟

کیا رسول کے لئے یہ سزاوار تھا کہ وہ پچھلے پاوں میں لوٹ جائیں اور بغیر سرزنش کے چلے جائیں جبکہ مشہور یہ ہے کہ آپ کا غضب خدا کے لئے ہوتا تھا۔

مجھے یقین ہے کہ اگر یہ روایت حمزہ کے بجائے ابوبکر یا عمر یا عثمان یا معاویہ کے بارے میں نقل ہوئی ہوتی تو بخاری اسے قباحت کے پیش نظر نقل نہ کرتے اور اگر نقل کرتے تو کاٹ چھانٹ کر نقل کرتے اس کا کیا کیا جائے کہ بخاری ان افراد سے خوش نہیں ہیں جنھوں نے خلفاء کے مسلک کا انکار کر دیا تھا ۔ یہاں تک کہ وہ کربلا میں سب شہید کر دیئے گئے، سوائے علیؑ ابن الحسینؑ کے، کوئی نہ بچا لیکن دشمنوں نے ان کی زبان سے جھوٹی بات گڑھ کے نقل کر دیا ۔

بخاری نہ فقہ اہلبیتؑ سے متعلق اور نہ ہی ان کے علوم سے مربوط نہ ہی ان کے زہد و خصلت کے بارے میں کوئی حدیث نقل کرتے کہ جن سے اہلسنت کی کتابیں بھری پڑی ہیں ۔

آئیے بخاری سے دوسری روایت سنیں جس میں وہ اہلبیتؑ پر طعن کرتے ہیں ۔ جب بخاری سمیت رُوات نے علیؑ ابن ابیطالب میں کوئی خامی نہیں دیکھی اور نہ ان کی طول حیات میں کبھی جھوٹ کا شائبہ پایا ہے اور نہ کسی گناہ و خطا کا سراغ ملا ہے اور اگر ایسی کوئی بات انھیں مل جاتی تو اس کے

پروپیگنڈے میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے اس لئے ان پر اتہام لگانے کے لئے یہ روایت گڑھی کہ وہ نماز کو حقیر سمجھتے تھے (معاذاللہ)

بخاری اپنی صحیح کی کتاب الکسوف کے باب "تحریض النبیؐ علی صلاۃ اللیل وطرق النبیؐ فاطمہ وعلیا علیہما السلام لیلۃ الصلاۃ" لہ

حدّثنا أبو اليمان قال: أخبرنا شعيب عن الزهري قال: أخبرني علي بن حسينُ أن حسين بن علي أخبره أن علي بن أبي طالب أخبرهُ أن رسولَ الله صلّى الله عليه وسلّم

علیؑ ابن ابیطالب نے فرمایا کہ رسولؐ نے مجھے اور فاطمہؑ بنت نبیؐ کو رات میں جگایا اور فرمایا: تم نماز نہیں پڑھو گے؟

میں نے کہا: یا رسولؐ اللہ ہمارے نفس اللہ کے ہاتھ میں ہیں جب وہ چاہے گا کہ ہمیں برانگیختہ کرے تو ہم اٹھ کھڑے ہوں گے۔ جب ہم نے یہ بات کہی تو نبیؐ واپس چلے گئے اور مجھے کچھ نہیں کہا: پھر میں نے انھیں فرماتے ہوئے سنا "حالانکہ آپؐ زانو پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے" کہ انسان بہت سی چیزوں میں جدال کرتا ہے۔

بخاری خدا سے ڈرو یہ علیؑ وہ ہیں جن کے بارے میں مورخین ہمیں بتاتے ہیں کہ آپ نے جنگ صفین میں لیلۃ الحریر میں نماز شب ادا کی اور اس وقت فوجوں کے دونوں دستوں کے درمیان نیزے چمک رہے تھے

لہ بخاری جلد ۲ ص۴۳

اور چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ آپ نے مصلا بچھایا اور کوئی پروا نہ کی اور نہ ہی نماز توڑی۔

علیؑ ابن ابیطالب وہ ہیں جنھوں نے لوگوں کے لئے قضا و قدر کا مفہوم واضح کیا اور انسان کو اس کے افعال کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ لیکن بخاری تم اس روایت میں ان کو جبری (جبر کا قائل) قرار دے رہے ہو کہ جس کے ذریعہ وہ رسولؐ سے خواہ مخواہ بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں اگر وہ چاہے گا تو ہم اٹھ جائیں گے۔ یعنی اگر خدا چاہے گا کہ ہم نماز پڑھیں تو ضرور پڑھیں گے۔

علیؑ ابن ابیطالب وہ ہیں کہ جن کی محبت ایمان اور جن کا بغض نفاق ہے تم ان کو جھگڑالو قرار دے رہے ہو یہ تو سفید جھوٹ ہے اس سلسلہ میں کوئی بھی تمھاری موافقت نہیں کرے گا یہاں تک کہ امام کا قاتل ابن ملجم اور آپ کا سخت ترین دشمن جس نے منبروں سے آپ پر لعنت کا سلسلہ جاری کیا وہ معاویہ بھی اس بات کی تائید نہیں کرے گا یہ تو بہت ہی گری ہوئی بات ہے لیکن تم نے اس کے ذریعہ بہت کچھ کمایا ہے۔ تم نے اپنے زمانہ کے حکام کو جو اہلبیتؑ کے دشمن تھے، راضی کیا اور انھوں نے اس پست دنیا میں تمھاری عظمت کو بڑھایا لیکن امیر المومنینؑ کے سلسلہ میں جو تمھارا موقف ہے اس سے تم نے اپنے خدا کو ناراض کیا۔ امیر المومنین علیہ السلام وہ ہیں جو سفید پیشانی والوں کے سردار اور قسیم جنت و نار ہیں۔ یہی قیامت کے روز اعراف پر کھڑے ہوں گے اور ہر ایک کو اس کی پیشانی سے پہچان لیں گے۔[1]

---

[1] حسکانی حنفی نے شواہد التنزیل کی جلد ۱ ص ۱۹۸ پر خداوند عالم کے اس قول ــــــ

اور جہنم سے کہیں گے یہ تمہارا ہے اور یہ ہمارا۔ لہ

اے بخاری مجھے نہیں معلوم کہ قیامت کے دن تمہاری کتاب اسی شکل میں ہوگی کہ جس شکل میں اب ہے کہ جس کی جلد خوبصورت انداز میں بندھی ہوئی ہے ۔۔۔۔

ہاں بخاری کے لئے یہ بہت بڑی بات تھی کہ وہ اپنے سید وسردار عمر ابن خطاب کو پانی نہ ملنے کے سبب تارک الصلاۃ لکھ دیں اور عمر اپنے ہی مسلک پر اپنی خلافت تک برقرار رہے ۔ چنانچہ قرآن وسنت کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ میں تو نماز نہیں پڑھوں گا۔

پس اس نے حدیث گڑھنے والوں کو تلاش کیا اور انھوں نے اس کی فرمائش پر یہ حدیث گڑھ دی کہ علیؑ پر نماز شب پڑھنا دشوار تھا۔ اگر ہم اس حدیث کی صحت کو قبول بھی کرلیں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے اور نہ ہی علیؑ کے لئے کوئی گناہ ہے کیونکہ یہ نماز نافلہ ہے جس کے پڑھنے میں ثواب ہے اور نہ پڑھنے میں عذاب نہیں ہے۔ اس کو عمر کی واجب نماز

ـــــہ ﴿وعلى الأعراف رجال يعرفون كلاً بسيماهم﴾ کی تفسیر میں، اور حاکم نے علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن ہم جنت وجہنم کے درمیان کھڑے ہوں گے پس جس نے ہماری مدد کی ہوگی ہم اسے پیشانی سے پہچان لیں گے

لہ ابن حجر شافعی نے صواعق محرقہ کے ص۷۵ پر نبیؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اے علی تم قسیم جنت ونار ہو اور تم قیامت کے دن جہنم سے کہوگے کہ یہ میرا ہے اور وہ تمہارا ہے ابن حجر اضافہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابوبکر نے علیؑ سے کہا کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ وہ فرمارہے تھے کہ صراط سے گذرنا کسی کے لئے اس وقت تک ممکن نہیں جب تک علی نہ لکھ دیں۔

چھوڑ دینے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ بخاری ہی نے نقل کیوں نہ کی ہو۔

بخاری اہلسنت کے نزدیک صحیح ہے اور اہلسنت مسلک خلفاء کے تائید کرنے والے ہیں اور اس مسلک پر بنی امیہ اور بنی عباس کی سیاست کی بنیاد استوار ہے محقق اس حقیقت کو جانتا ہے۔ آج تو یہ کسی پر مخفی نہیں ہے اور اہلسنت ان حکام کی سیاست کا اتباع کرتے ہوئے کہ جنھوں نے انھیں اہلبیتؑ اور ان کے شیعوں کی دشمنی پر ابھارا اور لاشعوری طور پر اہلبیتؑ اور ان کے شیعوں کے دشمن بن گئے ہیں کیونکہ وہ ان کے دشمنوں سے دوستی اور ان کے دوستوں کو دشمن رکھتے ہیں۔ اسی لئے انھوں نے بخاری کی عظمت کو بڑھایا۔ ان کے پاس اہلبیتؑ کے آثار میں سے کچھ نہیں ملے گا اور نہ ہی بارہؑ اماموں کے اقوال ملیں گے۔ یہاں تک کہ باب مدینۃ العلم کہ جنکو نبیؐ سے وہی نسبت تھی جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ اور نبیؐ ان کے مربی تھے۔ جیسی کوئی چیز نہیں ملے گی۔

یہاں اہلسنت سے ایک سوال ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ کون سی چیز ہے جس کو بخاری نے تمام محدثین کے علاوہ ثابت کیا ہے تاکہ تمھارے نزدیک فضیلت پائیں؟؟

میرے خیال میں اس کا واحد جواب یہ ہے کہ بخاری وہ ہے کہ:

۱۔ جس نے صحابہ ابوبکر، عمر، عثمان معاویہ کی مخالفت میں منقول احادیث میں تدلیس کی اور یہ وہ راستہ ہے جس کی معاویہ اور دیگر حکام نے دعوت دی تھی۔

۲۔ اور ان احادیث کو صحیح ثابت کیا ہے جن سے رسولؐ کی

عصمت مخدوش ہوتی ہے اور جو رسولؐ کو ایک عام انسان بنا کر پیش کرتی ہیں کہ جس سے خطا سرزد ہوتی ہے۔ اور یہ چیز وہ ہے جو طول تاریخ میں حکام کی پسندیدہ رہی ہے۔

۳۔ خلفائے ثلاثہ کی فضیلت میں گڑھی ہوئی جھوٹی حدیثوں کو نقل کیا اور علیؑ ابن ابیطالب پر انھیں فضیلت دی یہ معاویہ کی دلی خواہش تھی وہ چاہتا تھا کہ علیؑ کا ذکر مٹ جائے۔

۴۔ ایسی احادیث کی روایت کی جن سے اہلبیت کی عظمت و شرافت پر حرف آتا ہے۔

۵۔ ایسی احادیث کو قلمبند کیا جو خلافت کے سلسلہ میں مذہب جبر و تجسیم اور قضا و قدر کی تائید کرتی ہیں اور اس کو اپنی حکومت برقرار رکھنے کے لئے بنی امیہ و بنی عباس نے رواج دیا۔

۶۔ ایسی جھوٹی احادیث کو لکھا جو خرافات اور قصے کہانیوں سے مشابہت رکھتی ہیں تاکہ امت کو ان میں مبتلا رکھا جائے یہ ایک جماعت کا پروپیگنڈہ ہے جو بخاری کے ہمعصر حکام کی خواہش تھی۔

قارئین محترم مثال کے طور پر آپ کے سامنے یہ روایت ہے:

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب بدء الخلق کے باب "ایام الجاهلیہ" جلد ۴ ص۲۳۸ پر روایت کی ہے کہ ہم سے نُعیم ابن حماد نے اور ھُشیم نے حصین سے اس نے عمرو ابن میمون سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا:

میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک بندریہ کو دیکھا کہ جس کے چاروں طرف بندر جمع تھے اس بندریہ نے زنا کر لیا تھا۔

پس بندروں نے اسے سنگسار کیا تو میں نے بھی ان
کے ساتھ اس پر پتھر برسائے ۔

میں بخاری سے کہتا ہوں شاید خدا نے بندروں پر رحم کیا اور ان کے لئے اس سنگساری کے حکم کو منسوخ کر دیا جو ان پر جنت سے نکالنے کے بعد عائد کیا تھا۔ اور زمانۂ اسلام میں ان کے لئے زنا کو مباح قرار دیا جبکہ زمانۂ جاہلیت میں حرام تھا۔ اسی لئے محمدؐ کی بعثت سے لیکر کسی مسلمان نے اب تک یہ دعویٰ نہ کیا کہ میں بندروں کے سنگسار کرتے وقت وہاں حاضر تھا۔ یا ان کا شریک تھا۔

خاتمۂ بحث

کیا محقق اور آزاد علماء ان خرافات پر کہ جن کی مثال بخاری میں بکثرت موجود ہے خاموش رہیں گے۔ اور کچھ نہیں بولیں گے۔

ممکن ہے کچھ لوگ یہ کہیں کہ بخاری کو کیوں نشانہ بنایا جاتا ہے؟ جبکہ دوسری کتابوں میں بھی تو ضعیف حدیثیں موجود ہیں، یہ بات واضح ہے لیکن ان میں سے بخاری کو منتخب کیا ہے کیونکہ اس کتاب نے وہ شہرت پائی ہے کہ جس کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا، حد ہو گئی علمائے اہلسنت کے درمیان اسے قرآن کے برابر سمجھا جانے لگا جس میں کسی بھی طرف سے باطل کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ جو کچھ اس (قرآن) میں مرقوم ہے وہ صحیح ہے اس میں شک نہیں کیا جا سکتا، بخاری کی تقدیس کا چشمہ سلاطین وملوک سے پھوٹتا ہے خصوصاً عباسی عہد سے کہ جس میں بیشتر کرسیوں پر فارس (ایران) والے قبضہ جما چکے تھے۔ اور حکومت کے انتظامی امور میں دخیل تھے ان میں سے بعض وزیر اور مشیر تھے اور بعض طبیب وعلم ہیئت کے ماہر تھے ابو فراس کہتا ہے:

أبلغ لديك بني العبّاس مالكةً   لا يدّعوا ملكها ملّاكها العَجم
أيّ المفاخر أمست في منازلكم   وغيركم آمرٌ فيها ومحتكم

بنی عباس تمھیں حکومت وخلافت مل گئی ہے
لیکن تم یہ دعویٰ نہ کرو کہ وہ تمھارے قبضہ واختیار میں ہے
اس کے مالک تو عجم والے ہیں یہ کون سے فخر کی بات ہے
کہ خلافت وحکومت تمھارے گھر میں ہے جبکہ اس کے
حاکم تمھارے غیر ہیں۔

فارس والے اپنی پوری طاقت کو کام میں لائے اور انھوں نے اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کیا۔ یہاں تک کہ قرآن کے بعد بخاری کو مرتبۂ اول مل گیا اور ابوحنیفہ تینوں اماموں کے اوپر امام اعظم بن گئے۔

اور اگر فارس والوں کو حکومت بنی عباس کے زمانہ میں قوم عرب کے بھڑک اٹھنے کا خوف نہ ہوتا تو وہ بخاری کو قرآن پر بھی ترجیح دیتے اور ابوحنیفہ کو نبیؐ پر مقدم کرتے اور کون جانتا؟

میں نے ان کے اس قسم کے بعض خیالات پڑھے ہیں۔
ان میں سے بعض تو صاف کہتے تھے کہ حدیث قرآن پر حکم لگانے والی ہے۔
حدیث سے ان کی مراد بخاری ہی ہوتی تھی۔ جیساکہ وہ کہتے ہیں کہ اگر حدیثِ نبیؐ اور ابوحنیفہ کے اجتہاد ورائے میں تعارض وٹکراؤ ہوجائے تو ابوحنیفہ کی رائے کو مقدم کرنا واجب ہے۔ اور اس کی علت یہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ حدیث میں متعدد احتمال ہوتے ہیں اگر یہ صحیح ہو تو فبہا اور اگر اس کی صحت میں شک ہو تو کوئی اشکال نہیں ہے۔

امت اسلامیہ رفتہ رفتہ تکبر کا شکار ہوتی چلی گئی۔ وہ

ہمیشہ محکوم رہی اس کی راہوں کا انتخاب فارس و مغل، ترک و فرانس،
و انگلینڈ اور اٹلی کے بادشاہ و سلاطین کرتے رہے۔ بیان کرنے میں کیا حرج ہے۔
اکثر علما حکام کے پس پشت رہنے کے عادی تھے۔
فتوی دیتے تھے مال لیتے تھے۔ مال کی طمع میں چاپلوسی کرتے تھے وہ ہمیشہ
(اس زمانہ کی) سیاست کے مطابق عمل کرتے تھے (تفرقہ ڈالو محفوظ رہو)
انھوں نے کسی ایک کو اجتہاد کی اجازت نہ دی اور نہ اجتہاد کے اس دروازہ
کو کھولنے کی اجازت دی جس کو حکام نے دوسری صدی کے آغاز ہی میں اہلسنت
کے درمیان فتنہ و جنگ کے خوف سے بند کر دیا تھا۔ اہلسنت کی اکثریت تھی
وہ ہی حکومت پر قابض تھے اور شیعہ اقلیت میں تھے اور یہی ان کی نظر میں
سب سے بڑا خطرہ تھے اس کے لئے بھی کچھ سوچنا تھا۔ لہٰذا علمائے اہلسنت اس
سیاسی کھیل میں مشغول رہے۔ اور انھیں (شیعوں کو) کافر ثابت کرنے اور
اور ان پر تنقید کرنے میں لگے رہے۔ اور ہر طرح سے ان کی دلیلوں کی تردید
کرتے رہے یہاں تک کہ اس سلسلہ میں ہزاروں کتابیں لکھی گئیں اور ہزاروں
نیکوکار افراد کا خون بہایا گیا۔ جبکہ ان کا صرف یہ قصور تھا کہ وہ عترت نبیؐ سے
محبت رکھتے تھے اور ان حکام سے بیزار تھے جو زبردستی امت پر مسلط
ہو گئے تھے۔

اور آج جبکہ ہم آزادی کے زمانہ میں، روشنی کے دور میں،
زندگی گذار رہے ہیں جیسا کہ اسے علم کا عہد کہا جاتا ہے اور دنیا کے ممالک
فضائی جنگ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں لگے
ہوئے ہیں۔ اور پوری دنیا پر قابض ہو جانا چاہتے ہیں اس زمانہ میں بھی اگر کوئی
عالم تعصب و تقلید سے آزاد ہو جاتا ہے اور کوئی ایسی چیز لکھتا ہے جس سے

اہلبیتؑ سے محبت کی بو آتی ہے. تو ان کا خون کھول جاتا ہے اور اپنی پوری طاقت کو اس پر لعنت کرنے اور اسے کافر ثابت کرنے میں صرف کر دیتے ہیں اور یہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں کہ اس نے ان کے مزاج کے خلاف ، اقدام کیا ہے ۔ اگر وہ بخاری کی مدح اور تقدیس میں کتاب لکھتا تو علامہ بن جاتا ۔ اس پر سونے کی بارش ہوتی اور ہر سمت سے اس کی مدح سرائی ہوتی اسے ایسے افراد مل جاتے جنھیں چاپلوسی اور بری بات سے ان کی نماز در وزہ بھی نہیں روک سکتے ہیں ۔

آپ ان تمام مقتضیات میں غور کرتے ہیں کہ جو اکثر لوگوں کی گمراہی کے لئے کافی ہیں ان اسباب کے بارے میں سوچا جو بیشتر لوگوں کو ضلالت کی طرف کھینچتے ہیں، قرآن کریم اس مخفی راز سے آگاہ کرتا ہے . اس گفتگو کے ذریعہ جو خدائے ذوالجلال اور ابلیس لعین کے درمیان ہوتی تھی ۔

خدا : میرے حکم کے بعد تجھے کس چیز نے سجدہ سے باز رکھا؟

ابلیس : میں ان (آدم) سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور انھیں مٹی سے پیدا کیا ہے ۔

خدا : جنت سے نکل جاؤ یہاں رہتے ہوئے تم کو تکبر کرنے کا حق نہیں ہے نکل جا تو پست افراد میں سے ہے ۔

ابلیس : مجھے قیامت تک کی مہلت دی جائے ۔

خدا : تم انتظار کرنے والوں میں سے ہو ۔

ابلیس : جس طرح تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں بھی ضرور تیرے سیدھے راستہ میں بیٹھوں گا (تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا) پھر انھیں چاروں طرف سے گھیر لوں گا تو، تو ان میں سے

اکثر کو شکر گذار نہ پائے گا۔

خدا، تو یہاں سے نکل جا تو ذلیل و مردود ہے ان میں سے جو
بھی تیرے ساتھ چلے گا تو میں ان سب سے جہنم بھر دوں گا۔
اولادِ آدم خبردار شیطان تمھیں فریب نہ دے جیسا کہ
اس نے تمھارے ماں باپ کو جنت سے نکلوا دیا تھا اور ان
سے ان کا لباس اتر کر گر گیا اور دونوں برہنہ ہو گئے۔ وہ
اور اسکی اولاد تم کو دیکھتی ہے لیکن تم ان کو نہیں دیکھ سکتے ہو
ہم نے شیاطین کو ان لوگوں کا دوست بنا دیا ہے جو ایمان
نہیں قبول کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ جب بھی کوئی برا کام
انجام دیتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے آبا و اجداد کو ایسے
ہی پایا ہے۔ اور خدا ہی نے اس کا حکم دیا ہے۔ آپ کہدیجئے
کہ خدا بری باتوں کا حکم نہیں دیتا ہے۔ کیا تم خدا کی طرف
ان باتوں کی نسبت دیتے ہو جنھیں تم نہیں جانتے ہو
کہدیجئے میرا رب عدل کا حکم دیتا ہے اور ہر نماز کے وقت
تم سب اپنا رخ سیدھا رکھا کرو اور خدا کو خالص دین کے
ساتھ پکارو اس نے جس طرح تمھاری ابتدا کی اسی طرح تم اس
کی طرف پلٹ کر بھی جاؤ گے۔ اس نے ایک گروہ کو ہدایت
دی ہے اور ایک پر گمراہی مسلط ہو گئی ہے۔ انھوں نے
شیاطین کو اپنا ولی بنالیا ہے۔ اور خدا سے نظریں موڑلی
ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

★

اسی لئے تمام مسلمان بھائیوں سے کہتا ہوں کہ شیطان پر لعنت کرو اپنے اوپر اسے قابو نہ دو، اس علمی بحث کی طرف آؤ جسے قرآن وحدیث ثابت کرتی ہے۔ اس کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان مساوی ہے اسی چیز سے حجت قائم کرو جو ہمارے اور تمھارے نزدیک صحیح ہے۔ اور جو اختلاف کا باعث ہے اسے ایک طرف پھینک دیں۔ کیا رسولؐ کا فرمان نہیں ہے کہ میری امت خطا پر جمع نہیں ہوگی۔ پس حق وہ ہے جس پر ہم شیعہ وسنی متفق ہیں اور جس میں اختلاف کرتے ہیں وہ باطل ہے۔ اگر ہم ڈگر پر چلیں گے تو صلح وصفا اور اتفاق عام ہوگا اور ضرور اتحاد کی چادر کے نیچے جمع ہو جائیں گے اور ضرور خدا کی طرف سے مدد آئے گی اور زمین وآسمان کی برکتیں عام ہو جائیں گی، وقت نکلا جا رہا ہے جو لوٹ کر نہیں آئے گا اس دن کے آنے سے پہلے انتظار کا وقت ہے جس میں بیع وخلال نہیں ہوگا۔ اور ہم سب شیعہ سنی اپنے امام مہدیؑ کے انتظار میں ہیں ان کی بشارت کے سلسلہ میں ہماری کتابیں بھری پڑی ہیں کیا ہمارے ایک راستہ پر گامزن ہونے کے لئے یہ دلیل کافی نہیں ہے؟ شیعہ تمھارے بھائی ہیں اہلبیتؑ انھیں کا ذخیرہ نہیں ہیں بلکہ محمدؐ اور ان کے اہلبیتؑ تمام مسلمانوں کے امام و رہبر ہیں یقیناً ہم سنی اور شیعوں کا حدیث ثقلین پر اتفاق ہے۔ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ میں تمھارے درمیان وہ چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم اس سے متمسک رہے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ وہ ہے کتابِ خدا اور میری عترت[1] اور مہدیؑ

---

[1] گذشتہ بحث میں ہم اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ حدیث اس حدیث کے معارض نہیں ہے جس میں کتاب وسنتی کی لفظ آئی ہے کتاب خدا اور سنت رسولؐ دونوں صامت سے

ان کی عترت میں سے ہیں۔ کیا یہ دوسری دلیل نہیں ہے؟

اور اب جبکہ تاریکی و ظلم کا وہ زمانہ ختم ہو گیا کہ جس میں اہلبیتؑ عترت رسولؐ سے زیادہ کسی پر ظلم نہیں ہوا یہاں تک کہ لوگوں نے منبروں سے ان پر لعنت کی انھیں قتل کیا ان کی مخدرات کو مسلمانوں کے مجمع عام میں بے پردہ کیا۔

اب وہ وقت آن پہونچا ہے جس میں اہلبیتؑ نبیؐ سے مظالم کو دور کیا جائے اور امت ان کے سایۂ رحمت و عاطفت کی طرف رجوع کرے جو علم و عمل سے لبریز ہے اور ان کے شجر کے گھنے سایہ کی طرف بڑھے کہ جہاں فضل و شرف کی بہتات ہے۔ نبیؐ اور ملائکہ ان پر درود بھیجتے ہیں اور مسلمانوں کو ہر نماز میں ان پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ان سے محبت و مودت کا حکم دیا ہے۔

اہلبیتؑ کی فضیلت سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا ہے اس سلسلہ میں ہر زمانہ کے شعراء نے اشعار کہے ہیں۔ ان سے متعلق فرزدق کہتا ہے:

إن عدّ أهل التقى كانوا أئمتهم — أو قيل من خير أهل الأرض قيل هُمُ
من معشر حبهم دين وبغضهم — كفرٌ وقربهم ملجى ومعتصم
مُقدّم بعد ذكر الله ذكرهم — في كل برّ ومختوم به الكلم

ـــــے کلام ہیں ان کے لئے ترجمان ناگزیر ہے۔ بس رسولؐ نے اس بات کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے کہ قرآن و سنت کے بیان کرنے والے ائمہ اہلبیتؑ ہیں جن کے بارے میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ وہ علم و عمل میں سب پر مقدم ہیں۔

اگر اہل تقویٰ کو دیکھا جائے تو یہ ان کے امام ہیں
اور یہ کہا جائے کہ روئے زمین پر سب سے بہتر کون ہے تو
کہا جائے گا وہی ہیں۔ ان کی محبت دین اور ان سے بغض
رکھنا کفر ہے، ان کی قربت پناہ گاہ اور محفوظ ٹھکانا ہے۔
خدا کے ذکر کے بعد ان کا ذکر مقدم ہے۔
کلام کی ابتدا اور انتہا وہی ہیں۔

اور مشہور شاعر ابوفراس اپنے مشہور قصیدہ شافیہ میں ان کی مدح کرتا ہے اور عباسیوں سے نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ ہم نے اس کے یہ اشعار منتخب کئے ہیں۔

يا باعة الخمر كفّوا عن مفاخركم	لمعشر بيعهم يوم الهياج دم
خلّوا الفخّار لعلّامين إن سُئلوا	يوم السؤال وعمّالين إن عملوا
لا يغضبون لغير الله إن غضبوا	ولا يضيعون حكم الله إن حكموا
تنشى التلاوة في أبياتهم سحراً	وفي بيوتكم الأوتار والنّغم
الركن والبيت والأستار منزلهم	وزمزم والصّفى والحجر والحرمُ
وليس من قسم في الذكر نعرفه	إلّا وهم غير شكٍّ ذلك القسَمُ

اے شراب فروشو! ان پر فخر نہ کرو جو جنگ
کے روز خون بیچتے ہیں، افتخار علماء و عمل کرنے والوں
کا حق ہے۔ اگر وہ غضبناک ہوتے ہیں تو غیر خدا کے لئے
نہیں اور اگر کوئی حکم لگاتے ہیں تو حکم خدا کو ضائع نہیں کرتے
صبح کے وقت ان کے گھروں سے تلاوت کی آوازیں آتی
ہیں۔ جبکہ تمہارے گھروں سے نغموں اور دھوتاروں کی
آواز آتی ہے۔ زمزم وصفا اور حجر و حرم رکن و خانہ (کعبہ)

اور پردے ان کی منزل ہے قرآن میں جتنی قسمیں آئی ہیں لاریب وہ اہلبیتؑ کے لئے ہیں ۔

زمخشری ، بیہقی اور قسطلانی نے ابوعبداللہ محمد ابن علی انصاری شاطی کے یہ اشعار نقل کئے ہیں :

غُـديٌ وتيمٌ لاَ أحاول ذكـرهـا　　بـسـوءٍ ولكنّي مـحبٌّ لـهـاشِمِ
ومـا تعتريني في عليّ ورهـطه　　إذا ذكـروا في الله لـومـة لائِمِ
يقولون: ما بال النصارى تحبّهم　　وأهـل النّهى من أعرب وأعاجِم
فقلت لهم: إني لأحسبُ حبّهم　　سرى في قلوب الخلق حتى البهايمِ

میں عدی اور تمیم کا ذکر برائی سے نہیں کرتا ہوں لیکن میں (بنی) ہاشم کا محب ہوں میں علیؑ اور ان کے شیعوں کی محبت کے سلسلہ میں کسی بات کی پرواہ نہیں کرتا ، کیونکہ خدا کے بارے میں لومت لائم کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے ۔

لوگ کہتے ہیں کہ انصار کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ علیؑ اور ان کی جماعت سے محبت کرتے ہیں میں کیوں نہ ان سے محبت کروں جب عرب و عجم کے صاحبان عقل سے محبت کرتے ہیں ۔

میں ان سے یہ بات کہتا ہوں کہ ان کی محبت کو میں پوری مخلوق کے قلب میں جاگزیں محسوس کرتا ہوں یہاں تک کہ چوپائے بھی ان سے محبت کرتے ہیں ۔

★

بعض نصاریٰ نے خصوصاً علی ابن ابیطالب کے فضائل و مناقب میں اور عموماً اہلبیتؑ کے فضائل و مناقب کے سلسلہ میں متعدد کتابیں تحریر کی ہیں جیساکہ امام شاطبی نے اس بات کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے کہ "نصاریٰ کو کیا ہوگیا ہے وہ ان (علیؑ) سے محبت کرتے ہیں یہ ایسی تعجب خیز بات ہے جو پہیلی بنی رہے گی ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ نصرانی اہلبیتؑ کی عظمت کا اعتراف کرے اور اسلام نہ لائے ؟ مگر یہ کہ خدا ہمیں قدرت و طاقت عطا کرے گا اس وقت اسلام لائیں گے اور پھر شوق سے یا خوف کے سبب اس سے چشم پوشی نہیں کرسکیں گے"

صاحب کشف الغمہ نے ص۲۰ پر امیرالمومنینؑ کی مدح میں کسی نصرانی کا قول نقل کیا ہے :

عليٌّ أميـر المؤمنيـن صـريمـة	ومـا لسواه في الخلافة مطمعُ
له النّسبُ الأعلىٰ وإسلامه الذي	تقـدّم فيـه والفضـائل أجمعُـوا
بـأنّ عليّاً أفضـل النّاس كلّهم	وأورعهم بعـد النبيّ وأشجـعُ
فلو كنتُ أهـوى ملّةً غير ملّتي	لمـا كنتُ إلاّ مسلمـاً أتشيّـعُ

علیؑ، امیرالمومنین صاحب عزمیت اور بہادر ہیں ان کے سوا کسی کو خلافت کی طمع نہیں کرنا چاہیئے وہ حسب و نسب میں اعلیٰ ہیں وہ سابق الاسلام ہیں اور ان کے فضائل پر اجماع ہے اگر میں اپنا مذہب چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کروں تو میں شیعہ مسلمان ہوجاؤں گا۔

پس مسلمانوں کو نبیؐ کے اہلبیتؑ سے بدرجہ اولیٰ محبت کرنا چاہیئے کیونکہ رسالت کا پورا اجر ان کی محبت پر موقوف ہے ۔

عنقریب میری ندا سننے والے کانوں، کشادہ قلوب اور بابصیرت آنکھوں تک پہونچے گی جس کے ذریعہ میں دنیا و آخرت میں خوش بخت ہو جاؤں گا۔ خدا سے میری دعا ہے کہ میرے عمل کو اپنے لئے خالص قرار دے اور اسے قبول کر لے، میری خطاؤں کو بخش دے اور مجھے دنیا و آخرت میں محمدؐ و آل محمدؐ کا خدمت گذار بنا دے کیونکہ ان کی خدمت میں عظیم کامیابی ہے۔ بیشک میرے رب کا راستہ سیدھا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين والصلاة والسّلام على محمّد وآله الطيّبين الطّاهرين.

محمد تیجانی السماوی

فہرست

نمبر شمارہ		صفحہ نمبر
۱	حرف مترجم	۴
۲	مقدمہ	۵
۳	سید ابوالحسن ندوی کے نام کھلا خط	۱۴
۴	پوچھ لو	۳۰
۵	**پہلی فصل**	
	پہلا سوال ۔ رویت خدا اور اس کے مجسم ہونے کے بارے میں	۳۵
۶	دوسرا سوال ۔ عدل الٰہی و جبر سے متعلق	۴۱
۷	خدا سے متعلق اہل ذکر کا نظریہ	۵۹
۸	**دوسری فصل**	
	رسولؐ سے متعلق	
	دوسرا سوال ۔ عصمت رسولؐ کے بارے میں	۶۵
۹	رسولؐ سے متعلق اہل ذکر کا نظریہ	۱۰۷

املاک اور اس کے بندوں کو غلام بنالیں ، نیکوکاروں سے برسرپیکار
رہیں بدکرداروں کو اپنے قبضہ میں رکھا

باوجودیکہ رسولؐ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان احادیث میں انھیں (اہلسنت کو) کوئی خدشہ نہیں ملا ہے ، کیونکہ وہ صحابہ ان احادیث کو بخوبی جانتا ہے لہٰذا انھوں نے ان احادیث کے مقابلہ میں اور حدیثیں گڑھیں کہ جنھوں نے حق کو باطل میں تبدیل کر دیا اور رسولؐ کو ایک عام انسان بنادیا کہ جس پر جاہلیت کی حمیت طاری ہو جاتی ہے اور کبھی اتنے مغلوب الغضب ہو جاتے ہیں کہ ناحق کسی شخص پر سب و شتم کرنے لگتے ہیں ۔ انھوں نے اپنے ملعون سرداروں کے دفاع میں یہ حدیث گڑھی کہ جسے بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الدعوات کے باب قول النبیؐ " من آذیتہ فاجعلہ لہ زکاۃ و رحمۃ " میں اور مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب البر والصلہ والادب کے باب " من لعنہ النبیؐ الخ ..." میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا :

رسولؐ کے پاس دو اشخاص آئے اور کسی ایسی
چیز کے بارے میں بحث کرنے لگے جسے میں نہیں جانتی پس
رسولؐ ان پر غضبناک ہوئے اور لعنت و سب و شتم کیا ۔
جب وہ چلے گئے تو میں نے پوچھا : یا رسولؐ اللہ ان دونوں
سے کیا غلطی ہوگئی تھی ؟ آپؐ نے فرمایا : تم کیا کہہ رہی ہو ؟
، میں نے کہا آپؐ نے ان پر لعنت کی ہے ، فرمایا
کیا تم نہیں جانتی ہو کہ میں نے اپنے رب سے شرط کر رکھی ہے کہ
پروردگارا میں بشر ہوں پس اگر میں کسی مسلمان
پر لعنت کروں یا اسے برا بھلا کہوں تو تو اسے معاف فرما ،

اور اسے اجر عطا فرما،،

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:

بارالہا : میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میں کوتاہی
نہ کروں گا اس لئے کہ میں بشر ہوں بس اگر میں کسی مومن
کو برا بھلا کہوں یا اس پر لعنت کروں یا کوڑے ماروں
تو، تو اسے اس شخص کے لئے رحمت و رافت قرار
اور روز قیامت اسے اپنے تقرب کا ذریعہ بنا دے۔

ایسی ہی گڑھی ہوئی احادیث کی رو سے نبیؐ عزیز خدا پر غضبناک ہوتے ہیں سب وشتم کرتے ہیں بلکہ لعنت کرتے ہیں اس کو کوڑے لگاتے ہیں جبکہ وہ ان کا مستحق نہیں ہوتا ہے (معاذاللہ) یہ کون سا نبی ہے کہ جب شیطان سوار ہوتا ہے تو معقولات کے دائرہ سے باہر ہو جاتا ہے کیا کوئی عام آدمی ایسا فعل انجام دے سکتا ہے؟ کیا یہ فعل قبیح نہیں ہے ؟

ایسی احادیث کے ذریعہ بنی امیہ کے وہ حکام جن پر رسول اللہ نے لعنت کی، جن کے حق میں بد دعا فرمائی اور جن کو بعض فاحشات کے ارتکاب کی بنا پر کوڑے لگوائے اور لوگوں کے سامنے ذلیل کیا، مظلوم بن گئے اور پاک و پاکیزہ، لائق رحم خدا کے مقرب بن گئے

یہ گڑھی ہوئی احادیث خود ہی اپنی مخالفت کرتی ہیں اور گڑھنے والوں کو ذلیل کرتی ہیں، رسول اللہ کسی پر لعنت نہیں کرتے تھے اور نہ ہی فحش بکتے تھے، حاشا... حاشا — انھوں نے چھوٹے منہ سے بڑی بات کہی، خدا ان پر اپنا قہر نازل کرے اور ان کے لئے دردناک

عذاب تیار ہے۔

ان باطل خیالات کی بیخکنی کرنے کے لئے ہمارے لئے بخاری و مسلم کی عائشہ سے نقل کی ہوئی ایک ہی روایت کافی ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الادب کے باب "لم یکن النبیؐ فاحشا ومتفحشا" میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:

یہودی نبیؐ کے پاس آئے اور السام علیکم کہا
عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا، تمھیں پر تباہی اور خدا کی لعنت
(پھر) ہو نبیؐ نے فرمایا: چھوڑو اعائشہ ٹھنڈے دل سے کام لو۔
فحش سے پرہیز کرو، میں نے عرض کی کیا آپ نے نہیں سنا
انھوں نے کیا کہا ہے؟ آپؐ نے جواب دیا کیا تم نے نہیں سنا
کہ میں نے کیا کہا ہے؟ میں نے ان کی بد دعا کو انھیں پر لوٹا
دیا، ان کے بارے میں میری بد دعا سنی جائے گی اور میرے
سلسلہ میں ان کی نہیں سنی جائے گی۔

جیسا کہ مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب البر والصلوٰۃ والادب میں تحریر کیا ہے کہ رسولؐ نے مسلمان کو لعنت کرنے سے منع کیا ہے یہاں تک کہ انھیں چوپایوں اور حیوانوں پر بھی لعنت کرنے سے منع کیا ہے۔ آپؐ سے کہا گیا یا رسول اللہ آپؐ مشرکین کے حق میں بد دعا کر دیجئے، آپؐ نے فرمایا میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں، میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں

یہ ہے وہ چیز جس سے قلب رحیم اور خلق عظیم کا پتہ چلتا ہے اور یہی چیز رسولؐ سے مخصوص تھی وہ کسی پر ناحق سب و شتم اور لعنت نہیں کرتے تھے اور کسی غیر مستحق کو کوڑے نہیں لگواتے تھے وہ جب کسی پر غضبناک ہوتے تھے

تو صرف خدا کے لئے اور اسی پر لعنت کرتے تھے جو لعنت کا مستحق ہوتا ہے اور حدود خدا کو قائم کرنے کے لئے کوڑے لگواتے تھے ان نیک افراد کو کوڑے نہیں لگواتے جن کے خلاف ثبوت یا گواہی یا خود ان کا اعتراف نہ ہو

لیکن ان کا دل ان روایات کو دیکھ کر بہت جلتا تھا کہ جن میں معاویہ اور بنی امیہ پر لعنت کی گئی ہے لہٰذا انھوں نے لوگوں کو دھوکا دینے اور معاویہ کو بڑھانے کے لئے ایسی احادیث گڑھ لی ہیں اسی لئے مسلم نے اپنی صحیح میں ان روات کو نقل کرنے کے بعد کہ جن میں نبی نے معاویہ پر لعنت کی ہے اور جو خدا کی رحمت و قربت بن گئی ہیں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول آگئے تو میں دروازہ کی اوٹ میں چھپ گیا ابن عباس کہتے ہیں رسول نے مجھے پکڑ کر فرمایا: جاؤ معاویہ کو بلا لاؤ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں معاویہ کے پاس سے رسول کے پاس آیا عرض کی وہ کھانا کھا رہا ہے، آپ نے فرمایا پھر جاؤ اور بلا کے لاؤ، ابن عباس کہتے ہیں میں پھر گیا، اور واپس آکر عرض کی وہ کھانا کھا رہا ہے، پس آپ نے فرمایا: خدا اس کا پیٹ نہ بھرے۔ [1]

تاریخی کتابوں میں ہمیں یہ چیز ملتی ہے کہ امام نسائی نے "الخصائص کہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے مختص کی تھی" لکھنے کے بعد شام گئے تو شام والوں نے ان پر اعتراض کرتے ہوئے کہا، تم نے معاویہ کے فضائل کا تذکرہ کیوں نہیں کیا؟ امام نسائی نے کہا: مجھے اس کی کسی فضیلت کا علم نہیں ہے مگر یہ کہ خدا اس کا پیٹ نہ بھرے پس یہ جملہ سن کر شام والوں نے

---

[1] صحیح مسلم جلد ۸ ص ۲۷

فہرست

نمبر شمارہ		صفحہ نمبر
۱	حرف مترجم	۴
۲	مقدمہ	۵
۳	سید ابوالحسن ندوی کے نام کھلا خط	۱۴
۴	پوچھ لو	۳۰
۵	**پہلی فصل**	
	پہلا سوال ۔ رویت خدا اور اس کے مجسم ہونے کے بارے میں	۳۵
۶	دوسرا سوال ۔ عدل الٰہی و جبر سے متعلق	۴۱
۷	خدا سے متعلق اہل ذکر کا نظریہ	۵۹
۸	**دوسری فصل**	
	رسُول سے متعلق	
	دوسرا سوال ۔ عصمت رسُول کے بارے میں	۶۵
۹	رسُول سے متعلق اہل ذکر کا نظریہ	۱۰۷

عنقریب میری ندا سننے والے کانوں، کشادہ قلوب اور بابصیرت آنکھوں تک پہونچے گی جس کے ذریعہ میں دنیا و آخرت میں خوش بخت ہو جاؤں گا۔ خدا سے میری دعا ہے کہ میرے عمل کو اپنے لئے خالص قرار دے اور اسے قبول کر لے، میری خطاؤں کو بخش دے اور مجھے دنیا و آخرت میں محمدؐ و آل محمدؐ کا خدمت گذار بنا دے کیونکہ ان کی خدمت میں عظیم کامیابی ہے۔ بیشک میرے رب کا راستہ سیدھا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين والصلاة والسّلام على محمّد وآله الطيّبين الطّاهرين.

محمد تیجانی السماوی

شمارہ نمبر		صفحہ نمبر
۱۰	**تیسری فصل**	
	اہلبیتؑ سے متعلق	
	تیسرا سوال اہلبیتؑ کون ہیں ؟	۱۱۱
۱۱	عائشہ نبیؐ کی حیات میں	۱۱۸
۱۲	عائشہ نبیؐ کے بعد	۱۴۷
۱۳	علی علیہ السلام کے خلاف عائشہ کا موقف	۱۵۴
۱۴	کمانڈر ام المومنین	۱۶۴
۱۵	نبیؐ نے عائشہ اور ان کے فتنہ سے ڈرایا	۱۶۶
۱۶	خاتمہ بحث	۱۷۰
۱۷	اہلبیتؑ کے متعلق اہل ذکر کا نظریہ	۱۷۲
۱۸	**چوتھی فصل**	
	عام صحابہ سے متعلق	۱۸۷
۱۹	قرآن بعض صحابہ کی حقیقت کا انکشاف کرتا ہے	۱۹۷
۲۰	حدیث نبیؐ صحابہ کا راز فاش کرتی ہے	۲۰۸
۲۱	صحابہ اور رسولؐ کی اطاعت !	۲۳۲
۲۲	رسولؐ کی وفات کے بعد صحابہ نے سنت نبیؐ کو برباد کر دیا	۲۴۸

شمارہ نمبر		صفحہ نمبر
۲۳	صحابہ جناب ابوذر کی نظر میں	۲۵۲
۲۴	بعض صحابہ سے متعلق قرآن کی گواہی	۲۵۶
۲۵	بعض کے متعلق اہل ذکر کا نظریہ	۲۷۲
۲۶	**پانچویں فصل**	
	خلفائے ثلاثہ سے متعلق	۲۸۹
۲۷	ابوبکر حیات نبیؐ میں	۲۹۵
۲۸	نبیؐ کے بعد فاطمہؑ کے ساتھ ابوبکر کا برتاؤ	۳۰۳
۲۹	فاطمہؑ نص قرآنی کے لحاظ سے معصوم ہیں	۳۰۸
۳۰	فاطمہؑ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں	۳۰۹
۳۱	فاطمہؑ زنان جنت کی سردار ہیں	۳۱۰
۳۲	فاطمہؑ نبیؐ کا ٹکڑا ہیں	۳۱۱
۳۳	ابوبکر مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں	۳۲۰
۳۴	ابوبکر، عمر اور عثمان حدیث نبیؐ لکھنے سے منع کرتے ہیں۔	۳۲۸
۳۵	عمر ابن خطاب نقل حدیث پر پابندی لگاتے ہیں	۳۳۳
۳۶	ابوبکر عمر کو خلیفہ بنا کر نصوص کی مخالفت کرتے ہیں	۳۴۵
۳۷	عمر اپنے اجتہاد سے قرآن کی مخالفت کرتے ہیں	۳۵۷
۳۸	مخالفت نصوص کے سلسلہ میں عثمان اپنے دوستوں کا اتباع کرتے ہیں	۳۷۸

شمارہ نمبر		صفحہ نمبر
۳۹	عثمان سے فرشتے شرم کھاتے ہیں	۳۸۳
۴۰	**چھٹی فصل**	
	خلافت سے متعلق	۳۸۷
۴۱	سوالات وجوابات	۳۹۱
۴۲	**ساتویں فصل**	
	حدیث سے متعلق	۴۱۶
۴۳	نبیؐ دھوکہ دیتے ہیں "معاذ اللہ"	۴۱۷
۴۴	نبیؐ سخت عذاب دیتے اور مسلمانوں کے ہاتھ پیر قطع کرتے ہیں	۴۱۸
۴۵	نبیؐ جماع کے شوقین تھے "معاذ اللہ"	۴۲۲
۴۶	امویوں کے زمانہ میں رقص وغنا کے جواز پر چند مثالیں	۴۲۴
۴۷	نبیؐ نبیذ پیتے تھے "معاذ اللہ"	۴۲۶
۴۸	نبیؐ اور ابتذال!	۴۲۷
۴۹	نبیؐ اور حیا	۴۲۷
۵۰	نبیؐ اور برہنگی	۴۲۸
۵۱	نبیؐ سے نماز میں سہو ہوتا ہے	۴۳۰
۵۲	نبیؐ اور حلف شکنی	۴۳۲

صفحہ نمبر		شمارہ نمبر
۴۳۴	قسم کے کفارہ میں عائشہ نے چالیس غلام آزاد کئے	۵۳
۴۳۶	نبیؐ احکام خدا میں جیسے چاہتے ہیں تبدیلی کرتے ہیں	۵۴
۴۴۳	نبیؐ قرآن کی بعض آیتوں کو ختم کرتے ہیں ———	۵۵
۴۵۵	نبیؐ کے اقوال میں تناقض ———	۵۶
۴۶۱	فضائل میں تناقض ———	۵۷
۴۶۹	نبیؐ علم اور طب میں تناقض کرتے ہیں ———	۵۸
	آٹھوین فصل	۵۹
۴۷۶	بخاری و مسلم سے متعلق ———	
۴۸۲	بخاری و مسلم ابوبکر کی فضیلت بیان کرتے ہیں ———	۶۰
۴۹۳	عمر کی عزت بچانے کے لئے حدیث میں تدلیس کرتے ہیں	۶۱
۴۹۴	عمر کی حقیقت کا انکشاف کرنے والی حدیثوں میں تدلیس	۶۲
	جن روایات سے اہلبیتؑ کی تنقیص ہوتی ہے وہ	۶۳
۵۱۴	بخاری کو بہت محبوب ہیں ———	
۵۳۵	خاتمہ بحث ———	۶۴
۵۴۶	فہرست ———	۶۵